آیت الکرسی

کے

فضائل و تفسیر

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

آیت الکرسی

کے

فضائل و تفسیر

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

اشاعت ———— 2014ء

قیمت ———— -/400 روپے

اہتمام ———— قدوسیہ اسلامک پریس
Tel # 042-37351124,7230585

پاکستان میں ملنے کے پتے

دار النور
اسلام آباد
Mobile: 0333-5139853 , 0321-5336844
V-Phone: 051 - 2575158

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585
E-mail: info@quddusia.com
www.QUDDUSIA.com

سعودی عرب میں ملنے کے پتے

مکتبہ بیت السلام
الریاض 11474 سعودی عرب
Phone. 4381122-4381155 Fax: 4385991
Mobiles: 0505440147-0542666646
0532666640

دار الفرقان
الریاض سعودی عرب
Phone & Fax: 4354686
Mobiles: 0507419921-0508176378
0553093117

متحدہ عرب امارات میں ملنے کا پتہ

دار السلام، شارجہ
Phone: 00971 6 5632623
Fax: 5632624

پیشِ لفظ

مبحث اوّل

آیت الکرسی کے فضائل

-۱-

قرآن کریم کی عظیم ترین آیت

-۲-

آیت الکرسی میں اسمِ اعظم

دلیل:

-۳-

اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

دلائل:

-۴-

بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظتِ الٰہی

دلیل:

-۵-

بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت کا حائل ہونا

دلیل:

شرح حدیث:

مبحث دوم

آیت الکرسی کی تفسیر

-۱-

(اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) کی تفسیر

تنبیہ:

عقیدۂ توحید کا ہر زمانے میں قیادت وسیادت کا سبب ہونا:

ح: دعوتِ توحید میں لچک کا نہ ہونا:

دلیل:

رسول کریم ﷺ کا استقلال وثبات:

ط: توحید کے بغیر اعمال کا برباد ہونا:

دو دلیلیں:

ی: بوقتِ موت کہنے سے غم کا چھٹنا اور رنگ کا چمکنا:

دو دلیلیں:

ص: بوقتِ موت کہنے والے کا جنت میں داخلہ:

دلیل:

ل: توحید پر فوت ہونے والے کا جنت میں داخلہ:

آٹھ انبیائے سابقین علیہم السلام کے متعلق نصوص:

ع: دعوتِ توحید کے لیے اہتمامِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توحید کے لیے تاکیدِ ربانی:

دو آیتیں:

-۳-

[لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ] کی تفسیر

-۴-

[لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ] کی تفسیر

-۷-

[وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ] کی تفسیر

-۸-

[وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ] کی تفسیر

-۹-

[وَلَا يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا] کی تفسیر

-۱۰-

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ❶

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ ❷

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ❸

اما بعد!

امتِ اسلامیہ کی زبوں حالی ہر باشعور مسلمان کے دل کو پریشان کرنے والی ہے۔

❶ سورة آل عمران / الآية ۱۰۲.
❷ سورة النساء / الآية الأولى.
❸ سورة الأحزاب / الآيتان ۷۰ ـ ۷۱.

اس خستہ حالت کا ایک بنیادی سبب رب ذوالجلال کی کتاب سے دوری ہے۔ امت کو ذلت و رسوائی سے نکالنے کا قوی ترین طریقہ، سرفراز و سربلند کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ اور عظمتِ پارینہ تک پہنچانے کا سب سے قطعی، حتمی اور یقینی راستہ یہ ہے، کہ اسے اللہ مالک الملک کی کتاب عزیز کی جانب لایا جائے۔ امت کے افراد اس کتاب کریم کے سیکھنے سکھانے، اس کی شب و روز تلاوت کرنے، اس میں تدبر کرنے، اس پر عمل کرنے اور انسانیت کو اس سے جوڑنے والے بن جائیں۔ صاحب قرآن اور وحی الٰہی سے زبان کو حرکت دینے والے ہمارے نبی کریم ﷺ نے چودہ صدیوں سے بھی پہلے خبر دی:

"إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ."[1]

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ساتھ (کچھ) قوموں کو بلند فرماتے ہیں اور دوسروں کو ذلیل وخوار کر دیتے ہیں۔]

قرآن کریم کی ہر آیت کریمہ عالی مرتبت اور عظیم القدر ہے، لیکن ان میں سے عظیم ترین آیت: [آیت الکرسی] ہے۔[2] پستیوں سے امت کی نجات اور پھر روئے زمین پر اس کی بالادستی اور غلبہ کی خاطر اس آیت کے سیکھنے، سکھانے، تلاوت و تدبر کرنے، اس پر کما حقہ ایمان لانے، اس کے مطابق زندگی کے نقشوں کو ترتیب دینے اور اس کی خوب نشر و تبلیغ کا اہتمام کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ اپنی کم ہمتی اور بے بضاعتی کے باوجود، رب علیم و کریم پر توکل کرتے ہوئے، اسی آیت شریفہ کے فضائل و تفسیر کے متعلق یہ اوراق اس اُمید پر ترتیب دے رہا ہوں، کہ مولائے کریم امت کی

---

[1] امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلّمه......، رقم الحدیث ۲۶۹۔ (۸۱۷)، ۱/۵۵۹۔

[2] اس بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے اس کتاب کے صفحات ۲۷۔۲۸۔

سربلندی کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں مجھ ناکارے کو بھی اپنے فضل و کرم سے شامل فرما دیں۔ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ .

کتاب کی تیاری میں پیشِ نظر باتیں:

اس سلسلے میں توفیقِ الٰہی سے درجِ ذیل باتوں کے اہتمام کی کوشش کی گئی ہے:

ا: آیت الکرسی کے فضائل تحریر کرتے ہوئے ثابت شدہ احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۲: تفسیر کے دوران اساسی اور بنیادی مرجع قرآن وسنت ہی رہا ہے، البتہ متقدمین اور متاخرین علماء کی تفاسیر سے بقدرِ استطاعت استفادہ کیا گیا ہے۔

۳: آیت الکرسی کی تفسیر کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصے میں ضمنی عنوانات کے تحت گفتگو کی گئی ہے، تاکہ بات سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہو۔

۴: کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کی جارہی ہیں، تاکہ ان کی جانب رجوع کرتے وقت استفادہ میں آسانی رہے۔

خاکۂ کتاب:

پیشِ لفظ

مبحثِ اوّل — آیت الکرسی کے فضائل

[اسے پانچ مستقل عنوانات والے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔]

مبحث دوئم — آیت الکرسی کی تفسیر

[اسے دس مستقل عنوانات والے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔]

حرفِ آخر:

ا: خلاصۂ کتاب

ب: اپیل

شکر ودعا:

اللہ حی و قیوم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے اپنی کتاب کریم کی عظیم ترین آیت شریفہ کے متعلق یہ اوراق مرتب کرنے کی توفیق دی۔ اس حقیر کوشش میں، جو بھی درست بات ہے، وہ محض ان کے فضل و کرم سے ہے اور جو کجی، خلل اور کوتاہی ہے، وہ مجھ ناکارے اور شیطان کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ اس سے بلند و بالا ہیں۔

مولائے کریم میرے قابلِ صد احترام والدین کو جزائے خیر دیں، کہ انہوں نے اپنی اولاد کے سینوں میں قرآن کریم کی محبت ڈالنے، اسے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کروانے کی راہ پر لگانے کی خاطر، بھرپور جدوجہد کی۔ (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا).

کتاب کی تیاری میں مفید مشوروں کے لیے اپنے بھائی اور دوست پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ساداتی شنقیطی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد العلیم عدوی کا شکر گزار ہوں۔ کتب تفسیر سے استفادے اور کتاب کے عربی نسخے کی مراجعت میں تعاون پر اپنے عزیز بیٹوں حافظ حماد الٰہی و حافظ سجاد الٰہی اور پیاری بیٹی کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں۔

محبت و اخلاص اور نہایت باریک بینی سے کتاب کے اُردو نسخے کی مراجعت کے لیے محترم بھائی اور دوست میاں محمد شفیع ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (ر) اور عزیز القدر عمر فاروق قدوسی کے لیے شکر گزار اور دُعا گو ہوں۔

اپنی اہلیہ محترمہ، اولاد اور بہوؤں کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں، کہ وہ میری خوب خدمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کتاب کے ثواب میں شریک فرمائیں اور دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائیں۔ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ.

فضل الٰہی

۱۵۔۱۰ بجے صبح بروز اتوار

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

بمطابق ۷ اپریل ۲۰۱۳ء

مبحث اوّل

آیت الکرسی کے فضائل

تمہید:

آیت الکرسی بہت بڑی عظمت و رفعت والی آیت ہے، اور اس بلندی اور برتری کا سبب اس میں بیان کردہ باتیں ہیں۔ یہ رب العالمین کی توحید، ان کی کبریائی، بڑائی اور صفات پر مشتمل ہے، اور جیسا کہ معلوم ہے، کہ سب سے بلند و برتر ذات اللہ مالک الملک کی ہے۔ اسی سلسلے میں علامہ رازیؒ نے تحریر کیا ہے:

وَاعْلَمْ أَنَّ الذِّكْرَ وَالْعِلْمَ يَتْبَعَانِ الْمَذْكُورَ وَالْمَعْلُومَ، فَكُلَّمَا كَانَ الْمَذْكُورُ وَالْمَعْلُومُ أَشْرَفَ، كَانَ الذِّكْرُ وَالْعِلْمُ أَشْرَفَ. وَ أَشْرَفُ الْمَذْكُورَاتِ وَالْمَعْلُومَاتِ هُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ. فَلِهٰذَا السَّبَبِ كُلُّ كَلَامٍ اِشْتَمَلَ عَلٰى نُعُوْتِ جَلَالِهِ، وَصِفَاتِ كِبْرِيَائِهِ، كَانَ ذٰلِكَ الْكَلَامُ فِيْ نِهَايَةِ الْجَلَالِ وَالشَّرَفِ. وَلَمَّا كَانَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ كَذٰلِكَ، لَا جَرَمَ كَانَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ بَالِغَةً فِي الشَّرَفِ إِلٰى أَقْصَى الْغَايَاتِ وَأَبْلَغِ النِّهَايَاتِ. [1]

خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے، کہ بلا شک و شبہ ذکر اور علم کا تعلق [مذکور] [2]

---

[1] التفسير الكبير ٧/٣ باختصار؛ نیز ملاحظہ ہو: الكشاف ١/ ٣٨٦ـ ٣٨٧؛ و تفسير القرطبي ٣/ ٢٧٠ـ٢٧١؛ و شرح النووي ٦/ ٩٤؛ و تفسير البيضاوي ١/ ١٣٥؛ و تفسير التحرير والتنوير ٣/ ٢٤ـ ٢٥؛ وأيسر التفاسير ١/ ٢٠٣.

[2] جس کا ذکر کیا جائے۔

اور [معلوم] [1] سے ہوتا ہے۔ جب بھی [مذکور] و [معلوم] شرف و مرتبت والے ہوں گے، ان کا ذکر، اور ان کے متعلق علم بھی شرف کا حامل ہوگا۔ تمام جہانوں میں، جس جس کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جس کسی کے متعلق معلومات حاصل کی جاتی ہیں، ان میں سے اشرف و اعلیٰ اور سب سے بلند و بالا اللہ جل شانہ کی ذات اقدس ہے۔ اسی وجہ سے وہ کلام، جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ، اور اوصافِ کمال پر مشتمل ہوگا، وہ جلالت و عظمت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا۔

آیت الکرسی، چونکہ ایسا ہی کلام ہے، لہٰذا اس کا شرف و منزلت کی بلندیوں پر ہونا، شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

وحیِ الٰہی سے زبان کو حرکت دینے والے ہمارے نبی کریم ﷺ نے آیت الکرسی کے فضائل واہمیت کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ انہی میں سے چند ایک درجِ ذیل پانچ عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیے:

۱: قرآن کریم کی عظیم ترین آیت

۲: آیت الکرسی میں اسمِ اعظم

۳: اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

۴: بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظتِ الٰہی

۵: بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت کا حائل ہونا

---

[1] جس کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔

-۱-

قرآن کریم کی عظیم ترین آیت

کائنات میں کیے جانے والے کلام میں سے سب سے بلند و برتر کلام کائنات کے خالق، مالک، رازق اور اس کا نظام چلانے والے رب العالمین کا ہے۔ انہوں نے مختلف زمانوں میں اپنے کلام پر مشتمل صحیفے اور کتابیں، حضراتِ انبیاء اور رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائے۔ ان میں سب سے بڑھ کر عظمت والا قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بھی بعض سورتوں اور آیات کو اس ہی کی دیگر سورتوں اور آیات پر فوقیت عطا فرمائی۔ انہوں نے خود ہی اس کی آیات میں سے آیت الکرسی کو سب سے زیادہ منقبت اور فضیلت والا بتایا۔ امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟''

[''اے ابا منذر[1]! کیا تم جانتے ہو، کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟'']

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾[2]

انہوں نے بیان کیا:

''فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ، وَقَالَ: ''وَاللّٰهِ! لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَاالْمُنْذِرِ!''

---

[1] (أبا المنذر): حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت۔

[2] یعنی آیۃ الکرسی: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ سے لے کر ﴿وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ تک۔

''تو آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر (اپنا دستِ شفقت) مارا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اے ابومنذر تجھے یہ علم مبارک ہو!''

یہ حدیث واضح طور پر دلالت کرتی ہے، کہ آیت الکرسی قرآن کریم کی سب سے زیادہ قدر و منزلت والی آیت شریفہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان:

وہ لکھتے ہیں:

"وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ وَاحِدَةٌ تَضَمَّنَتْ مَا تَضَمَّنَتْهُ آيَةُ الْكُرْسِيِّ. وَ إِنَّمَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِي أَوَّلِ سُوْرَةِ الْحَدِيْدِ وَ آخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ عِدَّةَ آيَاتٍ ، لَا آيَةً وَّاحِدَةً." ❶

[جو کچھ آیت الکرسی میں ہے، وہ قرآن کریم کی کسی بھی دوسری ایک آیت میں نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے (آیت الکرسی میں موجود باتوں کو) سورۃ الحدید کی ابتدائی ❷ اور سورۃ الحشر کی آخری آیات میں بیان کیا ہے، لیکن وہ متعدد آیات ہیں، ایک آیت نہیں۔] ❸

---

❶ مجموع الفتاوی ۱۷/ ۱۳۰.

❷ مراد پہلی آیت: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ﴾ سے لے کر چھٹی آیت: ﴿وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ تک آیات ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

❸ مراد سورت کی آخری تین آیات: ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ سے لے کر ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ تک ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

-۲-
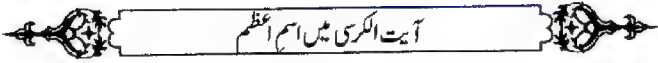
آیت الکرسی میں اسمِ اعظم

اللہ عزوجل کے بہت سے پیارے نام ہیں، جن کے ساتھ انہیں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہی بابرکت ناموں میں سے ایک اسمِ اعظم (سب سے بڑا نام) ہے، کہ جب اُن کے حضور اُس کے ساتھ سوال پیش کیا جائے، تو وہ عطا فرماتے ہیں۔ اُس کے ساتھ فریاد کی جائے، تو وہ دعا شرفِ قبولیت پاتی ہے۔ وہ اسمِ اعظم قرآن کریم کی متعدد آیات میں موجود ہے، انہی میں سے ایک آیت الکرسی ہے۔

دلیل:

امام حاکم نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے، اور انہوں نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اسْمَ اللّٰهِ الْأَعْظَمَ لَفِيْ ثَلَاثِ سُوَرٍ فِي الْقُرْآنِ : فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، وَطٰهٰ."

فَالْتَمَسْتُهَا، فَوَجَدْتُّ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ: آيَةَ الْكُرْسِيِّ:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾،

وَفِيْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ: ﴿الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾

وَفِيْ سُوْرَةِ طٰهٰ: ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾" [1]

---

[1] المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء، ۱/۵۰۶. اسے حضراتِ ائمہ ابن معین، ابن ماجہ، الطحاوی، الفریابی اور ابوعبداللہ القرشی نے روایت کیا ہے، اور شیخ البانی نے اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۷۴۶، ۲/۳۸۲۔ ۳۸۳). نیز دیکھئے: سنن ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب اسم الله الأعظم، رقم الحديث ۳۸۵۶، ص ۶۲۶. شیخ عصام نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش سنن ابن ماجه ص ۶۲۶).
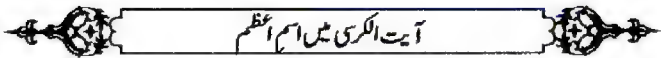
"بلا شک وشبہ اللہ عزوجل کا اسم اعظم قرآن کریم کی تین سورتوں میں ہے:
سورۃ البقرۃ، آل عمران اور طٰہٰ میں۔"

(راوی نے بیان کیا)❶: میں نے اسے تلاش کیا، تو سورۃ البقرہ کی آیت الکرسی [کے جملے] ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾،
سورۃ آل عمران [کی آیت] ﴿الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾
اور سورۃ طٰہٰ [کی آیت] ﴿وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ میں پایا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے:

ان کی رائے میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم [اَلْحَيّ] ہے، اور اسی بنا پر قرآن کریم کی عظیم ترین آیت: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ ہے۔❷

امام ابن قیم کا بیان:

ان کی رائے میں اسم اعظم [اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ] ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اِسْمُ الْإِلٰـهِ الْأَعْظَمُ اشْتَمَلَا عَلَى اسْـ
ـمِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ مُقْتَرِنَانِ
فَالْكُلُّ مَرْجِعُهَا إِلَى الْاِسْمَيْنِ يَدْ
رِيْ ذَاكَ ذُوْ بَصَرٍ بِهٰذَا الشَّأْنِ." ❸

[الإلٰــه (یعنی اللہ تعالیٰ) کا اسم اعظم دو باہم ملے ہوئے (مبارک) ناموں [اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ] پر مشتمل ہے۔
تمام اسمائے (مبارکہ) انہی دو (مبارک) ناموں کی طرف لوٹتے ہیں۔

---

❶ یہ راوی: قاسم بن عبدالرحمٰن ہیں۔ (ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة ۲/ ۳۸۳).

❷ ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی ۱۸/ ۳۱۱.

❸ القصيدة النونية، رقمي البيتين ۵۴۳، ۵۴۴، ۱/ ۳۳۹. نیز ملاحظہ ہو: شرح الشيخ العثيمين ۱/ ۳۴۰؛ و تعليق الشيخ محمد خليل هرّاس ۱/ ۳۳۹۔۳۴۰.

اس سلسلے میں صاحبِ بصیرت اس (حقیقت) سے آگاہ ہے۔]

لہٰذا جو بھی اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ دعا کرنا چاہے، تاکہ اس کی دعا شرفِ قبولیت پائے، وہ آیت الکرسی کے اس جملے: [اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ] کے ساتھ اپنی فریاد مولائے رحمٰن ورحیم کے حضور پیش کرے۔

اے ہمارے حي وقیوم رب! ہمیں اپنے اسمِ اعظم کے ساتھ اپنے حضور التجائیں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائیے اور پھر ہماری فریادوں کو قبول فرمائیے۔ إِنَّكَ سَمِیْعٌ مُّجِیْبٌ.

-۳-

اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

شیطان ہمہ وقت لوگوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر شفقت فرمانے والے ہیں۔ انہوں نے اپنے بندوں کو شیطان کے مقابلے میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا، بلکہ انہیں متعدد ایسی باتیں عطا فرمائی ہیں، کہ وہ ان کے ساتھ شیطان کے شرور وفتن سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ انہی باتوں میں سے ایک آیت الکرسی کا پڑھنا ہے۔

دلائل:

ہمارے نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث شریفہ میں امت کو اس بات سے آگاہ فرمایا ہے، کہ آیت الکرسی پڑھنے سے وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ انہی میں سے تین ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکاۃِ رمضان [1] کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی۔ [رات میں] ایک شخص میرے پاس آیا، اور غلّے میں سے مٹھیاں بھر بھر کر اٹھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا:

"وَاللّٰهِ! لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ."

"اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے رُوبرو پیش کروں گا۔"

[1] (زکاۃِ رمضان): صدقۃ الفطر کا جمع شدہ اناج۔
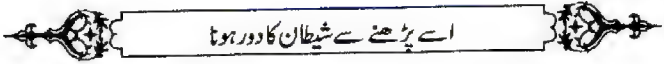
اس نے کہا:

"إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ."

''میں محتاج ہوں، میرے ذمے کنبے کی کفالت ہے، اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔''

انہوں [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ''میں نے اسے چھوڑ دیا۔''

صبح ہوئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟"

''اے ابوہریرہ! گزشتہ شب تمہارے قیدی نے کیا کیا؟''

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - ﷺ -! شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَّعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ."

''یا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔! اس نے شدید تنگ دستی، اور بال بچوں کا رونا رویا، تو مجھے اس پر ترس آ گیا، اور میں نے اسے جانے دیا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ."

''اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا ہے، اور وہ دوبارہ ضرور آئے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھے یقین ہو گیا، کہ وہ ضرور آئے گا، اسی لیے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ وہ آیا، اور غلّے میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا:

"لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ."

''میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔''

اس نے کہا:

"دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لَآ أَعُودُ."

''مجھے چھوڑ دو، یقیناً میں محتاج ہوں، بال بچوں کا بوجھ میرے سَر پر ہے،
میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔''

مجھے اس پر رحم آ گیا، اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ دن طلوع ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

"يَآ أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟"

''اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟''

میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - ﷺ - شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ."

''اے اللہ کے رسول۔ ﷺ۔! اس نے شدید تنگی اور بال بچوں کا رونا رویا، تو مجھے اس پر ترس آ گیا، اور میں نے اسے جانے دیا۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"أَمَآ إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ."

''یقیناً اس نے تمہارے ساتھ جھوٹ بولا ہے، اور وہ پھر ضرور آئے گا۔''

میں تیسری مرتبہ اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ وہ آیا، اور اناج میں سے چلّو بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا:

"لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. وَهٰذَآ آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ، إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ."

''میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کروں گا۔ تیرا یہ تیسری
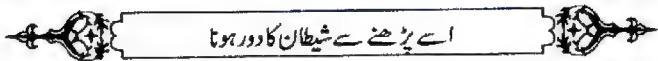
بار آنا، آخری موقع ہے۔ تم نہ آنے کا جھانسہ دیتے رہتے ہو، لیکن پھر پلٹ آتے ہو۔"

اس نے کہا:

"دَعْنِي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ ، يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا ."

"مجھے چھوڑ دو، میں تجھے (چند) ایسے کلمات سکھاتا ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دیں گے۔"

میں نے پوچھا:

"مَا هُنَّ؟"

"وہ [کلمات] کیا ہیں؟"

اس نے کہا:

"إِذَآ أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ: ﴿اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾، حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ ، حَتّٰى تُصْبِحَ ."

"جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو، تو آیت الکرسی [اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ] پوری پڑھ لیا کرو۔ [ایسا کرنے سے] تم پر یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ رہے گا، اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں پھٹکے گا۔"

"(یہ بات سن کر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔"

صبح ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

"مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟"

"گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟"

میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - ﷺ -! زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ، يَنْفَعُنِيْ اللّٰهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ."

''اے اللہ تعالیٰ کے رسول۔ ﷺ۔! اس نے یقین دلایا، کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا، جن کے سبب اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائیں گے، تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔''

آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا:

"مَا هِيَ؟"

''وہ [کلمات] کیا ہیں؟''

میں نے عرض کیا: ''اس نے مجھے کہا:

"إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ: "﴿اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾."

''جب بھی اپنے بستر کی طرف جاؤ، تو آیت الکرسی [اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ] آغاز سے لے کر آخر تک پڑھو۔''

اور اس نے مجھے (یہ بھی) کہا:

"لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ."

''[ایسا کرنے سے] تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا، اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔''

اور وہ [ابوہریرہ اور دیگر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم] خیر کی سب سے زیادہ خواہش رکھنے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أَمَآ إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ.
تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلَاثِ لِيَالٍ يَآ أَبَا هُرَيْرَةَ؟"

"وہ تو جھوٹا ہے، لیکن یقیناً وہ تم سے سچ بات کہہ گیا ہے۔
اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو، کہ تم تین رات سے کس سے گفتگو کر رہے ہو؟"

انہوں نے عرض کیا:

"لَا."

"نہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ذَاكَ شَيْطَانٌ." ❶

"وہ شیطان تھا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان:

اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وَلِهٰذَآ إِذَا قَرَأَهَا الْإِنْسَانُ عِنْدَ الْأَحْوَالِ الشَّيْطَانِيَّةِ بِصِدْقٍ أَبْطَلَتْهَا مِثْلُ مَنْ يَدْخُلُ النَّارَ بِحَالٍ شَيْطَانِيٍّ أَوْ يَحْضُرُ سَمَاعَ الْمُكَآءِ وَالتَّصْدِيَةِ ، فَتَتَنَزَّلُ عَلَيْهِ الشَّيَاطِيْنُ ، وَتَتَكَلَّمُ عَلٰى لِسَانِهِ كَلَامًا لَا يَعْلَمُ ، وَرُبَمَا لَا يَفْقَهُ." ❷

"اسی [حدیث کی] بنا پر شیطانی مکر وفریب والے کاموں کے وقت کسی

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الوكالة، باب إذا وكّل رجلا، فترك الوكيل شيئًا، فأجازه الموكّل فهو جائز، ......، رقم الحديث ٢٣١١، ٤/ ٤٨٧.

❷ مجموع الفتاوىٰ ١١/ ٢٨٦.

انسان کا سچے دل سے آیت الکرسی کا پڑھنا، ان کاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص شیطانی دجل وفریب سے آگ میں داخل ہو یا ایسی محفل میں حاضر ہو، جہاں سیٹیاں اور تالیاں سننے پر شیاطین اتر آئیں اور اس کی زبان سے ایسی گفتگو کرنا شروع کردیں، جسے وہ جانتا بھی نہ ہو، بلکہ بسا اوقات سمجھتا بھی نہ ہو۔'' (ایسے مواقع پر آیت الکرسی کا پڑھنا، ان حرکات کے جھوٹ اور مکر وفریب کو ظاہر کردیتا ہے)۔

علامہ عینی کا قول:

انہوں نے تحریر کیا ہے:

''وَفِيْهِ فَضْلُ آيَةِ الْكُرْسِيِّ.''[1]

''اس میں آیت الکرسی کی فضیلت ہے۔''

ب: امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''بے شک ان کے ہاں [گھر میں] ایک طاق تھا، جس میں کھجوریں تھیں۔ ایک جنّی وہاں آکر، اس سے کچھ اٹھا کر، لے جایا کرتی تھی۔ اس بارے میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت پیش کی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اِذْهَبْ، إِذَا رَأَيْتَهَا، فَقُلْ:

''بِسْمِ اللّٰهِ، أَجِيْبِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ.''

''جائیے، جب تم اسے دیکھو، تو کہو:

''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو جاؤ۔''

---

[1] عمدة القاري ۱۲/۱۴۸. نیز دیکھئے: فتح الباري ۴/۴۸۹.

انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں نے اسے پکڑ لیا، تو اس نے قسم کھائی، کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔ اس پر انہوں نے اسے چھوڑ دیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا:

"مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ؟"

"تمہارے قیدی نے کیا کیا؟"

انہوں نے جواب دیا:

حَلَفَتْ أَنْ لَا تَعُوْدَ."

"اس نے قسم کھائی، کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"كَذَبَتْ، وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ."

"اس نے جھوٹ بولا ہے، اور جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔"

انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں نے اسے دوبارہ پکڑ لیا، تو اس نے دوبارہ نہ آنے کی قسم کھائی، تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا:

"مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ؟"

"تمہارے قیدی نے کیا کیا؟"

انہوں نے عرض کیا:

فَحَلَفَتْ أَنْ لَا تَعُوْدَ."

"اس نے واپس نہ آنے کی قسم کھائی ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"كَذَبَتْ، وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ."

''اس نے جھوٹ بولا ہے، اور دروغ گوئی اس کا شیوہ ہے۔''

انہوں نے اسے پھر پکڑ لیا، اور کہا:

"مَآ أَنَا بِتَارِكِكَ حَتّٰى أَذْهَبَ بِكِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ."

''اب میں تمہیں نبی کریم ﷺ کے رُوبرو پیش کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔''

وہ کہنے لگی:

"إِنِّي ذَاكِرَةٌ لَّكَ شَيْئًا: آيَةَ الْكُرْسِيِّ اِقْرَأْهَا فِي بَيْتِكَ، فَلَا يَقْرُبْكَ شَيْطَانٌ وَّلَا غَيْرُهُ."

''میں تمہیں ایک چیز بتلاتی ہوں: اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھا کرو، شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا، اور نہ ہی کوئی اور [ضرر رساں] چیز۔''

وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا:

"مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟"

''تمہارے قیدی نے کیا کیا؟''

انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں (یعنی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ) نے آنحضرت ﷺ کو، اس جنّنی کی کہی ہوئی بات بتلائی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"صَدَقَتْ، وَهِيَ كَذُوبٌ."[1]

---

[1] الفتح الربانی لترتيب مسند الإمام أحمد، كتاب فضائل القرآن وتفسيره وأسباب نزوله، باب ما جاء في فضل آية الكرسي، رقم الحديث ١٩٩، ١٨/ ٩٣-٩٤؛ وجامع الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء في سورة البقرة وآية الكرسي، رقم الحديث ٣٠٤٠، ٨/١٤٨-١٥٠. الفاظِ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن غریب] کہا ہے، حافظ منذری نے نقد کے بغیر اُن کے [حسن] کہنے کو نقل کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٨/١٥٠؛ والترغيب والترهيب ٢/٣٧٤؛ وصحيح سنن الترمذي ٣/٤).

''اس نے سچ بولا ہے، حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔''

ج: حضراتِ ائمہ نسائی، ابن حبان، طبرانی، حاکم اور بغوی نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ (انہوں نے بیان کیا، کہ)

''یقیناً وہ ایک جگہ کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ انہوں نے دیکھا، کہ کھجوریں کم ہو رہی ہیں، تو انہوں نے ایک رات جاگ کر ان [کھجوروں] کی حفاظت کی۔ یکا یک انہوں نے اپنے روبرو ایک جوان لڑکے کی شکل کا شخص دیکھا۔ اُس نے انہیں سلام کہا۔ انہوں نے اُسے سلام کا جواب دیا اور پوچھا:

''أَجِنِّيٌّ أَمْ إِنْسِيٌّ؟''

''کیا جن ہو یا انسان؟''

اس نے جواب دیا:

''بَلْ جِنِّيٌّ .''

''بلکہ جنوں میں سے ہوں۔''

انہوں نے کہا:

''أَرِنِي يَدَكَ .''

''اپنا ہاتھ دکھاؤ۔''

اس نے اپنا ہاتھ دکھایا، تو وہ کتے کا ہاتھ [یعنی اس کی مانند] تھا، اور کتے ایسے بال تھے، اس پر انہوں نے پوچھا:

''هٰكَذَا خُلِقَ الْجِنُّ؟''

''کیا جن اسی طرح تخلیق کیے گئے ہیں؟''

اس نے کہا:

"لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنُّ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ رَجُلٌ أَشَدَّ مِنِّي."

"[تمام] جن جانتے ہیں، کہ مجھ ایسا طاقت ور شخص ان میں کوئی نہیں ہے۔"

انہوں نے پوچھا:

"مَا جَآءَ بِكَ؟"

"تمہیں [یہاں] کون سی چیز لائی ہے؟"

اس نے کہا:

"أُنْبِئْنَا أَنَّكَ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ ، فَجِئْنَا نُصِيبُ مِنْ طَعَامِكَ."

"ہمیں بتلایا گیا، کہ آپ صدقہ [کرنا] پسند کرتے ہیں، اسی لیے ہم آپ کے غلے میں سے اپنا حصہ لینے آئے ہیں۔"

انہوں نے پوچھا:

"مَا يُجِيرُنَا مِنْكُمْ؟"

"ہمیں تم سے کون سی چیز محفوظ رکھتی ہے؟"

اس نے پوچھا:

"تَقْرَأُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ: ﴿اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾؟"

"(کیا) آپ آیت الکرسی: [اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ]، جو کہ سورۃ بقرہ میں ہے، پڑھتے ہیں؟"

انہوں نے فرمایا:

"نَعَمْ."

"ہاں۔"

اس نے کہا:
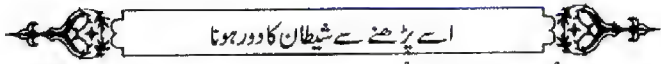
"إِذَا قَرَأْتَهَا غُدْوَةً، أُجِرْتَ مِنَّا حَتَّى تُمْسِيَ، وَإِذَا قَرَأْتَهَا حِينَ تُمْسِيْ، أُجِرْتَ مِنَّا حَتَّى تُصْبِحَ."

''اگر تم اسے صبح پڑھو گے، تو شام تک ہم سے محفوظ رکھے جاؤ گے، اور اگر تم اسے شام کو پڑھو گے، تو صبح تک ہم سے محفوظ رکھے جاؤ گے۔''

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس بات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صَدَقَ الْخَبِيْثُ."[1]

''خبیث نے سچ بات کہی ہے۔''

امام ابن حبان کا حدیث پر تحریر کردہ عنوان:

وہ لکھتے ہیں:

[ذِكْرُ الْاِحْتِرَازِ مِنَ الشَّيْطَانِ ...... نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُمْ ...... بِقِرَاءَةِ آيَةِ الْكُرْسِيِّ.][2]

---

[1] كتاب السنن الكبرىٰ، الجزء الثالث من كتاب عمل اليوم والليلة، ذكر ما يجير من الجن والشيطان......، رقم الحديث ١٠٧٩٧/ ٦،٢/ ٢٣٩؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم الحديث ٧٨٤، ٣/٦٣ـ ٦٤؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب فضائل القرآن، ١/٥٦٢؛ وشرح السنة، كتاب فضائل القرآن، باب فضل آية الكرسي والآيتين من آخر سورة البقرة، رقم الحديث ١١٩٧، ٤/٤٦٢ـ ٤٦٣؛ ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا أصبح وإذا أمسىٰ، ١٠/١١٧ـ ١١٨. الفاظِ حدیث المستدرک کے ہیں۔ امام حاکم نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں، کہ اسے (امام) طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے [راویان ثقہ] ہیں، شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك ١/٥٦٢؛ والتلخيص ١/٥٦٢؛ ومجمع الزوائد ١٠/١١٨؛ وهامش الإحسان ٣/٦٤).

[2] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب قرآءة القرآن، ٣/ ٦٣ـ ٦٤.
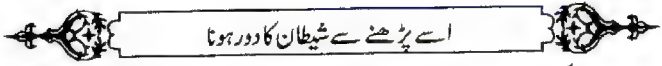
[آیت الکرسی پڑھنے سے شیطانوں — ہم ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں — سے بچنے کا بیان]

تینوں احادیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں:

۱: بستر پر لیٹتے وقت آیت الکرسی پڑھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر کیا جاتا ہے، اور صبح ہونے تک شیطان اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ یہ بات پہلی حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

۲: جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے، وہاں سے شیطان اور ہر نقصان پہنچانے والی چیز دور ہو جاتی ہے۔ یہ بات دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

۳: صبح کے وقت آیت الکرسی پڑھنے والا شام تک، اور شام کے وقت اسے پڑھنے والا صبح تک شیطان کے شر ور فتن سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ بات تیسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ جو شخص یہ پسند کرے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان اس کی حفاظت کے لیے متعین کیا جائے، شیطان اور دیگر ضرر رساں چیزیں اس کے گھر سے دور ہو جائیں، اور وہ شیطانوں کے شر ور فتن سے پناہِ الٰہی میں آ جائے، تو وہ بستر پر لیٹتے وقت اور صبح و شام آیت الکرسی اہتمام اور پابندی سے پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ۔

-۴-
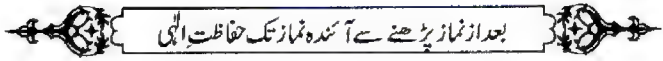
بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظتِ الٰہی

آیت الکرسی کے فضائل میں سے ایک یہ ہے، کہ فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والا، آئندہ نماز تک، اللہ تعالیٰ کی سپرداری میں آجاتا ہے۔

دلیل:

امام طبرانی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ، كَانَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ إِلَى الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى." [1]

"جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔"

یہ ذمہ داری کس قدر قوی، مضبوط، پختہ اور قابلِ اعتماد ہے!

اس کے ضامن ساری کائنات کے تنہا خالق، بلا شرکت غیرے مالک اور نظام چلانے والے قادر و مقتدر ربِّ قدوس ہیں۔

---

[1] منقول از: الترغيب والترهيب، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في آيات وأذكار بعد الصلوات المكتوبات، رقم الحديث ۷، ۲/ ٤٥٣. حافظ منذری اور حافظ ہیثمی، دونوں نے، اس کے متعلق تحریر کیا ہے، کہ اسے امام طبرانی نے [سندِ حسن] کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/ ٤٥٣؛ ومجمع الزوائد ۱۰/ ۱۰۲).
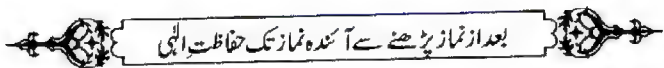
یہ ذمہ داری اللہ عزوجل کی ہے، کہ جس کے وہ دوست ہو جائیں، تو اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا، اور جس کے وہ دشمن ہو جائیں، تو وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا (إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ). ❶

یہ سپرداری تو اس اللہ مالک کی ہے، کہ جس کی وہ مدد اور نصرت کریں، اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اور جسے وہ چھوڑ دیں، تو اس کی کوئی اعانت نہیں کرسکتا۔

﴿إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ م بَعْدِهٖ﴾ ❷

اس ذمہ داری اور بلند مرتبت سپرداری کے چاہنے والوں پر لازم ہے، کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی باقاعدگی اور اہتمام و توجہ سے پڑھیں۔

ربِ کریم! ہمیں اور ہماری نسلوں کو تاحیات اس کی توفیق عطا فرماتے رہیے۔ إِنَّكَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

❋❋❋❋

---

❶ یہ الفاظِ مبارکہ اس دعائے قنوت کا حصہ ہیں، جو کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھلائے۔ [ترجمہ: یقیناً وہ شخص ذلیل نہیں ہوتا، جس کے آپ (یعنی اللہ تعالیٰ) دوست ہو جائیں اور وہ عزت نہیں پاتا، جس کے آپ دشمن ہو جائیں۔] ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، تفريع أبواب الوتر، باب القنوت في الوتر، رقم الحديث ١٤٢٢، ٤/٢١١ـ٢١٢؛ و جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في القنوت في الوتر، رقم الحديث ٤٦٣، ٢/٤٦٠. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/ ٢٦٧).

❷ سورة آل عمران / جزء من رقم الآية ١٦٠. [ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں، تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیں، تو اس کے بعد کون ہے، جو تمہاری مدد کرے گا؟]

-۵-

بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت کا حائل ہونا

آیت الکرسی کے فضائل میں سے ایک یہ ہے، کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے اور جنت میں داخلے کے درمیان صرف موت کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

دلیل:

حضراتِ ائمہ نسائی، ابن حبان، طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ.''[1]

---

[1] كتاب السنن الكبرى، كتاب عمل اليوم والليلة، ثواب من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة، رقم الحديث ۹۹۲۸/ ۱، ۶/ ۳۰؛ والترغيب والترهيب، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في آيات وأذكار بعد الصلوات المكتوبات، رقم الحديث ۶، ۲/ ۴۵۳؛ ومجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب ما جاء في الأذكار عقب الصلاة، ۱۰/ ۱۰۲.

حافظ منذری لکھتے ہیں: ''اسے نسائی اور طبرانی نے کئی ایک سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، جن میں سے ایک سند [صحیح] ہے۔ ہمارے شیخ ابوالحسن نے بیان کیا، کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے، اور ابن حبان نے اسے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے، اور اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔'' (الترغيب والترهيب ۲/ ۴۵۳).

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ''اسے نسائی اور ابن حبان نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس کی سند کو [صحیح] قرار دیا ہے۔'' (منقول از: هامش تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري ۱/ ۱۶۰/ ۱۶۱).

حافظ سیوطی رقم طراز ہیں: ''اسے نسائی، ابن حبان اور دارقطنی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔'' (الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير القاضي البيضاوي ۱/ ۳۱۰).

''جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی۔''

شرحِ حدیث:

علامہ طیبی کا بیان:

"لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ، أَيْ: اَلْمَوْتُ حَاجِزٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا تَحَقَّقَ وَانْقَضٰى حَصَلَ دُخُوْلُهُ." ❶

''اس کے اور جنت کے داخلے کے درمیان صرف موت رکاوٹ ہوتی ہے۔پس جب وہ آ جائے اور وہ فوت ہو جائے، تو اس کا جنت میں داخلہ ہو جاتا ہے۔''

ملا علی قاری کا بیان:

انہوں نے اس کا ایک اور معنٰی بیان کیا ہے:

"أَيْ أَنَّهُ لَا يَمْنَعُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ اَلْبَتَّةَ، فَإِنَّ الْمَوْتَ لَيْسَ بِمَانِعٍ مِنْ دَخُوْلِ الْجَنَّةِ، بَلْ قَدْ يَكُوْنُ مُوْجِبًا لِدُخُوْلِهَا، فَهُوَ مِنْ قَبِيْلِ:

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوْفَهُمْ...... البيت.

وَهٰذَا لَيْسَ بِعَيْبٍ، فَلَا عَيْبَ فِيهِمْ أَصْلًا، فَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ تَأْكِيْدِ الْمَدْحِ بِمَا يُشْبِهُ الذَّمَّ.

وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ﴾

أَيْ: مَا كَرِهُوْا وَعَابُوْا ﴿إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ﴾." ❷

''یعنی جنت میں داخل ہونے میں بلا شک و شبہ قطعاً کوئی چیز حائل نہیں

❶ نقلا عن مرقاة المفاتيح ٣/٥٦.

❷ المرجع السابق ٣/٥٦ـ ٥٧.

رہتی۔ جہاں تک موت کا تعلق ہے، تو وہ جنت کے داخلے میں رکاوٹ نہیں، بلکہ وہ تو بسا اوقات داخلے کا سبب ہے۔ اور یہ بات اسی طرح ہوئی، جیسے ایک شاعر نے کہا ہے:

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ...... البيت . [1]

[ترجمہ: اور ان میں اس بات کے سوا کوئی عیب نہیں، کہ ان کی تلواروں میں مختلف گروہوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی بنا پر دندانے پڑے ہوئے ہیں۔]

اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔

(شاعر کا مقصود یہ ہے کہ) ان میں کوئی عیب نہیں۔ [2] یہ [تاکید المدح بما يشبه الذم] کے باب میں سے ہے (یعنی ایسے انداز میں بات کہنا، کہ بظاہر اس میں مذمت معلوم ہو، لیکن حقیقت میں اس سے مدح کی تاکید ہو۔)

اسی قسم کا اسلوب ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ﴾ انہوں نے انہیں ناپسندیدہ اور قابلِ عیب نہیں ٹھہرایا ﴿إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ﴾ [3] سوائے اس سبب کے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے۔ [4]

---

[1] مکمل شعر اس طرح ہے:

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ
بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

[2] شاعر کے خیال کے مطابق۔

[3] سورة البروج / جزء من رقم الآية ٨۔

[4] اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا، ناپسند کرنے اور قابلِ عیب ہونے کا سبب، تو نہیں۔ مقصود یہ ہے، کہ انہوں نے، کسی ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت بات کے بغیر ہی، ان کے ساتھ دشمنی کی۔

سبحان اللہ! یہ عمل کس قدر آسان ہے، اور اس کا ثواب کتنا عظیم ہے! کیا کسی انسان کے وہم وخیال میں بھی اس سے اعلیٰ اور افضل ثواب کا تصور آ سکتا ہے؟

رب کعبہ کی قسم! جنت میں داخل ہونا ہی حقیقی کامیابی ہے۔

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [1]

[پس جو شخص آگ سے ہٹایا گیا، اور جنت میں داخل کیا گیا، اس نے مراد پائی، اور دنیا کی زندگی تو دغا کی پونجی ہے اور کچھ نہیں۔]

خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ نعمتوں والی جنتوں میں داخلے کے خواہش مند، ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا اہتمام کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو، کہ شیطان انہیں اس عظیم خیر سے محروم کر دے۔

[1] سورة آل عمران / الآية ١٨٥.

مبحث دوم

آیت الکرسی کی تفسیر

تمہید:

بعض حضرات مفسرین نے تحریر کیا ہے، کہ آیت الکرسی دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے۔[1] انہی دس جملوں کے ضمن میں توفیقِ الٰہی سے اس کی تفسیر کی جا رہی ہے، جس کا خاکہ حسبِ ذیل ہے:

۱: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

۲: ﴿اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ کی تفسیر

۳: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر

۴: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

۵: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ کی تفسیر

۶: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

۷: ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ کی تفسیر

۸: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کی تفسیر

۹: ﴿وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ کی تفسیر

۱۰: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ کی تفسیر

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۰؛ وأیسر التفاسیر ۱/۲۰۳.

-۱-
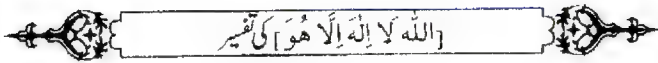
﴿اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کا معنٰی

ب: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا قرآن کریم میں تکرار

ج: اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید کی گواہی دینا

د: ایمان کی بلندترین شاخ

ہ: اخلاص سے کہے ہوئے کلمۂ توحید کا عرش تک پہنچنا

و: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر ہونا

ز: توحید کا دنیوی سیادت وقیادت کا سبب ہونا

ح: دعوتِ توحید میں کسی لچک کا نہ ہونا

ط: توحید کے بغیر اعمال کا برباد ہونا

ی: بوقتِ موت کہنے سے غم کا چھٹنا اور رنگ کا چمکنا

ک: بوقتِ موت کہنے والے کا جنت میں داخلہ

ل: توحید پر فوت ہونے والے کا جنت میں داخلہ

م: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کی گواہی دینے والے کا دوزخ کی آگ پر حرام ہونا

ن: اخلاص سے کہنے والے کا شفاعتِ نبوی ﷺ سے سب سے زیادہ فیض یاب ہونا

س: تمام انبیاء پر نازل کردہ شریعتوں اور ان کی دعوت کی اساس

ع: دعوتِ توحید کے لیے اہتمامِ مصطفوی ﷺ

ف: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعوت توحید کے لیے اہتمام

ا: جملے کا معنیٰ

اس جملے میں نفی اور اثبات ہے۔ نفی اس بات کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق ہو اور اثبات اس بات کا ہے، کہ ہر قسم کی الوہیت و عبودیت کے حق دار صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔

چھ علماء کے بیانات:

i: امام طبری لکھتے ہیں: ﴿ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ﴾ کا معنیٰ یہ ہے:

"اَلنَّهْيُ عَنْ أَنْ يُّعْبَدَ شَيْءٌ غَيْرُ اللّٰهِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِيْ صِفَتُهُ مَا وَصَفَهُ نَفْسَهُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ." ❶

''اس آیت میں اپنی بیان کردہ صفات والے اللہ حی و قیوم کے علاوہ کسی بھی چیز کی عبادت کی ممانعت ہے۔''

ii: حافظ ابن کثیر نے قلم بند کیا ہے:

"إِخْبَارٌ بِأَنَّهُ الْمُتَفَرِّدُ بِالْإِلٰهِيَّةِ لِجَمِيْعِ الْخَلَائِقِ." ❷

''(اس بات کی) کی خبر ہے، کہ وہ تمام مخلوقات کے لیے تنہا الوہیت والے ہیں۔''

iii: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے:

"وَالْمَعْنٰى أَنَّهُ الْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَةِ لَا غَيْرُ." ❸

''معنیٰ یہ ہے، کہ وہی عبادت کے مستحق ہیں اور کوئی نہیں۔''

iv: قاضی ابوسعود رقم طراز ہیں:

---

❶ تفسير الطبري ٥/٣٨٦.

❷ تفسير ابن كثير ١/٣٣٠.

❸ تفسير البيضاوي ١/١٣٤.
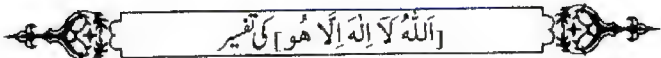
"أَيْ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ لِلْعُبُوْدِيَّةِ لا غَيْرُ." ❶

"یعنی وہ ہی عبادت کے حق دار ہیں اور کوئی نہیں۔"

v: شیخ عبدالرحمٰن سعدی نے لکھا ہے:

"فَأَخْبَرَ أَنَّهُ [اللّٰهُ] الَّذِي لَهُ جَمِيْعُ مَعَانِي الْأُلُوْهِيَّةِ، وَ أَنَّهُ لا يَسْتَحِقُّ الْأُلُوْهِيَّةَ وَالْعُبُوْدِيَّةَ إِلَّا هُوَ: فَأُلُوْهِيَّةُ غَيْرِهِ وَعُبُوْدِيَّةُ غَيْرِهِ بَاطِلَةٌ." ❷

"انہوں نے خبر دی ہے، کہ بلاشبہ [اللہ سبحانہ وتعالیٰ] ہی کے لیے الوہیت کے تمام معانی ہیں اور یقیناً ان کے علاوہ کوئی بھی الوہیت وعبودیت کا حق دار نہیں۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کی الوہیت وعبودیت باطل ہے۔"

vi: شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ [لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ] کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ مَعْلُوْمٌ أَنَّ الإِثْبَاتَ بَعْدَ النَّفْيِ أَعْظَمُ دَلَالَةً فِي الْإِثْبَاتِ مِنْ إِثْبَاتٍ مُجَرَّدٍ بِلا نَفْيٍ، وَلِهٰذَا صَارَ قَوْلُ ﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ أَبْلَغُ فِي الْإِثْبَاتِ مِنْ قَوْلِ: ﴿اَللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾.

جَاءَتْ [لَا] نَافِيَةً، وَ جَاءَتْ [إِلَّا] مُثْبِتَةً لِيَكُوْنَ ثَمَّ حَصْرٌ وَّقَصْرٌ فِيْ اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ دُوْنَ غَيْرِهِ. ❸

(یہ بات) معلوم ہے، کہ [نفی] کے بعد [اثبات]، [نفی] کے بغیر

---

❶ تفسير أبي السعود ١/٢٤٧.

❷ تيسير الكريم الرحمٰن ١/٢٠٢. ط: جدہ. نیز ملاحظہ ہو: فتح القدير ١/٤١٠؛ وفتح البيان ١/٤٢٠؛ وأيسر التفاسير ١/٢٠٣.

❸ اللآلىء البهية في شرح العقيدة الواسطية ١/ ٤٢ باختصار.

[اثبات] سے زیادہ زوردار ہوتا ہے۔ اسی لیے [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] (اللہ تعالیٰ کی الوہیت ومعبودیت کے) ثابت کرنے میں [اَللّٰهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ] سے زیادہ زوردار ہے۔

[لَا] (ہر قسم کے معبود کی) نفی کے لیے آیا ہے اور [إِلَّا] (اللہ تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی الوہیت وعبودیت) ثابت کرنے کی غرض سے آیا ہے، تاکہ ہر کسی کے سوا صرف اللہ تعالیٰ کے عبادت کا مستحق ہونے کا حصر وقصر (واضح) ہو جائے۔]

گفتگو کا ماحاصل یہ ہے، کہ اس جملے کا معنیٰ یہ ہے، کہ بلاشک وشبہ اللہ جل جلالہ ہر قسم کی عبودیت کے یکتا، منفرد اور تنہا حق رکھنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کی بھی، چاہے وہ کوئی بھی ہو، کسی بھی قسم کی عبادت نہ کی جائے۔ ان کے سوا کسی کے لیے نہ قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر ونیاز۔ یہ سب کچھ صرف انہی کے لیے ہے۔ سکھ چین اور تکلیف، یُسر وعُسر، فرح وغم، غرضیکہ سب حالات میں، ان کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے۔ مدد، نصرت اور اعانت انہی سے طلب کی جائے۔ طواف صرف انہی کے بیت عتیق کا کیا جائے، قسم صرف انہی کی قسم کھائی جائے۔ کائنات میں بلند وبرتر، غیر مشروط حاکمیت، انہی کی تسلیم کی جائے۔ کسی بھی قسم کی عبادت میں ان کا کوئی مثیل، نظیر، ثانی، شبیہ، ہمسر، ساجھی، شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔

ب: (لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ) کا قرآن کریم میں تکرار

اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی کے پہلے جملے کو درج ذیل سات آیات میں بھی ذکر فرمایا ہے:

i: ﴿الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ [1]

[1] سورة آل عمران / الآية ١، ٢.

["اَلـم اللہ تعالیٰ ہی ہیں (کہ) ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (ہمیشہ) زندہ از خود قائم اور ہر چیز کو قائم رکھنے والے۔"]

ii: ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا﴾ ❶

(اللہ تعالیٰ ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یقیناً تمہیں قیامت کے دن ضرور لے جا کر جمع کریں گے، اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟)

iii: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ ❷

[پھر اگر وہ منہ موڑیں، تو کہہ دیجیے:

[مجھے کافی ہیں اللہ تعالیٰ۔ ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے انہی پر بھروسا کیا اور وہ ہی عرش عظیم کے رب ہیں۔]

iv: ﴿ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾ ❸

[اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، انہی کے لیے سب سے اچھے نام ہیں۔]

v: ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ ❹

[اللہ تعالیٰ، ان کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہ) عرشِ عظیم کے رب (ہیں)]

---

❶ سورۃ النسآء/ الآیۃ ۸۷.

❷ سورۃ التوبۃ/ الآیۃ ۱۲۹.

❸ سورۃ طٰہٰ/ الآیۃ ۸.

❹ سورۃ النمل/ الآیۃ ۲۶.
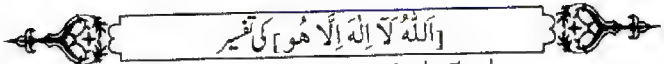
vi: ﴿وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ❶

[اور وہی اللہ تعالیٰ ہیں، جن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ انہی کے لیے دنیا و آخرت میں سب تعریف ہے اور انہی کے لیے حکم ہے اور انہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔]

vii: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ❷

[اللہ تعالیٰ، ان کے سوا کوئی معبود نہیں اور پھر لازم ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہی پر، اہلِ ایمان بھروسا کریں۔]

علاوہ ازیں چھبیس مقامات پر

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾

[ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔]

فرمایا ہے۔

رب العالمین کا کسی بات کو صرف ایک دفعہ فرمانا، اس کی صداقت، قطعیت اور اہمیت وحیثیت کو واضح کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ جب اللہ کریم نے اس بات کو آٹھ مرتبہ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کے الفاظِ مبارکہ اور چھبیس مرتبہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کے الفاظِ شریفہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے، تو پھر اس جملے کی حقانیت کتنی اٹل اور قدر و منزلت کتنی عظیم ہوگی!

مزید برآں اس جملے کے معانی کو صرف الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ قرآن کریم کے بہت زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات اس جملے میں بیان

---

❶ سورة القصص / الآية ٧٠.

❷ سورة التغابن / الآية ١٣.

کردہ عقیدے کی حیثیت واہمیت اور شان وعظمت کو اور زیادہ اُجاگر کرتی ہے۔

ج: اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید کی گواہی دینا

اس جملے میں بیان کردہ عقیدۂ توحید کی حیثیت واہمیت اور قدر ومنزلت کو اُجاگر کرنے والی ایک بات یہ بھی ہے، کہ خود اللہ رب العزت نے اس کی گواہی دی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ [1]

[اللہ تعالیٰ نے گواہی دی، کہ بے شک اُن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتوں اور علم والوں نے (بھی)، اس حال میں، کہ وہ عدل کے ساتھ تدبیر وانتظام کرنے والے ہیں، اُن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سب پر غالب، کمال حکمت والے ہیں۔]

دو مفسرین کے اقوال:

۱: امام ابن قیم رقم طراز ہیں:

اس آیتِ کریمہ میں عقیدۂ توحید کا اثبات اور ان سب گروہوں کی تردید ہے، جن کے باطل عقائد پہلے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں،

اس آیت میں سب سے جلیل القدر، سب سے بڑی عظمت والی، سب سے زیادہ عدل وانصاف والی اور سب سے سچی گواہی ہے، جو کہ سب سے بڑی شان وعظمت والے (اللہ تعالیٰ) نے، سب سے بڑی قدر ومنزلت والی بات (عقیدۂ توحید) کی دی ہے۔ [2]

---

[1] سورۃ آل عمران / الآیۃ ۱۸۔

[2] ملاحظہ ہو: بدائع التفسیر ۱/ ۲۱۷۔

۲: شیخ سعدی نے قلم بند کیا ہے:

"وَفِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَشْرَفَ الْأُمُوْرِ عِلْمُ التَّوْحِيْدِ، لِأَنَّ اللّٰهَ شَهِدَ بِهِ بِنَفْسِهِ، وَ أَشْهَدَ عَلَيْهِ خَوَاصَّ خَلْقِهِ." ❶

[''اور اس میں اس بات کی دلیل ہے، کہ بلاشبہ سب باتوں میں سے سب سے شرف و بزرگی والی بات [علمِ توحید] ہے، کیونکہ اس کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اپنی مخلوق میں سے اپنے خواص کو اس پر گواہ ٹھہرایا۔'']

تنبیہ:

آیت میں ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کے تکرار کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیتِ کریمہ میں ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے جملے کو دو دفعہ ذکر فرمایا ہے۔ قاضی ابوسعود اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"تَكْرِيْرٌ لِلتَّأْكِيْدِ وَمَزِيْدُ الْاِعْتِنَاءِ بِمَعْرِفَةِ أَدِلَّةِ التَّوْحِيْدِ." ❷

[''تاکید اور دلائلِ توحید جاننے کے لیے مزید توجہ مبذول کروانے کی خاطر (اسے) دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔'']

❶ تفسير تيسير الكريم الرحمٰن ص ١٢٥ (ط: الرسالة).

❷ تفسير أبي السعود ٢/ ١٧.

د: ایمان کی بلند ترین شاخ

دلیل:

ایمان کی ساٹھ یا ستر سے کچھ اوپر شاخوں میں سے سب سے بلند و بالا شاخ اسی جملے میں بیان کردہ [عقیدۂ توحید] ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُونَ شُعْبَةً أَوْ بِضْعٌ وَّ سِتُّونَ شُعْبَةً ❶ فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]، وَأَدْنَاهَآ إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ .'' ❷

[''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر یا ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی فضیلت والی (شاخ) [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ہے۔ اور سب سے کم رتبے والی [راستے سے اذیت کو ہٹانا] ہے اور [حیا] ایمان کی (ایک) شاخ ہے۔'']

شرح حدیث:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

❶ (بِضْعٌ وَّ سَبْعُونَ شُعْبَةً أَوْ بِضْعٌ وَ سِتُّونَ شُعْبَةً): [ستر سے کچھ اوپر یا ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں] صحيح البخاري میں (بِضْعٌ وَّ سِتُّونَ شُعْبَةً). [ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں] ہے۔ دونوں روایات درست اور ثابت شدہ ہیں۔ بعض نے کم عدد والی اور بعض نے زیادہ عدد والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے، کہ ایک جیسی خصلتوں کو اکٹھے کرنے سے تعداد کم اور جدا جدا کرنے سے گنتی بڑھ جاتی ہے۔ وَاللّٰهُ تعالى أعلم. اور (شُعْبَةٌ) سے مراد ایمان کی خصلتیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۲/ ۳-۵؛ و فتح الباري ۱/ ۵۱-۵۳).

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان، و أفضلها و أدناها ......، رقم الحديث ۵۸ - (۳۵)، ۱/ ۶۳.

" وَقَدْ نَبَّهَ ﷺ عَلٰى أَنَّ أَفْضَلَهَا التَّوْحِيْدُ الْمُتَعَيَّنُ عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ . " ❶

[" آنحضرت ﷺ نے خبردار فرمایا، کہ ان (یعنی ایمان کی شاخوں) میں سے سب سے بڑی فضیلت والی (شاخ) توحید ہے، (جو کہ) ہر ایک پر لازم ہے۔" (یعنی جس سے آراستہ و پیراستہ ہونا ہر ایک پر فرض ہے)۔]

۵: اخلاص سے کہے ہوئے کلمۂ توحید کا عرش تک پہنچنا

دلیل:

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَا قَالَ عَبْدٌ:

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]

قَطُّ مُخْلِصًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ السَّمَآءِ، حَتّٰى تُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَ الْكَبَآئِرَ . " ❷

[جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے ❸

---

❶ شرح النووي ٢/ ٤.

❷ جامع الترمذي، أحاديث شتّٰى من أبواب الدعوات، باب ، رقم الحديث ٣٨٢٤، ١٠/ ٣٦. امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١٠/ ٣٦؛ و صحيح سنن الترمذي ٣/ ١٨٤).

❸ (اخلاص سے) یعنی ریاکاری اور دکھاوے کے لیے نہ کہا جائے۔ ایمان و یقین کے ساتھ کہے، ازراہِ نفاق نہ کہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ١٠/ ٣٦).

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]

کہتا ہے، تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ (یعنی کلمۂ توحید) عرش تک پہنچ جاتا ہے۔‘‘]

و: [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]

کا سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر ہونا

امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

" أَفْضَلُ الذِّكْرِ:

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]." ❶

[سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر:

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ].

اس شان و عظمت کا سبب:

علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ کلمۂ توحید ہے اور توحید جیسی کوئی چیز نہیں۔ یہ کفر و ایمان کے

---

❶ جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء أنّ دعوة المسلم مستجابة، جزء من رقم الحديث ٣٦٠٧، ٩ / ٢٢٩؛ والسنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة، أفضل الذكر و أفضل الدعاء، جزء من رقم الحديث ١٠٥٩٩، ٩/٣٠٦، ط: مؤسسة الرسالة. الفاظِ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٩/٢٢٩۔ ٢٣٠؛ و صحيح سنن الترمذي ٣/ ١٤٠).
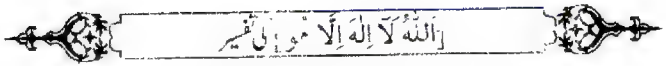
درمیان حدِ فاصل ہے۔ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ جوڑنے والا، غیر اللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا، تزکیۂ نفس میں سب سے مؤثر، باطن کی صفائی میں سب سے قوی، خیالات کو نفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دُور کرنے والا اور شیطان کو سب سے زیادہ دفع کرنے والا ہے۔ ❶

ز: توحید کا دنیوی سیادت و قیادت کا سبب ہونا

دلیل:

حضرات ائمہ احمد، ترمذی، نسائی، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''ابوطالب بیمار ہوئے، تو قریش (کے لوگ) ان کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ ﷺ (بھی) اُن کی تیمارداری کی غرض سے تشریف لائے۔ ان کے سرہانے کی جانب ایک شخص کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابوجہل اٹھا اور وہاں بیٹھ گیا۔

انہوں (قریش کے لوگوں) نے ابوطالب کے روبرو رسول اللہ ﷺ کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

''إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ يَقَعُ فِي آلِهَتِنَا.''

[''بلاشبہ آپ کے بھتیجے ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں۔'']

انہوں نے کہا:

''مَا شَأْنُ قَوْمِكَ يَشْكُونَكَ يَا ابْنَ أَخِي؟''

---

❶ ملاحظہ ہو: تحفۃ الاحوذی ۹/ ۲۰۹
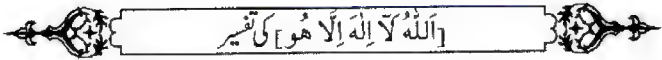
[''اے میرے بھتیجے! آپ کی قوم کا کیا ماجرا ہے، کہ وہ آپ کی شکایت کر رہے ہیں؟''] ❶

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَآ أَرَدْتُهُمْ عَلٰى كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ، تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ، وَ تُؤَدِّي إِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ."

''میں تو انہیں صرف ایک کلمہ پر لانے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس کی وجہ سے (اہلِ) عرب ان کے ماتحت ہو جائیں گے اور عجمی لوگ، اس کی بنا پر، انہیں جزیہ ادا کریں گے۔''

انہوں (یعنی ابوطالب) نے پوچھا:

"وَ مَا هِيَ؟"

[''اور وہ کیا ہے؟'']

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ."

---

❶ جامع الترمذي میں ہے: انہوں (یعنی ابوطالب) نے کہا: "كَلِمَةً وَّاحِدَةً؟" [''ایک کلمہ'']

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

"كَلِمَةٌ وَّاحِدَةٌ"

[''(جی ہاں) ایک کلمہ۔'']

آنحضرت ﷺ نے [مزید] فرمایا:

"يَا عَمِّ! قُوْلُوْا: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ."

[''اے میرے چچا! (آپ لوگ) کہو: ''کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔'']

انہوں (قریش کے لوگوں) نے کہا:

"إِلٰهًا وَّاحِدًا؟ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ."

[''ایک معبود؟ ہم نے یہ بات پچھلے دین میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔'']

(جامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن، سورة ص، جزء من رقم الحديث ۳۴۴۹، ۹/۷۲).

[''کوئی معبود نہیں، مگر اللہ تعالیٰ۔'']

وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

" أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلٰهًا وَّاحِدًا؟ "

[کیا اس (یعنی آنحضرت ﷺ) نے سب معبودوں کا ایک معبود بنا دیا ہے؟'']

انہوں (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا:

" وَنَزَلَتْ ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ [1]

''اور (یہ آیات) نازل ہوئیں (صٓ نصیحت والے قرآن کی قسم!) ارشادِ باری تعالیٰ تک: (بلاشبہ یہ تو یقیناً بہت ہی عجیب بات ہے)۔

تاریخ عالم کی شہادت:

حضراتِ صحابہ اور سلف صالحین نے عقیدۂ توحید کو دل و جان سے قبول کیا۔ اس کا اقرار و اعلان کیا۔ اسے اپنی زندگی میں جاری و ساری کیا۔ اس کی تبلیغ و اشاعت کی

---

[1] المسند، رقم الحديث ٢٠٠٨، ٣/ ٣١٤_٣١٥ (ط: مصر)؛ و جامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن، سورة ص، جزء من رقم الحديث ٣٤٤٩، ٩/ ٧١_ ٧٣؛ و السنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب التفسير، سورة ص، رقم الحديث ١١٣٧٢، ١٠/ ٢٣٣_ ٢٣٤ (ط: مؤسسة الرسالة)؛ و مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث ٢٥٦_ (٢٥٨٣)، ٤/ ٤٥٥_٤٥٦؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب إخباره ﷺ عما يكون في أمته من الفتن والحوادث، ذكر الإخبار عن أداء العجم الجزية إلى العرب، رقم الحديث ٦٦٨٦، ١٥/ ٧٩_ ٨٠؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سورة ص، ٢/ ٤٣٢. الفاظِ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح]، امام حاکم اور شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند کو صحیح] اور حافظ ذہبی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٩/ ٧٣؛ والمستدرك ٢/ ٤٣٢؛ و هامش المسند ٣/ ٣١٤؛ والتلخيص ٢/ ٤٣٢)۔

خاطر سر توڑ جدو جہد کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت سے پہلے، دنیا ہی میں سرفراز و سربلند کر دیا۔ دنیوی سیادت و قیادت ان کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ اسی حوالے سے ذیل میں اختصار سے پیش کردہ چند حقائق ملاحظہ فرمائیے:

i: مکہ مکرمہ سے چھپتے چھپاتے رات کی تاریکی میں ہجرت کرتے ہوئے جانے والے نبی کریم ﷺ کے زمانۂ مبارک (۱ھ...... ۱۱ھ) میں توفیقِ الٰہی سے سلطنتِ توحید دس لاکھ مربع میل کے علاقہ پر پھیل گئی۔

دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ (۱۱ھ...... ۱۳ھ) میں مزید دو لاکھ مربع میل توحیدی ریاست کا حصہ بنے۔ عصر فاروقی رضی اللہ عنہ (۱۳ھ...... ۲۵ھ) میں نئے پندرہ لاکھ مربع میل پر علمِ توحید لہرایا۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت (۲۶ھ...... ۳۵ھ) میں آٹھ لاکھ مربع میل پر مشتمل علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ اس طرح توفیقِ الٰہی اور پھر عقیدۂ توحید کی برکت سے پینتس سال کے عرصے میں سلطنتِ توحید کی حکمرانی اور سیادت و قیادت پینتیس لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض علاقے پر محیط ہوگئی۔ [1]

ii: دولتِ توحید کے پڑوس میں موجود ایرانیوں کے پچیس بادشاہ (اکاسرہ [2]) یکے بعد دیگرے پانچ صدیوں سے سرزمینِ فارس کے علاوہ عراقِ عربی اور عراقِ عجمی پر حکمرانی کر رہے تھے۔ [3] عصرِ صدیقی میں توحید کے علمبرداروں نے دعوت و جہاد کے لیے ان کی طرف رُخ کیا۔ معرکہ حیرہ ۱۲ھ میں اللہ تعالیٰ نے اُن سرفروشوں کو سرفراز و سربلند فرمایا اور عراقِ عربی پر علمِ توحید لہرانے کا آغاز ہوا۔

---

[1] ملاحظہ ہو: "مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي و الخلافة الراشدة" للدكتور محمد حميد الله ص ٤٩٩.

[2] ایرانی بادشاہ کا لقب [کسریٰ] ہوتا تھا اور اس کی جمع [اکاسرہ]۔

[3] ملاحظہ ہو: تاريخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) ص ١٦٠.

ربِّ قدیر نے معرکۂ قادسیہ ۱۴ ھجری میں ایرانیوں کو ذلیل و خوار کیا اور عراقِ عجمی سلطنتِ توحید کا حصہ بنا۔ ۲۱ ہجری میں ہونے والا معرکۂ نہاوند فتح الفتوح (سب سے عظیم فتح) کہلایا، کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایران و عراق سے کسراؤں کی ایرانی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ ❶ یہ وہی سلطنت تھی، جو کم و بیش چار صدیوں سے بڑی قوت و طاقت کے ساتھ عظیم رومی سلطنت کا مقابلہ کرتی رہی۔

iii: ہزاروں سالوں پر محیط تہذیب و ثقافت والی سرزمینِ مصر میں بیس ہجری میں دولتِ توحید کے جھنڈے لہرائے۔ مصر کے لوگ داعیانِ توحید سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ...... بقول فرانسیسی مستشرق ڈاکٹر غوستاف لوبون...... ایک صدی سے کم مدت میں وہ ہزاروں سالوں پر محیط اپنی تہذیب و ثقافت بھول گئے اور اپنی اصلی زبان قبطی چھوڑ کر عربی کو اختیار کر لیا۔ ❷

iv: سرزمینِ شام، جو کہ آج کے کے چار ملکوں: سوریا، فلسطین، لبنان اور اردن پر مشتمل ایک ملک تھا، رومی سات سو سال سے حکمرانی کر رہے تھے۔ اہلِ توحید وہاں دعوت و جہاد کے لیے پہنچے۔ ۱۴ھ میں دمشق پر پرچمِ توحید لہرایا، ❸ ۱۶ھ میں بیت المقدس کی چابیاں اہلِ توحید کے امام جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ ❹

شہر شہر اور قریہ قریہ سلطنتِ توحید میں شامل ہوتا رہا، یہاں تک کہ...... بقول ڈاکٹر غوستاف لوبون...... رومی صرف سات سالوں میں سات صدیوں سے اپنے

---

❶ ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) للحافظ الذهبي ص ۲۲۶ - ۲۲۷.
نیز ملاحظہ ہو: "الإسلام في آسيا الوسطى" ص ۱۵-۱۷؛ و ص ۲۷-۲۸.

❷ ملاحظہ ہو: حضارة العرب، ص ۶۷۲.

❸ ملاحظہ ہو: تاریخ خليفه بن خياط، ص ۱۲۵.

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق، ص ۱۳۵.

زیرِ اقتدار شامی علاقے کو کھو بیٹھے۔ ❶

v: اہلِ توحید کا مبارک کارواں فتوحات سے سرفراز ہوتے ہوئے مغربی جانب رواں دواں رہا، یہاں تک کہ ۹۲ھ میں سمندر پار کر کے طارق بن زیاد سرزمینِ سپین میں پہنچے، ❷ اسی سال ۲۸ رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں وہاں توحید کے علَم کو گاڑ دیا۔

اگلے سال رمضان ۹۳ھ میں لشکرِ توحید موسیٰ بن نُصَیر کی سرکردگی میں فرانس کے میدانوں میں پہنچ گیا۔ ❸

vi: مشرق میں لشکرِ توحید نے محمد بن قاسم کی زیرِ امارت ۹۳ھ میں سندھ کی بندرگاہ دیبل ❹ اور ۹۵ھ میں ملتان کو سلطنتِ توحید میں شامل کیا۔ ❺

قتیبہ بن مسلم کی سپہ سالاری میں ۹۴ھ میں جیشِ توحید نے کابل پر توحید کے پرچم کو لہرایا۔

تنبیہ:

دو غیر مسلم مفکرین کے بیانات:

(i): گروسٹ کا بیان:

فرانسیسی مؤرخ Grousset نے سرزمینِ ایران و عراق میں لشکرِ توحید کی فتح قادسیہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مسلمانوں کے پاس (اس فتح کے پانے کے لیے) ایمان کے سوا کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ❻

توحیدِ الٰہی کا کھرا، سچا، ٹھوس، مضبوط اور غیر متزلزل عقیدہ آج بھی اُمتِ اسلامیہ کا

---

❶ ملاحظہ ہو: حضارة العرب، ص ١٧٦.
❷ ملاحظہ ہو: تاريخ خليفه بن خياط، ص ٣٠٤.
❸ دیکھئے: المرجع السابق، ص ٣٠٤.
❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق، ص ٣٠٤.
❺ دیکھئے: المرجع السابق، ص ٣٠٧.
❻ بحوالہ کتاب: "الإسلام في آسيا الوسطى" للدكتور حسن أحمد محمود ص ٢٦.

ناقابلِ تسخیر عظیم ترین ہتھیار ہے۔

(ii) ڈاکٹر غوستاف لوبون کا بیان:

فرانسیسی مفکر ڈاکٹر غوستاف لوبون نے لکھا ہے:

اسلام کی عظیم آسانی خالص توحید سے پھوٹتی ہے۔ اسی آسانی میں اسلام کی قوت کا راز ہے۔ دیگر ادیان میں موجود اُن باہمی متعارض اور پیچیدہ باتوں سے، جن کا ذوقِ سلیم انکار کرتا ہے، اسلام خالی ہے۔ اسلام کا سمجھنا سہل ہے۔ اسلام کے اُصولوں سے زیادہ واضح اور بکھیڑوں سے دُور کوئی بات نہیں، (جو کہ یہ ہیں)، کہ معبود [اِلٰہ] ایک ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام لوگ برابر ہیں اور چند ایک فرائض، جن کے بجالانے سے بندہ جنت میں داخل ہو جائے اور ان سے اعراض کرنے والا (دوزخ کی) آگ میں داخل ہو گا۔ آپ کسی بھی طبقہ کے کسی بھی مسلمان سے ملاقات کر لیجیے، آپ دیکھیں گے، کہ وہ اپنے ذمہ واجب اعتقادات سے آگاہ ہو گا اور وہ آپ کے لیے اسلام کے اُصولوں کو بسہولت چند کلمات میں بیان کر دے گا۔ اس کی کیفیت (عام) عیسائی شخص سے مختلف ہوتی ہے، جو کہ تثلیث وغیرہ کے پیچیدہ مسائل کے متعلق بات (بھی) نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں (صرف) عیسائی علماء ہی گفتگو کر سکتے ہیں، جو کہ بحث وجدل کی باریکیوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ [1]

ربِ کریم اُمت کو توفیق دیں، کہ وہ اس عقیدے کو کما حقہ سمجھ اور تسلیم کر کے اپنے اسلاف کی طرح سیادت وقیادت سے بہرہ ور ہو جائے۔

اے ربِّ حي وقیوم! اُمت کو یہ نعمت جلد از جلد نصیب فرما دیجیے، کہ آنکھیں اس کے مشاہدے کے لیے تڑپ رہی ہیں اور دل بے حد بے قرار ہیں۔ إِنَّكَ جَوَّادٌ كَرِيْمٌ.

---

[1] ملاحظہ ہو: حضارۃ العرب، ص ۱۵۸۔۱۵۹۔
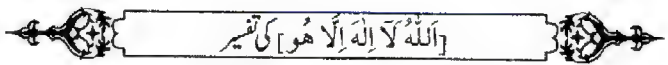
اے ربِّ رحمٰن ورحیم! اپنی ملاقات کے لیے روانگی سے پہلے یہ منظر دکھا دیجئے۔ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

ح: دعوتِ توحید میں لچک کا نہ ہونا

آیت الکرسی کے جملہ اولیٰ ﴿لَآ إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ﴾ میں بیان کردہ عقیدۂ توحید میں کسی قسم کی رُو و رعایت، لچک، ڈھیلے پن اور مداہنت کی کوئی گنجائش نہیں۔

دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ. وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ ❶

(پس آپ ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کیجیے، وہ چاہتے ہیں، کہ (کسی طرح) آپ ڈھیلے ہو جائیں، تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں)۔

دو مفسرین کے اقوال:

i: قاضی بیضاوی رقم طراز ہیں:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ تُلَايِنُهُمْ بِأَنْ تَدَعَ نَهْيَهُمْ عَنِ الشِّرْكِ ، أَوْ تُوَافِقُهُمْ فِيهِ أَحْيَانًا ."❷

[(وہ چاہتے ہیں، کہ کاش آپ نرمی کریں، تو وہ بھی نرمی کریں) (یعنی) آپ ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں، کہ انہیں شرک سے روکنا چھوڑ دیں، یا کبھی کبھار ان کے ساتھ اس بارے میں موافقت کر لیا کریں]

ii: مولانا شبیر احمد عثمانی نے تحریر کیا ہے:

---

❶ سورۃ القلم/ الآیتان ۸۔۹۔

❷ تفسیر البیضاوي ۲/ ۵۱۵۔ نیز ملاحظہ ہو: روح المعاني ۲۹/ ۲۶۔

''کفارِ مکہ حضرت ﷺ سے کہتے تھے، کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کردیں اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کریں گے اور آپ کے طور وطریق اور مسلک و مشرب سے متعرض نہ ہوں گے۔

ممکن تھا، کہ ایک مصلحِ اعظم کے دل میں، جو خُلُقِ عَظیم پر پیدا کیا گیا ہے، نیک نیتی سے یہ خیال آ جائے، کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے، تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا، کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانیئے۔ ان کی غرض محض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔''[1]

رسول کریم ﷺ کا استقلال وثبات:

آنحضرت ﷺ دوٹوک اور واضح انداز میں دعوتِ توحید دیتے رہے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی لچک، نرمی، رورعایت اور مداہنت آپ کے قریب بھی......توفیقِ الٰہی سے...... پھٹک نہ پائی۔

ترغیب وترہیب کی کوئی شکل وضوح و بیان میں تبدیلی نہ لاسکی۔ سیرتِ طیبہ میں موجود ایسی متعدد مثالوں میں سے ایک ملاحظہ فرمائیے:

امام ابو یعلی نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''قریش (کے لوگ) ابوطالب کے پاس آئے اور کہا:

[1] القرآن الكريم و ترجمة معانيه و تفسيره إلى اللغة الأردية، ص ٧٤٩، ف٩.

"إِنَّ ابْـنَ أَخِيْكَ يُـؤْذِيْـنَا فِيْ نَادِيْنَا ، وَ فِيْ مَسْجِدِنَا ، فَانْهَهُ عَنْ أَذَانَا ."

[بلاشبہ آپ کے بھتیجے ہماری اجتماع گاہ اور ہماری مسجد میں ہمیں اذیت دیتے ہیں، سو آپ انہیں ہمیں اذیت پہنچانے سے روک دیجیے۔]

انہوں (یعنی ابوطالب) نے کہا:

"يَا عَقِيْلُ! ائْتِنِيْ بِمُحَمَّدٍ - ﷺ -......"

["اے عقیل! میرے پاس محمد۔ ﷺ۔ کو لے کر آؤ۔"]

سو میں گیا اور آنحضرت ﷺ کو ان کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ تو انہوں نے کہا:

"يَـا ابْـنَ أَخِـيْ! إِنَّ بَـنِـيْ عَمِّكَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّكَ تُؤْذِيْهِمْ فِيْ نَادِيْهِمْ ، وَ فِيْ مَسْجِدِهِمْ ، فَانْتَهِ عَنْ ذٰلِكَ ."

["اے میرے بھتیجے! بلاشک آپ کے خاندان کے لوگ سمجھتے ہیں، کہ آپ انہیں ان کی اجتماع گاہ اور ان کی مسجد میں اذیت پہنچاتے ہیں، سو آپ اس سے باز آ جائیے۔"]

انہوں (یعنی عقیل رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا:

"فَحَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَآءِ ، فَقَالَ:

"أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الشَّمْسَ؟"

[رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھائی، پھر فرمایا:

"کیا آپ لوگ اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟"

انہوں (یعنی مشرکوں نے) کہا: "ہاں"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مَـآ أَنَـا أَقْـدَرُ عَـلَـى أَنْ أَدَعَ لَكُمْ ذٰلِكَ عَلَى أَنْ تَسْتَشْعِلُوْا لِيْ
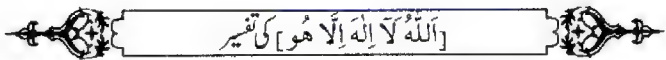
مِنْهَا شُعْلَةً."

''اگر تم لوگ میرے لیے اس (سورج) سے ایک شعلہ روشن کر دو، تو پھر بھی میں اسے (یعنی دعوتِ توحید کو) تمہارے لیے چھوڑنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔''] ❶

انہوں (یعنی حضرتِ عقیل رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ''ابوطالب نے کہا:

"مَا كَذَبَنَا ابْنُ أَخِي ، فَارْجِعُوْا." ❷

[ہمارے بھتیجے نے ہم سے جھوٹ نہیں کہا، سو آپ لوگ چلے جائیے۔'']

ط: توحید کے بغیر اعمال کا برباد ہونا

اچھے اعمال کی بارگاہِ رب العالمین میں قبولیت کے لیے توحید اوّلین اور اساسی شرط ہے، اس کے بغیر عظیم ترین اعمال کے انبار بھی کلّی طور پر اکارت جاتے ہیں۔

دو دلائل:

ا: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الأنعام میں اٹھارہ انبیاء: ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس، لوط علیہم السلام اور ان کے منتخب کردہ اور ہدایت یافتہ آباء و اجداد، نسلوں اور بھائیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

---

❶ مقصود یہ ہے...... وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ...... کہ میں کسی قیمت پر بھی اس دعوت کو تمہارے لیے ترک نہیں کر سکتا۔

❷ مسند أبي يعلى ، رقم الحديث ۱۸۔ (٦٨٠٤) ، ۱۲ / ۱۷٦. حافظ ہیثمی لکھتے ہیں، کہ (امام) طبرانی نے اسے (المعجم) [الكبير] اور [الأوسط] میں روایت کیا ہے۔ (امام) ابو یعلیٰ نے آغاز میں کچھ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے [راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ٦ / ١٥). شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی [سند کو قوی] قرار دیا ہے۔ (هامش مسند أبي يعلى ١٢ / ١٧٦).
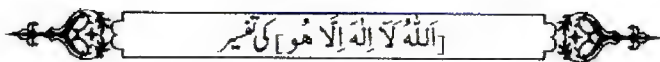
﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ❶

[اور اگر وہ شرک کرتے، تو جو عمل وہ کیا کرتے تھے، ان سے ضائع ہو جاتے]۔

ب: یہ بات صرف مذکورہ بالا حضرات انبیاء علیہم السلام اور اُن کے قرابت داروں کے لیے نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام بشمول امام الانبیاء قائد المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دوٹوک انداز میں بیان فرما دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوٓنِّيٓ أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ . وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ. بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِينَ﴾ ❷

[کہہ دیجیے! پھر کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے متعلق حکم دیتے ہو، کہ میں ان کی عبادت کروں اے جاہلو!؟

اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور ان لوگوں کی جانب، جو آپ سے پہلے تھے، وحی کی گئی:

بلاشبہ اگر آپ نے شرک کیا، تو لازماً آپ کا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور بالضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی پس عبادت کیجیے اور شکر کرنے والوں سے ہو جائیے۔]

---

❶ سورة الأنعام/ جزء من رقم الآية ٨٨.

❷ سورة الزمر/ الآيات ٦٤-٦٦.
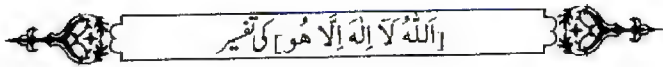
چار مفسرین کے اقوال:

i: قاضی ابو سعود لکھتے ہیں:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوْا﴾ هٰؤُلَآءِ الْمَذْكُوْرُوْنَ ﴿لَحَبِطَ عَنْهُمْ﴾ مَعَ فَضْلِهِمْ وَعُلُوِّ طَبَقَاتِهِمْ ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ مِنَ الْأَعْمَالِ الْمَرْضِيَّةِ الصَّالِحَةِ، فَكَيْفَ بِمَنْ عَدَاهُمْ، وَهُمْ هُمْ، وَ أَعْمَالُهُمْ أَعْمَالُهُمْ.''❶

[''(اور اگر وہ شرک کرتے) [یعنی] وہ مذکورہ حضرات (یقیناً ان سے برباد ہو جاتا) ان کی منقبت اور ان کے بلند درجات کے باوجود (جو وہ عمل کیا کرتے تھے) [یعنی] اچھے پسندیدہ اعمال، تو ان کے علاوہ دیگر لوگوں (کے اعمال کی شرک کی وجہ سے بربادی) کی کیفیت کیا ہوگی، اور وہ وہ ہیں، اُن کے اعمال اُن (ہی) کے اعمال ہیں۔''❷

ii: شیخ سعدی تحریر کرتے ہیں:

''﴿وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ مِنْ جَمِيْعِ الْأَنْبِيَآءِ، ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ هٰذَا مُفْرَدٌ مُضَافٌ، يَعُمُّ كُلَّ عَمَلٍ، فَفِيْ نُبُوَّةِ جَمِيْعِ الْأَنْبِيَآءِ أَنَّ الشِّرْكَ مُحْبِطٌ لِّجَمِيْعِ الْأَعْمَالِ. ﴿وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ دِيْنَكَ

---

❶ تفسير أبي السعود ٣/ ١٥٩. نیز ملاحظہ ہو: روح المعاني ٧ / ٢١٥؛ و تفسير تيسير الكريم الرحمٰن ص ٢٦٤. (ط: الرسالة).

❷ مقصود یہ ہے...... واللّٰه تعالىٰ أعلم ...... کہ جب حضراتِ انبیاء و رسل علیہم السلام کے بلند ترین مقام اور عظیم ترین اعمال ہونے کے باوجود شرک ان کے سارے اعمال برباد کرتا ہے، تو شرک کے ارتکاب کے بعد کسی اور کے اعمال، کیسے باقی رہ سکتے ہیں؟

وَآخِرَتَكَ فَبِالشِّرْكِ تَحْبِطُ الْأَعْمَالُ ، وَيَسْتَحِقُّ الْعِقَابَ وَالنَّكَالَ . "❶

''(اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور ان لوگوں کی جانب، جو آپ سے پہلے تھے، وحی کی گئی) تمام انبیاء کی طرف (بلاشبہ اگر آپ نے شرک کیا، تو لازماً آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا) یہ مفرد مضاف ہے اور ہر عمل کو شامل کیے ہوئے ہے۔❷ پس تمام انبیاء۔ علیہم السلام۔ کی نبوتوں میں ہے، کہ بلاشبہ شرک تمام اعمال کو اکارت کرنے والا ہے۔

(اور ضرور بالضرور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے) (یعنی) اپنے دین اور اپنی آخرت کو گنوا لیں گے۔ سو شرک ہی کے ساتھ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور (شرک کرنے والا) عذاب اور سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔]

iii: شیخ ابوبکر جزائری رقم طراز ہیں:

" ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ يُقَرِّرُ بِهِ حَقِيقَةً عِلْمِيَّةً ، وَهِيَ أَنَّ الشِّرْكَ مُحْبِطٌ لِّلْعَمَلِ ، فَإِنَّ أُولَـٰئِكَ الرُّسُلَ عَلَى كَمَالِهِمْ وَعُلُوِّ دَرَجَاتِهِمْ ، لَوْ أَشْرَكُوْا بِرَبِّهِمْ سِوَاهُ ، فَعَبَدُوْا مَعَهُ غَيْرَهُ لَبَطَلَ كُلُّ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ . وَهٰذَا مِنْ بَابِ الْاِفْتِرَاضِ ، وَإِلَّا فَالرُّسُلُ مَعْصُوْمُوْنَ ،

---

❶ تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن، ص ۷۲۹ (ط: الرسالة).

❷ یعنی (عَمَلُكَ) میں [عَمَلَ] مضاف اور مفرد ہے اور ضمیر [ك] مضاف الیہ ہے، لہٰذا مراد یہ ہے، کہ شرک کی وجہ سے آپ کا ہر عمل برباد ہو جائے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ.

وَلٰكِنْ لِيَكُوْنَ هٰذَا عِظَةً وَّ عِبْرَةً لِلنَّاسِ . "[1]

"[(اور اگر وہ شرک کرتے، تو جو عمل وہ کیا کرتے تھے، ان سے ضائع ہو جاتے) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ایک علمی حقیقت مقرر فرما رہے ہیں اور وہ یہ ہے، کہ بلاشبہ شرک عمل کو اکارت کرنے والا ہے، کیونکہ حضراتِ رسل علیہم السلام اگر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے اور ان کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرتے، تو ان کے کمالات اور بلند درجات کے باوجود، ان کا کیا ہوا ہر عمل، برباد ہو جاتا۔ یہ بات دیگر لوگوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے بطورِ مفروضہ ذکر کی گئی ہے، کیونکہ گروہِ رسل تو معصوم ہیں۔"]

۷: سیّد محمد رشید رضا شرک کی بنا پر اعمال کی بربادی کے سبب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لِأَنَّ تَوْحِيْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ مُنْتَهَى الْكَمَالِ الْمُزَكِّيْ لِلْأَنْفُسِ ، كَانَ ضِدُّهُ ، وَهُوَ الشِّرْكُ مُنْتَهَى النَّقْصِ وَالْفَسَادِ الْمُدَسِّيْ لَهَا ، وَالْمُفْسِدُ لِفِطْرَتِهَا ، فَلَا يَبْقٰى مَعَهُ تَأْثِيْرٌ نَافِعٌ لِعَمَلٍ آخَرَ فِيْهَا ، يُمْكِنُ أَنْ يَتَرَتَّبَ عَلَيْهِ نَجَاتُهَا وَ فَلَاحُهَا . "[2]

"کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید نفوس کا تزکیہ کرنے والی انتہائی کمال کی چیز ہے۔ اس کی ضد، جو کہ شرک ہے، وہ نفوس کی ہلاکت اور ان کی فطرت کی خرابی کے لیے، نقص و فساد کی انتہا ہے۔ شرک کے بعد، ان کے لیے، کسی بھی عمل کی نفع بخش تاثیر باقی نہیں رہتی، کہ اُس کی بنا پر اُن کی نجات اور

[1] أیسر التفاسیر ۱/ ۶۳۰.

[2] تفسیر المنار ۷/ ۵۹۰۔ ۵۹۱.

فلاح حاصل ہو سکے۔''

حاصلِ کلام یہ ہے، کہ آیت الکرسی کے پہلے جملے: ﴿اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ میں بیان کردہ عقیدے کے فقدان کی صورت سے کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت نہیں پاتا اور بظاہر بلند ترین اعمال اور عظیم الشان نیکیاں بھی اکارت اور برباد ہو جاتی ہیں۔

ی: بوقتِ موت کہنے سے غم کا دُور ہونا اور رنگ کا چمکنا

دلیل:

امام احمد نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں غمگین دیکھا، تو پوچھا:

''اے ابو محمد! [1] غمگین کیوں ہو؟''

انہوں نے جواب دیا:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''كَلِمَةٌ لَّا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖٓ إِلَّا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهُ، وَأَشْرَقَ لَوْنُهُ.''

[''ایک کلمہ ایسا ہے، کہ موت کے وقت اسے کہنے والے شخص کا غم اللہ تعالیٰ دُور فرما دیتے ہیں اور اس کا رنگ روشن ہو جاتا ہے۔'']

میں نے اس کے بارے میں صرف اس خیال کی بنا پر استفسار نہ کیا، کہ میں کسی بھی وقت اس کے متعلق دریافت کر سکتا ہوں، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔''

[1] (ابو محمد): حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت۔
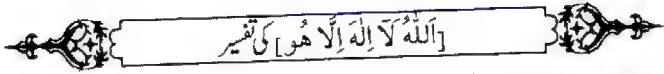
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إِنِّي لَأَعْلَمُهَا."

[''بلاشبہ مجھے اس (کلمے) کا علم ہے۔'']

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

"وَمَا هِيَ؟"

[''اور وہ کون سا ہے؟'']

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

"هَلْ تَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ أَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ أَمَرَ ﷺ بِهَا عَمَّهُ؟

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]."

[''کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا کلمہ ہے، جو اس کلمے سے زیادہ عظمت والا ہو، جس کا حکم آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا کو دیا؟

(اور وہ کلمہ) [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]. (تھا)۔'']

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"هِيَ، وَاللّٰهِ! هِيَ." [1]

[''واللہ! یہی وہ (کلمہ) ہے۔'']

ک: بوقتِ موت کہنے والے کا جنت میں داخلہ

دلیل:

امام ابوداود نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

[1] المسند، رقم الحديث ١٣٨٦ باختصار، ٢/ ٣٦٠. شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔(ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢/ ٣٦٠).

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ:

[لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ].
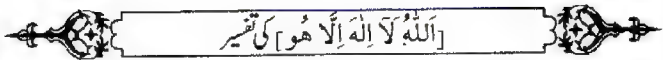
دَخَلَ الْجَنَّۃَ.'' ❶

[''جس کا آخری کلام:

[لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ].

ہوا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔'']

ل: توحید پر فوت ہونے والے کا جنت میں داخلہ

دلیل:

امام مسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ مَّاتَ، وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ [لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ] دَخَلَ الْجَنَّۃَ.'' ❷

[''جو شخص اس علم (یعنی اعتقاد) کی حالت میں فوت ہوا، کہ بلاشبہ [اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں]

تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔'']

اس بات کا [علم ہونے] سے مراد اس حقیقت کا [اعتقاد و یقین] ہے۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے:

---

❶ سنن أبي داود، کتاب الجنائز، باب في التلقین، رقم الحدیث ٣١١٤، ٨/٢٦٧. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود ٢/٦٠٢).

❷ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم الحدیث ٤٣ - (٢٦)، ١/٥٥.

"غَيْرَ شَاكٍّ."❶

[وہ شک کرنے والا نہ ہو]۔

امام نووی نے اس حدیث کو اس جیسی دیگر روایات کے ساتھ، حسبِ ذیل عنوان کے تحت قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى التَّوْحِيْدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا]❷

[اس بات کی دلیل کے متعلق باب، کہ بلاشبہ جو شخص توحید پر فوت ہوا، وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگیا۔]

شرحِ حدیث:

علامہ نووی نے لکھا ہے:

جان لیجیے، کہ اہل سنت کا مذہب اور جس بات پر متقدمین اور متاخرین میں سے، اہلِ حق ہیں، وہ یہ ہے، کہ حالتِ توحید میں فوت ہونے والا بہر صورت یقینی طور پر جنت میں داخل ہوگا۔

اگر وہ نافرمانی کے کاموں سے بچا ہوا ہوگا، تو وہ سرے ہی سے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اگر اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہوگا اور توبہ کے بغیر فوت ہوگیا، تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوگا، اگر چاہیں گے، تو اسے معاف فرما کر ابتدا ہی سے جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اگر چاہیں گے، تو اپنی مشیت کے بقدر اسے عذاب دے کر جنت میں داخل کر دیں گے۔ توحید کی حالت میں فوت ہونے والے شخص نے خواہ کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا،

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، جزء من رقم الحديث ٤٥ ـ (٢٧)، ١/٥٧.

❷ المرجع السابق ١/٥٥.

وہ دائمی طور پر دوزخ میں نہیں رہے گا۔ ❶

م: [لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] ❷ کی گواہی دینے والے پر دوزخ کی آگ کا حرام ہونا

دو دلیلیں:

ا: امام بخاری نے حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ:

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ].

يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ." ❸

[پس بے شک اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر اس شخص کو حرام کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہوئے کہے:

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ].

[اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں].

---

❶ شرح النووي ۱/ ۲۱۷ باختصار. نیز ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۷/ ۳۲۹.

❷ [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]: علامہ ابن منیر لکھتے ہیں: شہادتین (یعنی [أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] اور [أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا۔ ﷺ۔ رَّسُوْلُ اللّٰهِ]. دونوں کے بولنے کو [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کہنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۸/ ۲۶۷-۲۶۸).

❸ صحیح البخاري، کتاب الصلاة، باب المساجد في البیوت......، جزء من رقم الحدیث ۴۲۵، ۱/ ۵۱۹.

شرحِ حدیث:

حافظ ابن حجر نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَأَنَّهُ لَا يُخَلَّدُ فِي النَّارِ مَنْ مَّاتَ عَلَى التَّوْحِيْدِ . " ❶

[اور بلاشبہ توحید پر فوت ہونے والا (دوزخ کی) آگ میں دائمی طور پر نہیں رہے گا۔"]

ب: امام مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"مَنْ شَهِدَ أَنْ : [لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا ۔ ﷺ ۔ رَّسُوْلُ اللّٰهِ]، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ." ❷

["جس شخص نے گواہی دی، کہ

[اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ۔ ﷺ ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،]

اللہ تعالیٰ نے اُس پر (دوزخ کی) آگ حرام کردی۔"]

شرحِ حدیث:

اس پر [آگ کے حرام ہونے سے] مراد یہ ہے...... جیسا کہ علامہ مبارک پوری نے لکھا ہے......

" أَيِ الْخُلُوْدُ فِيْهَا كَالْكُفَّارِ . " ❸

---

❶ فتح الباري ١/ ٥٢٣.

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أنّ من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، جزء من رقم الحديث ٤٧ ـ (٢٩)، ١/ ٥٨.

❸ تحفة الأحوذي ٧/ ٣٢٨. حضراتِ محدثین نے اس حدیث کی شرح میں متعدد اور باتیں بھی ذکر فرمائی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الملهم ١/ ٥٨٤).

[''یعنی کافروں کی طرح اس (یعنی دوزخ کی آگ) میں ہمیشہ رہنا۔'']
مراد یہ ہے، کہ وہ کافروں کی طرح جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

ن: اخلاص سے کہنے والے کا شفاعتِ نبوی ﷺ سے سب سے زیادہ فیض یاب ہونا

دلیل:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ:

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ].

خَالِصًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ.''[1]

[''روزِ قیامت میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ ہوگا،

جس نے سچے دل سے

[لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]

کہا۔'']

ایک دوسری روایت میں ہے:

''وَشَفَاعَتِي لِمَنْ شَهِدَ أَنْ:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، جزء من رقم الحديث ٦٥٧٠، ١١/ ٤١٨.

[لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ]

مُخْلِصًا، يُصَدِّقُ قَلْبُهُ لِسَانَهُ، وَلِسَانُهُ قَلْبَهُ." ❶

[''اور میری شفاعت اس شخص کے لیے ہے، جس نے گواہی دی، کہ

[لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ]

[اللہ کے سوا کوئی (بھی) معبود نہیں]

(اور اس نے یہ گواہی اس طرح) اخلاص سے دی، کہ اس کا دل، اس کی زبان، اور اس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کر رہی ہو۔'']

س: تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ شریعتوں اور ان کی دعوت کی اساس

آیت الکرسی کا اولین جملہ تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام پر نازل کردہ شریعتوں کی اصل، اور ان میں سے ہر ایک کی دعوت کی اساس اور بنیاد تھا۔ ہر نبی کی جانب اس بارے میں وحی نازل کی گئی اور وہ اسی کی طرف دعوت دیتے رہے۔ ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

i: اجمالی نصوص

قرآن وسنت کی بعض نصوص میں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے، کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی شریعتوں اور ان کی دعوت کا محور توحید تھا۔ اس سلسلے میں ذیل میں دو آیتوں کے حوالے سے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

ا: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

---

❶ فتح الباري ١١/ ٤٤٣. حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ یہ الفاظ (امام) احمد کی روایت میں ہیں اور (امام) ابن حبان نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١١/ ٤٤٣).

عِبَادِہٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ [1]
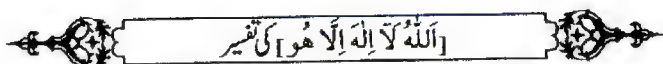
[وہ فرشتوں کو، وحی کے ساتھ، اپنے حکم سے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں، نازل فرماتے ہیں، کہ (لوگوں کو) خبردار کر دو، کہ بے شک حقیقت یہ ہے، کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ ہی سے ڈرو۔]

اس آیت میں یہ حقیقت واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں کی وساطت سے حکم دیا، کہ وہ لوگوں کو [لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ] کی جانب دعوت دیں۔

پانچ مفسرین کے اقتباسات:

اس بات کے اچھی طرح سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ذیل میں اُن کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

۱: قاضی ابوسعود رقم طراز ہیں:

(یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ) بَیَانٌ لِتَحَتُّمِ التَّوْحِیْدِ، وَإِیْذَانٌ أَنَّہٗ دِیْنٌ أَجْمَعَ عَلَیْہِ جُمْہُوْرُ الْأَنْبِیَآءِ عَلَیْہِمُ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ، وَأُمِرُوْا بِدَعْوَۃِ النَّاسِ إِلَیْہِ.

(اَنْ اَنْذِرُوْۤا) اَلْمُخَاطَبُوْنَ بِہِ الْأَنْبِیَاءُ الَّذِیْنَ نَزَلَتِ الْمَلَائِکَۃُ عَلَیْہِمْ، وَالْآمِرُ ھُوَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ، وَالْمَلَائِکَۃُ نَقَلَۃٌ لِّلْأَمْرِ.

﴿اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا﴾: فَالضَّمِیْرُ لِلشَّأْنِ، وَفَائِدَۃُ تَصْدِیْرِ الْجُمْلَۃِ بِہِ الْإِیْذَانُ مِنْ أَوَّلِ الْأَمْرِ بِفَخَامَۃِ مَضْمُوْنِھَا مَعَ مَا فِیْہِ مِنْ زِیَادَۃِ تَقْرِیْرٍ لَہٗ فِي الذِّھْنِ، فَإِنَّ الضَّمِیْرَ لَا یُفْھَمُ مِنْہُ ابْتِدَآءً إِلَّا شَأْنٌ مُّھِمٌّ لَّہٗ خَطَرٌ، فَیَبْقَی الذِّھْنُ مُتَرَقِّبًا لِمَا یَعْقُبُہٗ، فَیَتَمَکَّنُ لَدَیْہِ عِنْدَ وُرُوْدِہٖ فَضْلُ تَمَکُّنٍ، کَأَنَّہٗ قِیْلَ:

---

[1] سورۃ النحل / الآیۃ ۲.

أَنْذِرُوْٓا أَنَّ الشَّأْنَ الْخَطِيْرَ هٰذَا. ❶

[يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ] [وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرشتے نازل فرماتے ہیں] توحید کے نہایت حتمی ہونے کا بیان ہے اور اس بات کا اعلان ہے، کہ بلاشبہ وہ (یعنی توحید) دین ہے، (کہ) جس پر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اجماع ہے اور انہیں اس کی جانب لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔

[اَنْ اَنْذِرُوْٓا] [یہ کہ تم خبردار کرو] (اُن) انبیاء کو مخاطب کیا گیا ہے، جن پر فرشتے نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حکم دینے والے ہیں اور فرشتے اس حکم کو پہنچانے والے ہیں۔

[اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا] [بلاشبہ حقیقت یہ ہے، کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں] [ضمیر الشان] کو جملے کے آغاز میں لانے کا فائدہ یہ ہے، کہ ابتدا ہی سے اس بات کا اعلان ہے، کہ اس میں بیان کردہ بات بہت بڑی ہے۔ مزید برآں (اس طرح) اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کروانا ہے، کیونکہ [ضمیر الشان] سے ابتدا ہی سے یہ بات سمجھی جاتی ہے، کہ سنگین اہمیت والی بات ہے۔ ذہن کہی جانے والی بات کا منتظر رہتا ہے اور اس کے سننے پر وہ بات ذہن میں اچھی طرح جاگزین اور خوب راسخ ہو جاتی ہے، گویا کہ کہا گیا ہے: خبردار کرو، کہ یہ سنگین اہمیت والی بات ہے۔]

(اِنَّهٗ) میں (هٗ) [ضمیر الشان] ہے۔ اس سے مراد وہ ضمیر ہے، جو کہ بعد میں ذکر کردہ بات کی اہمیت کو اُجاگر کرتی ہے۔

۲: علامہ شوکانی نے قلم بند کیا ہے:

---

❶ تفسير أبي السعود ٥/٩٥-٩٦ باختصار.

(اَنْ اَنْذِرُوْٓا): أَيْ أَعْلِمُوْا النَّاسَ (اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا): أَيْ مُرُوْهُمْ بِتَوْحِيْدِيْ، وَأَعْلِمُوْهُمْ ذٰلِكَ مَعَ تَخْوِيْفِهِمْ.
(فَاتَّقُوْنِ) وَهُوَ تَحْذِيْرٌ لَّهُمْ مِنَ الشِّرْكِ بِاللّٰهِ. ❶

(اَنْ اَنْذِرُوْٓا): یعنی لوگوں کو آگاہ کر دیجیے (بلاشبہ بات یہ ہے، کہ کوئی معبود نہیں مگر میں): یعنی انہیں میری توحید کا حکم دیجیے اور انہیں اس بارے میں ڈرانے کے ساتھ آگاہ کیجیے (پس تم مجھ سے ڈرو): یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے ڈرانا ہے۔

۳: شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے:

"وَزُبْدَةُ دَعْوَةِ الْمُرْسَلِيْنَ كُلِّهِمْ وَمَدَارُهَا عَلٰى قَوْلِهِ: (اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ) أَيْ: عَلٰى مَعْرِفَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَوَحُّدِهٖ فِيْ صِفَاتِ الْعَظَمَةِ، الَّتِيْ هِيَ صِفَاتُ الْأُلُوْهِيَّةِ، وَعِبَادَتِهٖ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، فَهِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا كُتُبَهٗ، وَأَرْسَلَ رُسُلَهٗ، وَجَعَلَ الشَّرَآئِعَ كُلَّهَا تَدْعُوْ إِلَيْهَا، وَتَحُثُّ وَتُجَاهِدُ مَنْ حَارَبَهَا وَقَامَ بِضِدِّهَا." ❷

"تمام رسولوں کی دعوت کا خلاصہ اور دار و مدار ارشادِ تعالیٰ: (اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ) پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، الوہیت کی عظمت والی صفات میں ان کی یکتائی اور کسی شریک کے بغیر تنہا ان کی عبادت پر ہے۔ یہی وہ چیز ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی

❶ فتح القدير ۲۱۱/۳ باختصار. نیز ملاحظہ ہو: الکشاف ۴۰۰/۲؛ وتفسیر البغوي ۶۱/۳؛ وتفسير القاسمي ۷۸/۱۰.

❷ تيسير الكريم الرحمن ص ۴۳۵. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۵۳۷/۱؛ وأضواء البيان ۲۱۱/۳.

کتابیں نازل فرمائیں، اپنے رسولوں کو مبعوث کیا اور سب شریعتوں کو اس کی دعوت دینے والا قرار دیا ہے، کہ وہ اس کی ترغیب دیں اور اس کے خلاف برسرِ پیکار ہونے اور اس کی مخالفت میں کھڑے ہونے والے لوگوں کے خلاف جہاد کریں۔''

۴: مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

''اس (یعنی سورۃ النحل کی پہلی) آیت کا خلاصہ ایک وعید شدید کے ذریعہ توحید کی دعوت دینا ہے۔ دوسری (یعنی مذکورہ بالا) آیت میں دلیل نقلی سے توحید کا اثبات ہے، کہ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک دنیا کے مختلف خطوں، مختلف زمانوں میں جو بھی رسول آیا ہے، اس نے یہی عقیدۂ توحید پیش کیا ہے، حالانکہ ایک کو دوسرے کے حال اور تعلیم کی بظاہر اسباب کوئی اطلاع بھی نہ تھی۔'' [1]

۵: مولانا شبیر احمد عثمانی نے قلم بند کیا ہے:

''یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا ردّ اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ ومتفقہ نصب العین (مشن) رہا ہے۔'' [2]

ب: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ [3]

[بے شک یہ تمہاری امت، جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں، سو تم میری عبادت کرو۔]

---

[1] معارف القرآن ۵/۳۰۴.

[2] القرآن الکریم و ترجمة معانیه وتفسیره إلی اللغة الأردية، ص ۳۵۴، ف ۴.

[3] سورة الأنبیاء / الآية ۹۲.
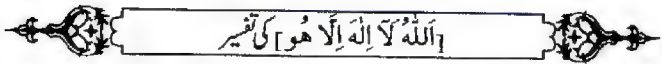
سابقہ دس انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ شریفہ میں بیان فرمایا ہے، کہ اُن کا اور تمہارا دین ایک ہی ہے اور وہ عقیدۂ توحید ہے۔ میں تمہارا رب ہوں، سو تم سب میری عبادت کرو۔

پانچ مفسرین کے اقوال:

بات کو اچھی طرح سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ذیل میں اُن کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

ا: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"قَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ لَمَّا ذَكَرَ الْأَنْبِيَاءَ علیہم السلام، قَالَ: هٰؤُلَآءِ كُلُّهُمْ مُجْتَمِعُوْنَ عَلَى التَّوْحِيْدِ.

فَالْأُمَّةُ هُنَا بِمَعْنَى الدِّيْنِ الَّذِيْ هُوَ الْإِسْلَامُ، قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما وَمُجَاهِدٌ وَغَيْرُهُمَا." [1]

[ارشادِ تعالیٰ: (ترجمہ: بے شک یہ تمہاری امت، ایک ہی امت ہے) جب انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا، (تو) فرمایا: وہ سارے کے سارے توحید پر متفق ہیں۔

اس مقام پر [اَلْأُمَّة] سے مراد دین ہے، جو کہ اسلام ہی ہے۔ (یہ بات) ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ان کے علاوہ دیگر (علمائے امت) نے بیان کی ہے۔]

۲: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ﴾: أَيْ إِنَّ مِلَّةَ التَّوْحِيْدِ وَالْإِسْلَامِ مِلَّتُكُمْ الَّتِيْ يَجِبُ أَنْ تَكُوْنُوْا عَلَيْهَا، ، فَكُوْنُوْا عَلَيْهَا ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ غَيْرَ مُخْتَلِفَةٍ فِيْمَا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ،

[1] تفسیر القرطبي ۱۱/۳۳۸.

وَلَا مُشَارَكَةَ لِغَيْرِهَا فِي الْإِتِّبَاعِ (وَّ اَنَا رَبُّكُمْ) لَآ إِلٰهَ لَكُمْ غَيْرِيْ (فَاعْبُدُوْنِ) لَا غَيْرُ. ❶

[(ترجمہ: بلاشبہ یہ تمہاری امت): یعنی توحید و اسلام والا دین تمہارا دین ہے، جس پر تمہارا ہونا لازم ہے، تو تم اسی پر ہو جاؤ۔ (ترجمہ: ایک ہی امت) انبیاء علیہم السلام کے درمیان اس بارے میں نہ کوئی اختلاف تھا اور نہ ہی (اس دین کی) پیروی میں اس کے سوا، کسی اور کی شراکت ہے۔ (ترجمہ: میں تمہارا رب ہوں)۔ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (ترجمہ: لہٰذا تم میری عبادت کرو) کسی اور کی نہیں۔]

۳: علامہ ال[illegible] نے قلم بند کیا ہے:

"وَمَعْنٰى وَحْدَتِهَا اِتِّفَاقُ الْأَنْبِيَآءِ علیہم السلام عَلَيْهَا، أَيْ إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةٌ غَيْرُ مُخْتَلِفَةٍ فِيْمَا بَيْنَ الْأَنْبِيَآءِ علیہم السلام، بَلْ أَجْمَعُوْا كُلُّهُمْ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَتَبَدَّلْ فِيْ عَصْرٍ مِّنَ الْأَعْصَارِ، كَمَا تَبَدَّلَتِ الْفُرُوْعُ." ❷

''اس کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے، کہ (حضراتِ) انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے، یعنی یہ امت ایسی ہے، کہ اس کے (عقیدۂ توحید کے) متعلق انبیاء علیہم السلام کے درمیان اختلاف نہیں، بلکہ ان سب کا اس پر اجماع ہے۔ اس میں زمانوں میں سے کسی زمانے میں (بھی) تبدیلی نہیں آئی، جیسے کہ فروع میں تبدیلی آتی ہے۔''

۴: مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے:

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۲/۷۸.

❷ روح المعاني ۱۷/۸۹. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۶/۸۴؛ وتفسیر القاسمي ۱۱/۲۹۰؛ وتفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن، ص ۵۲۰؛ وأیسر التفاسیر ۳/۱۳۰.

''اے لوگو! (اوپر جو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ وعقیدۂ توحید کا معلوم ہو چکا ہے) یہ تمہارا طریقہ ہے (جس پر تم کو رہنا واجب ہے)، کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (جس میں کسی نبی اور کسی شریعت کو اختلاف نہیں ہوا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے، کہ) میں تمہارا رب ہوں، تم میری عبادت کیا کرو اور (لوگوں کو چاہیے تھا، کہ جب یہ ثابت ہو چکا، کہ تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں اسی طریقہ کی داعی ہیں، تو وہ بھی اسی طریقہ پر رہتے، مگر ایسا نہ کیا)۔'' ❶

۵: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

''یہاں [اُمَّةٌ] سے مراد دین وملت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ مذکورہ بالا آیتوں میں جن انبیاء کا ذکر آیا ہے، ان کے علاوہ بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء گزرے ہیں، سبھوں کا عقیدہ اور دین ایک ہی تھا۔ سبھی عقیدۂ توحید پر قائم اور اس کی دعوت دینے والے تھے۔ ہر نبی نے اپنے عہد کے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، شرک سے ڈرایا اور انہیں بتایا، کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا رب ہے۔ اس لیے صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔'' ❷

ii: تفصیلی نصوص

قرآن کریم میں بعض حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ توحید کے بارے میں انفرادی طور پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے متعلق ذیل میں آیات شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

---

❶ معارف القرآن ٦/٢٢٧.

❷ تیسیر الرحمٰن ص ٩٣٩، حاشیہ (٣٣).

۱: دعوتِ نوح علیہ السلام:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ❶

[اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح۔ علیہ السلام۔ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں نے کہا:

[''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'']

۲: نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسول کی دعوت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے بعد، ایک اور قوم کو پیدا فرمایا اور ان کی طرف ایک رسول مبعوث فرمائے، جنہوں نے انہیں دعوتِ توحید دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ. فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ❷

[پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا کیا۔ پھر ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، کہ:

[''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

---

❶ سورة المؤمنون / الآية ۲۳.

❷ سورة المؤمنون / الآيتين ۳۱-۳۲.

[تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'']

۳: دعوتِ ہود علیہ السلام:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ ❶

[اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود۔علیہ السلام۔کو (بھیجا)۔انہوں نے کہا:

[اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُن کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔]

۴: دعوتِ صالح علیہ السلام:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾ ❷

[اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح۔علیہ السلام۔کو (بھیجا)۔انہوں نے کہا:

[اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

۵: دعوتِ ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور قوم کو بتوں کی عبادت سے روکتے اور صرف

---

❶ سورة هود ـ عليه السلام ـ / الآية ٥٠.

❷ سورة هود ـ عليه السلام ـ جزء من الآية ٦١.

اللہ رب العالمین کی عبادت کا حکم دیتے رہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان کی دعوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرٰهِيمَ. إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ. قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ. أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ. قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ. قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ. أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ. فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِينَ. الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ. وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ. وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ. وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ﴾ [1]

[اور ان پر ابراہیم۔ علیہ السلام۔ کی خبر تلاوت کیجیے۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا:

''تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟''

انہوں نے کہا:

''ہم تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کی مجاوری کرتے ہیں۔''

انہوں (یعنی ابراہیم علیہ السلام) نے کہا:

''کیا وہ تمہاری سنتے ہیں، جب تم پکارتے ہو؟'' تمہیں فائدہ دیتے یا نقصان پہنچاتے ہیں؟''

انہوں نے کہا:

''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔''

---

[1] سورة الشعرآء / الآيات ٦٩۔٨١.

انہوں (یعنی ابراہیم علیہ السلام) نے کہا:

''تو کیا تم نے غور کیا، کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو: تم اور تمہارے پہلے باپ دادا۔

سو بے شک وہ تو میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ وہ جنہوں نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری راہنمائی کرتے ہیں اور وہی جو مجھے کھلاتے ہیں اور مجھے پلاتے ہیں اور جب میں بیمار ہوتا ہوں، تو وہی مجھے شفا دیتے ہیں اور وہ جو مجھے موت دیں گے، پھر وہ مجھے زندہ کریں گے۔]

۶: دعوتِ شعیب علیہ السلام:

﴿وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾ [1]

[اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب۔علیہ السلام۔کو (بھیجا)۔انہوں نے کہا:

[اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

۷: دعوتِ موسیٰ علیہ السلام:

جب سمندر پار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے ہمراہ ایک بت پرست قوم کے پاس سے گزر ہوا، تو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رُوبرو اپنے لیے بھی ایک معبود بنانے کی فرمائش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر شدید خفا ہوئے اور عقیدۂ توحید کی حقانیت کو اجاگر کیا۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ

---

[1] سورة هود ـ علیہ السلام ـ / جزء من الآیة ٨٤.

عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ. اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ﴾ [1]

[اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اُتارا، تو وہ ایسے لوگوں پر سے گزرے، جو اپنے کچھ بتوں پر جمے بیٹھے تھے۔ کہنے لگے:

"اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا دیجیے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔"

انہوں نے کہا:

"بلاشبہ تم تو وہ لوگ ہو، جو بالکل نادان ہو۔

بے شک یہ لوگ جس (دین) پر ہیں، وہ تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور ان کا تمام کیا دھرا بے کار ہو جائے گا۔"

انہوں نے کہا: "کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود تلاش کروں؟ حالانکہ انہوں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔"]

۸: دعوتِ عیسیٰ علیہ السلام:

جب اللہ تعالیٰ روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے، کہ آیا انہوں نے لوگوں سے کہا:

"کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟"

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں، قوم کو اپنی طرف سے پیش کردہ دعوت، بیان کریں گے، جسے اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ

[1] سورة الأعراف / الآيات ۱۳۸-۱۴۰.

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ [1]

[میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، کہ:

[اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، جو میرے رب ہیں اور تمہارے رب ہیں۔]

اور میں ان پر گواہ تھا، جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا، تو آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں۔]

شیخ محمد عدوی لکھتے ہیں:

"﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ﴾، وَهُوَ التَّوْحِيْدُ الْخَالِصُ، وَهُوَ أَمْرُهُمْ بِعِبَادَتِكَ وَحْدَكَ، وَإِعْلَامُهُمْ بِأَنَّكَ رَبِّي وَرَبُّهُمْ، وَأَنِّي عَبْدٌ مِنْ عِبَادِكَ مِثْلُهُمْ، لَا مَزِيْدَ لِيْ عَلَيْهِمْ إِلَّا أَنَّكَ خَصَّصْتَنِي بِالرِّسَالَةِ إِلَيْهِم." [2]

[(ترجمہ: میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، کہ [اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، جو میرے رب ہیں اور تمہارے رب ہیں]۔" وہ ہی خالص توحید ہے۔ وہ ان لوگوں کو تنہا آپ کی عبادت کا حکم ہے۔ اور انہیں (اس بات سے) آگاہ کرنا ہے، کہ بلاشبہ آپ میرے رب ہیں اور ان کے رب ہیں۔ بے شک میں آپ کے بندوں میں سے ان جیسا ایک بندہ ہوں۔ مجھے ان پر کسی بات میں برتری نہیں، سوائے اس بات کے، کہ آپ نے مجھے ان کی جانب رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔"]

---

[1] سورة المائدة / الآية ۱۱۷.

[2] دعوة الرسل إلى الله تعالى ص ۳۵۱.

ع: دعوتِ توحید کے لیے اہتمامِ مصطفوی ﷺ

i: اللہ تعالیٰ نے [لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ] کی حیثیت واہمیت کو نبی کریم ﷺ کے لیے تاکید کے ساتھ بیان فرمایا۔ باری تعالیٰ نے خطاب فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ [1]

[پس جان لیجیے، کہ بے شک حقیقت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔]

ii: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو سب لوگوں کے رُوبرو بھی اسی اساس کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔ ارشادِ تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ﴾ [2]

[کہہ دیجیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ وہ (اللہ تعالیٰ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف ان کی ہے۔ ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتے اور مارتے ہیں۔]

سیرت نبوی ﷺ سے پانچ مثالیں:

حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اس اصل، اساس اور بنیاد کا خوب خوب اعلان کیا۔ اسلامی ریاست کی تشکیل سے پہلے اور بعد، اعزہ واقارب اور دشمنوں کو، براہِ راست اور بالواسطہ، غرضیکہ امکانی حد تک ہر وقت، ہر شخص اور ہر طریقے سے توحید کی دعوت دینے کا حق ادا کر دیا۔ ذیل میں اس سلسلے میں پانچ واقعات بطورِ مثال ملاحظہ فرمایئے:

---

[1] سورة محمد - ﷺ - / جزء من الآیة ١٩۔ [2] سورة الأعراف / جزء من الآیة ١٥٨۔
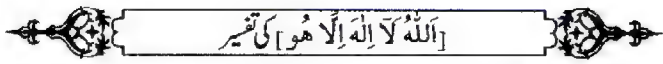
۱: مقامِ منیٰ میں لوگوں کے خیموں میں:

امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن عباد دوّلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

"رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بِمِنٰی فِيْ مَنَازِلِھِمْ ، قَبْلَ أَنْ یُّھَاجِرَ إِلَی الْمَدِیْنَۃِ ، یَقُوْلُ:

"یَاأَیُّھَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ أَنْ تَعْبُدُوْہُ، وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا."

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو، ہجرت کرنے سے پہلے، منیٰ میں اپنے خیموں میں دیکھا، (کہ) آنحضرت ﷺ فرمارہے تھے:

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں، کہ تم ان کی عبادت کرو اور ان کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

انہوں (ربیعہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ''آنحضرت ﷺ کے پیچھے ایک شخص کہہ رہا تھا:

"یَآأَیُّھَا النَّاسُ! إِنَّ ھٰذَا یَأْمُرُکُمْ أَنْ تَتْرُکُوْا دِیْنَ آبَآئِکُمْ."

''اے لوگو! بلاشبہ یہ تمہیں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے کا حکم دے رہا ہے۔''

میں نے اس (یعنی پیچھے چلنے والے) شخص کے بارے میں پوچھا، (تو) کہا گیا: ''(وہ) ابولہب (ہے)۔''[1]

۲: بوقتِ وفات چچا ابوطالب کو:

امام بخاری نے حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے خبر

[1] المستدرک علی الصحیحین، کتاب الإیمان، ۱/۱۵. امام حاکم نے اسے [صحیحین کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۱۵؛ والتلخیص ۱/۱٤).

دی، (کہ):

"جب ابوطالب کی وفات کا وقت (قریب) آیا، تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاں ابوجہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو (بھی) پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے کہا:

"يَا عَمِّ! قُلْ [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ."

"اے میرے چچا! [لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ] کہیے، (یہ ایسا کلمہ ہے)، کہ اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لیے (مسلمان ہونے کی) گواہی دوں گا۔"

ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا:

"اے ابوطالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے مُنہ موڑ لو گے؟"

رسول اللہ ﷺ اُن پر اُسے (یعنی کلمۂ توحید) پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب نے ان کے ساتھ آخری بات یہ کہی:

"وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔"

اور انہوں نے [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کہنے سے انکار کیا...... الحدیث [1]

۳: ارادۂ قتل کے ساتھ آنے والے مشرک کو:

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

[1] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"، جزء من رقم الحديث ١٣٦٠، ٣/٢٢٢.
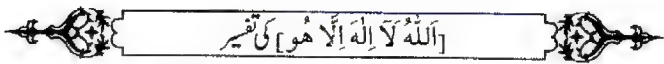
''ہم (غزوہ) ذات الرقاع ❶ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس پہنچتے، تو اُسے نبی کریم ﷺ کے لیے چھوڑ (یعنی مخصوص کر) دیتے۔ مشرکوں میں سے ایک شخص آیا، اس نے درخت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی لٹکائی ہوئی تلوار کو (پکڑا اور اُسے) میان سے نکالا۔ پھر آنحضرت ﷺ سے کہا:

''تَخَافُنِيْ؟''

''تو مجھ سے ڈرتا ہے؟''

آنحضرت ﷺ نے اسے (جواب میں) کہا:

''لَا''

''نہیں۔''

کہنے لگا:

''فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟''

''تو (پھر) تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ۔'' ❷

---

❶ اس غزوہ کی تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام بخاری کا رجحان یہ ہے، کہ یہ غزوہ، خیبر کے بعد کا ہے۔ امام ابن قیم اور حافظ ابن حجر کی بھی یہی رائے ہے۔ اس غزوہ میں سواریوں کی شدید قلت کی بنا پر حضراتِ صحابہ کو بہت زیادہ سفر پیدل طے کرنا پڑا، جس کی وجہ سے ان کے قدموں میں سوراخ ہو گئے اور انہوں نے قدموں کو کپڑے کے ٹکڑوں [الـرِّقَـاعْ] میں لپیٹ لیا۔ اسی سبب سے یہ غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، رقم الحديث ٤١٢٨، ٧/ ٤١٧؛ و زاد المعاد ٣/ ٢٥٢؛ و فتح الباري ٧/ ٤١٧ و ٤١٨ـ ٤٢٠؛ و فقه السيرة للدكتور زيد الزيد ص ٥٦٥؛ و الرحيق المختوم ص ٤٠٤).

❷ صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرقاع، رقم الحديث ٤١٣٦ باختصار، ٤٢٦/٧.
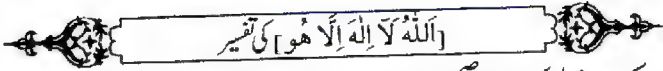
امام ابوبکر اسماعیلی کی اپنی [صحیح] میں روایت کردہ حدیث میں ہے:

فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ السَّيْفَ، فَقَالَ:

"مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟"

اس کے ہاتھ سے تلوار (نیچے) گر گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے تلوار پکڑ لی اور فرمایا:

''تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟''

تو کہنے لگا:

"كُنْ خَيْرَ آخِذٍ."

''آپ بہترین (تلوار) تھامنے والے بنئے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"تَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟"

''تم گواہی دیتے ہو، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟''

کہنے لگا:

''نہیں، لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں، کہ آپ سے (کبھی) لڑائی نہیں کروں گا اور آپ سے لڑنے والی قوم کے ساتھ نہیں ہوں گا۔''

آنحضرت ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا:

"جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ." [1]

---

[1] منقول از: مشكاة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث، رقم الحديث ٥٣٠٥ (١١)، ٣/١٤٦٠. نیز ملاحظہ ہو: رياض الصالحين، باب اليقين والتوكل، ص ٥٠-٥١.

''میں تمہارے پاس بہترین انسان کے ہاں سے آیا ہوں۔''

۴: شاہِ روم قیصر کو:

آنحضرت ﷺ نے شاہِ روم قیصر کو بھی دعوتِ توحید دی۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دعوت ایک گرامی نامے کے ذریعے دی، جو کہ اسے ارسال کیا گیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس مکتوبِ گرامی کو روایت کیا ہے، جس کے الفاظِ مبارکہ حسبِ ذیل ہیں:

''مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ – ﷺ – إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّوْمِ.

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى .

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ. أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّيْنَ.

وَ﴿يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [1]، [2]

''اللہ تعالیٰ کے بندے اور ان کے رسول محمد۔ ﷺ۔ کی جانب سے رومیوں کے سردار ہرقل کی طرف۔

ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلام۔

---

[1] سورة آل عمران / جزء من رقم الآية ٦٤. آیتِ شریفہ کا آغاز بایں الفاظ ہے: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ.....﴾

[2] صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب، جزء من رقم الحديث ٧، ١/ ٣٢.
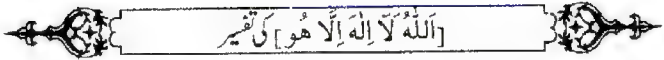
اما بعد، پس یقیناً میں تمہیں دعوتِ اسلام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ (دنیوی واخروی ذلّت وعذاب سے) بچ جاؤ گے، اللہ تعالیٰ تمہیں دُہرا اجر دیں گے۔ اگر تم نے اعراض کیا، تو تم پر کسانوں کا (بھی) گناہ ہے۔

اور [اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف، جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ان کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ اگر وہ منہ پھیر لیں، تو آپ کہہ دیجیے، کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔]

۵: یمنی اہلِ کتاب کے لیے توحید کے ساتھ آغازِ دعوت کا حکم:

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا، تو انہیں وہاں موجود اہلِ کتاب کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دینے کا حکم دیا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

''جب نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف مبعوث کیا، تو ان سے فرمایا:

''إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلٰى أَنْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ تَعَالٰى. فَإِذَا عَرَفُوا ذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ......'' الحديث [1]

[1] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، جزء من رقم الحديث ۷۳۷۲، ۳۴۷/۱۳.

''بے شک آپ اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہیں، سو آپ نے سب سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دینی ہے۔ پس جب وہ اسے پہچان لیں (یعنی تسلیم کرلیں)، تو پھر انہیں خبر دیجیے، کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں...... الحدیث۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

"فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. الحديث [1]

''پس جب آپ ان کے پاس پہنچیں، تو انہیں اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دیجیے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یقیناً محمد ﷺ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''...... الحدیث

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی کے اولین جملے [اَللّٰـهُ لَآ إِلٰـهَ إِلَّا هُـوَ] کے ساتھ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام اور خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان تمام کو، سب سے پہلے، اسی بات کی لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور دعوتِ توحید دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَمِيْعًا خَيْرًا الْجَزَاءِ.

اللہ کریم ہم ناکاروں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تادمِ واپسیں دعوتِ توحید کی خاطر مخلصانہ اور بھرپور جدوجہد کی توفیق عطا فرمائیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب بعث أبي موسى ومعاذ رضي الله عنهما إلى اليمن قبل حجة الوداع، جزء من رقم الحديث ٤٣٤٧، ٨/٦٤.
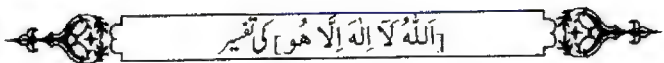
ف: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعوتِ توحید کے لیے اہتمام

نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں بھی جاتے، دعوتِ توحید کا غیر معمولی اہتمام کرتے۔ اس سلسلے میں ذیل میں تین مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

۱: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی رستم کو دعوتِ توحید:

معرکۂ قادسیہ [1] شروع ہونے سے پہلے ایرانی سپہ سالار رستم نے اسلامی لشکر کے امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک عاقل و عالم شخص بھیجنے کے لیے پیغام ارسال کیا، تاکہ وہ اس سے کچھ باتوں کے بارے میں دریافت کر سکے۔

حضرت سعد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے رُوبرو دینِ حق (یعنی اسلام) کا ذکر کیا، تو رستم نے پوچھا:

"فَمَا هُوَ؟"

"پس وہ کیا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا:

"أَمَّا عَمُوْدُهُ الَّذِيْ لَا يَصْلُحُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِهِ، فَشَهَادَةُ أَنْ: [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا ـ ﷺ ـ رَسُوْلُ اللّٰهِ].

---

[1] (معرکۂ قادسیہ): یہ معرکہ ایرانیوں کے ساتھ ہوا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور ایرانیوں کا قائد رستم تھا۔ دورانِ معرکہ رستم اور اس کے کم و بیش بیس ہزار لشکری مارے گئے اور باقی فوج نے مدائن کی طرف راہِ فرار لی۔ علامہ خلیفہ بن خیاط کی رائے میں یہ معرکہ ۱۵ ہجری میں اور استاذ محمود شاکر کی رائے میں ۱۴ ہجری میں ہوا۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۲۹ـ۱۳۲؛ والتاریخ الإسلامي (الخلفاء الراشدون والعهد الأموي) ۳/۱۷۳ـ۱۷۷).

وَالْإِقْرَارُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ . " ❶

"اس (یعنی دینِ اسلام) کا ستون، جس کے بغیر اس کی کوئی بات درست قرار نہیں پاتی، تو وہ (اس بات کی) گواہی دینا ہے، کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

اور جو کچھ وہ (یعنی آنحضرت ﷺ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں، اس کا اقرار کرنا۔"

۲: ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کی رستم کو دعوتِ توحید:

رستم ہی کی فرمائش پر حضرت سعد نے اس کے بعد حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما کو اس کی جانب روانہ کیا۔ رستم اُن سے کہنے لگا:

" مَا جَاءَ بِكُمْ؟"

"تمہیں کون سی چیز لائی ہے؟" (یعنی تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟)

ربعی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَمِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا إِلٰى سَعَتِهَا،

وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلٰى عَدْلِ الْإِسْلَامِ . " ❷

"اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں بھیجا ہے، تاکہ ہم، جسے وہ چاہیں، اُس کو بندوں کی عبودیت سے، اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف نکال دیں،

اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی جانب

اور ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف (نکال لے جائیں)۔"

❶ البداية والنهاية ٩/ ٦٢١۔ ❷ المرجع السابق ٩/ ٦٢١۔٦٢٢۔

۳: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رومی سردار جرجہ کو دعوتِ توحید:

شامی محاذ پر معرکہ یرموک ❶ زوروں پر تھا۔ ایک رومی سردار جَرَجہ اپنے گھوڑے پر سوار اپنے لشکر سے نکلا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دونوں کے گھوڑے آپس میں اس قدر قریب ہوئے، کہ ان کی گردنیں ایک دوسرے کو چھو رہی تھیں۔

رومی سردار نے کچھ سوالات حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھے۔ انہی سوالوں میں سے جَرَجَہ نے ایک سوال یہ بھی دریافت کیا:

"یَا خَالِدُ! إِلَامَ تَدْعُوْنَ؟"

''اے خالد! آپ کس چیز کی جانب دعوت دیتے ہو؟''

انہوں نے جواب دیا:

"إِلٰی شَهَادَةِ أَنْ:

[لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا ـ ﷺ ـ عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَالْإِقْرَارِ بِمَا جَآءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.]" ❷

''اس (بات) کی گواہی (دینے) کی جانب، کہ

[اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ـ ﷺ ـ ان کے بندے اور ان کے رسول ہیں

اور اللہ عزوجل کی جانب سے جو کچھ وہ لائے ہیں، اُس کا اقرار کرنا۔]

---

❶ (معرکہ یرموک): یہ معرکہ رومیوں کے ساتھ ہوا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کا قائد باہان تھا۔ شدید لڑائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی اور ان کی ایک بہت بڑی تعداد اس لڑائی میں ماری گئی۔ علامہ خلیفہ بن خیاط کی رائے میں یہ معرکہ ۱۵ھ میں ہوا۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۳۰۔۱۳۱).

❷ البداية والنهاية ۹/۵۶۲۔۵۶۳.

-۲-

﴿اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ کی تفسیر
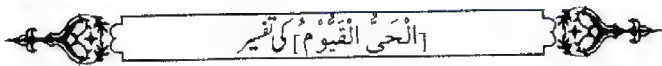
ا: [اَلْحَیُّ] کا معنٰی
ب: وصفِ الٰہی [اَلْحَیُّ] والی دیگر آیات میں سے چار
ج: اسمِ مبارک [اَلْحَیُّ] کی شان وعظمت
د: [اَلْحَیُّ] کے معنٰی والی دو نصوص
ہ: اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا [مرنے والا] ہونا
و: [سید الخلق ﷺ] کی زندگی کا ازلی اور ابدی نہ ہونا
ز: [اَلْحَیُّ] کا پہلے جملے سے تعلق
ح: [الْقَیُّوْمُ] کا وزن اور معنٰی
ط: [تمام مخلوقات کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ موجود ہونے] کے متعلق دیگر نصوص
ی: اسم [الْقَیُّوْمُ] کی شان وعظمت
ک: [الْقَیُّوْمُ] کا پہلے جملے سے تعلق

ا: [اَلْحَیُّ] کا معنٰی

اس سے مراد...... واللہ تعالیٰ اعلم...... وہ ذاتِ بلند و بالا، کہ جن کی زندگی ذاتی اور دائمی ہے۔ [ذاتی زندگی] سے مقصود، کہ انہیں زندگی کسی اور نے نہیں دی اور [دائمی زندگی] سے مراد، کہ ان کی زندگی میں تسلسل اور دوام ہے، انقطاع و زوال نہیں، نہ پہلے، نہ بعد میں۔

سات علماء کے بیانات:

۱: امام قتادہ نے بیان کیا:

"اَلْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ."❶

"[الحي] وہ ذات، جو فوت نہیں ہوتی۔"

۲: امام سدی نے بیان کیا:

"اَلْمُرَادُ بِالْحَيِّ اَلْبَاقِي ."❷

"[اَلْحَيُّ] سے مراد باقی رہنے والے۔"

۳: امام طبری رقم طراز ہیں:

" فَإِنَّهُ يَعْنِي الَّذِيْ لَهُ الْحَيَاةُ الدَّآئِمَةُ ، وَالْبَقَآءُ الَّذِيْ لَا أَوَّلَ لَهُ بِحَدٍّ ، وَلَا آخِرَهُ لَهُ بِأَمَدٍ ، إِذْ كُلُّ مَا سِوَاهُ ، فَإِنَّهُ وَ إِنْ كَانَ حَيًّا فَلِحَيَاتِهِ أَوَّلٌ مَحْدُوْدٌ ، وَ آخِرٌ مَمْدُوْدٌ ، يَنْقَطِعُ بِانْقِطَاعِ أَمَدِهَا ، وَيَنْقَضِيْ بِقَضَآءِ غَايَتِهَا . " ❸

"بلاشبہ [اَلْحَيُّ] سے مراد وہ ذات، کہ ان ہی کے لیے دائمی زندگی اور ایسی بقا ہے، کہ نہ تو اس کے اول کے لیے کوئی حد ہے اور نہ آخر کے لیے کوئی انتہا، کیونکہ ان کے علاوہ ہر چیز، اگرچہ وہ زندہ ہو، اس کی زندگی کے اول کے لیے حد ہے اور آخر کے لیے انتہا ہے۔ وہ اپنی مدت کے ختم ہونے سے ختم ہوجاتی ہے اور اپنے وقت کے پورے ہونے پر ناپید ہوجاتی ہے۔"

---

❶ بحوالہ: تفسیر القرطبي ۳/۲۷۱.

❷ المرجع السابق ۳/۲۷۱.

❸ تفسیر الطبري ۵/۳۸۶-۳۸۷. نیز ملاحظہ ہو: البحر المحیط ۲/۲۸۷.

۴: امام بغوی نے قلم بند کیا ہے:

"اَلْبَاقِيْ الدَّائِمُ عَلَى الْأَبَدِ." ❶

''وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔''

۵: امام ابن قیم لکھتے ہیں:

"وَلَهُ الْحَيَاةُ كَمَالُهَا فَلِأَجْلِ ذَا
ما لِلْمَمَاتِ عَلَيْهِ مِنْ سُلْطَانٍ" ❷

[اُن ہی کے لیے [زندگی] اپنی انتہائی شکل میں ہے، اسی لیے ان پر موت کا بالکل غلبہ نہیں]۔

۶: حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے:

"اَلْحَيُّ فِيْ نَفْسِهِ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ أَبَدًا." ❸

''وہ فی نفسہ زندہ ہیں، جو کبھی بھی فوت نہیں ہوں گے۔''

۷: قاضی ابوسعود نے لکھا ہے:

"اَلْبَاقِيْ الَّذِيْ لَا سَبِيْلَ عَلَيْهِ لِلْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ." ❹

''باقی رہنے والے، کہ ان پر موت وفنا نہیں۔''

ب: وصفِ الٰہی [اَلْحَيُّ] والی دیگر آیات میں سے چار:

۱: ﴿الٓمّٓ. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ ❺

---

❶ تفسير البغوي ۱/۲۳۸. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر النسفي ۱/۱۲۸۔

❷ القصيدة النونية، رقم البيت ۵۳۸، ۱/۲۳۹.

❸ تفسير ابن كثير ۱/۳۲۰.

❹ تفسير أبي السعود ۱/۲۴۷. نیز ملاحظہ ہو: فتح القدير ۱/۴۱۰؛ وتفسير القاسمي ۳/۳۱۸؛ وأيسر التفاسير ۱/۲۰۲.

❺ سورة آل عمران / الآيتان ۱۔۲.

[الٓمّٓ. اللہ تعالیٰ، ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہمیشہ سے زندہ اور تمام کائنات کی تدبیر کرنے والے ہیں۔]

۲: ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ ❶

[اور چہرے جھک گئے، ہمیشہ زندہ رہنے والے، کائنات کی ہر چیز کو قائم رکھنے والے (اللہ کریم) کے لیے۔]

۳: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ ❷

[اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے، جو کہ فوت نہیں ہوں گے۔]

۴: ﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ❸

[وہ ہی ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں، ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو تم عبادت کو ان ہی کے لیے خالص کر کے انہیں پکارو۔]

ج: اسمِ مبارک [اَلْحَيُّ] کی شان و عظمت:

تین علمائے امت کے اقوال:

۱: شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے میں اسم مبارک [اَلْحَيُّ] تمام صفات کمال کو لازم کر دیتا ہے ❹ اور یہی [اسم اعظم] ❺ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

[فَالْحَيُّ] نَفْسُهُ مُسْتَلْزِمٌ لِجَمِيْعِ الصِّفَاتِ ، وَهُوَ أَصْلُهَا ، وَلِهٰذَا كَانَ أَعْظَمُ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ ﴿اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ

---

❶ سورة طٰه / جزء من الآية ۱۱۱۔

❷ سورة الفرقان / جزء من الآية ۵۸۔

❸ سورة المؤمن / جزء من الآية ۶۵۔

❹ یعنی یہ اسمِ گرامی دیگر تمام کمالات والی صفات کا تقاضا کرتا ہے۔ اس طرح اللہ کریم کے لیے یہ مبارک نام بولنے سے، ان کا تمام بلند و بالا صفات والے، ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ۔

❺ یعنی اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین نامِ مبارک۔

اَلْقَيُّوْمُ﴾ ، وَهُوَ الْاِسْمُ الْأَعْظَمُ ، لِأَنَّهُ مَا مِنْ حَيٍّ إِلَّا وَهُوَ شَاعِرٌ مُرِيْدٌ ، فَاسْتَلْزَمَ جَمِيعَ الصِّفَاتِ . فَلَوِ اكْتَفَى فِي الصِّفَاتِ بِالتَّلَازُمِ لَاكْتَفَى بِـ[الْحَيِّ] . ❶

[اَلْحَيُّ] بجائے خود، تمام صفات کو لازم کرتا ہے، اسی لیے قرآن کریم کی عظیم ترین آیت: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ ہے۔ وہ ہی [اسمِ اعظم] ہے، کیونکہ ہر زندہ، شعور اور ارادے والا ہوتا ہے، اسی لیے وہ تمام صفات کو لازم کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایسی صفت پر اکتفا کرنا ہوتا، جو دیگر صفات کو لازم کرے، تو صفت [اَلْحَيُّ] سے کیا جاتا۔

۲: شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے:

"وَأَنَّهُ [اَلْحَيُّ] الَّذِيْ لَهُ جَمِيْعُ مَعَانِي الْحَيَاةِ الْكَامِلَةِ مِنَ السَّمْعِ ، وَالْبَصَرِ ، وَالْقُدْرَةِ ، وَالْإِرَادَةِ ، وَغَيْرِهَا ، وَالصِّفَاتِ الذَّاتِيَّةِ ." ❷

"[اَلْحَيُّ] وہ ذات (بلند و بالا) ہیں، جن میں کامل زندگی کے تمام معانی: دیکھنا، سننا، قدرت، ارادہ وغیرہ اور صفات ذاتیہ ❸ ہیں۔"

۳: شیخ محمد بن صالح عثیمین رقم طراز ہیں:

"هٰذَانِ اسْمَانِ مِنْ أَسْمَآئِهِ تَعَالٰى: وَهُمَا جَامِعَانِ لِكَمَالِ الْأَوْصَافِ وَالْأَفْعَالِ .

❶ ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی ۳۱۱/۱۸۔ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ۷۸۔ (المطبوع بتحقيق الشيخ أحمد شاكر)۔

❷ تيسير الكريم الرحمٰن ۳۱۳/۱۔ (ط: مركز الصالح بن صالح الثقافي)۔

❸ یعنی وہ صفات، جو انہیں کسی اور نے نہیں دی۔

فَكَمَالُ الْأَوْصَافِ فِي [اَلْحَيُّ] ، وَكَمَالُ الْأَفْعَالِ فِي [اَلْقَيُّوْمِ] ، لِأَنَّ مَعْنٰى [اَلْحَيُّ] ذُوالْحَيَاةِ الْكَامِلَةِ . وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ [اَلْ] الْمُفِيْدَةُ لِلْاِسْتِغْرَاقِ ، وَكَمَالُ الْحَيَاةِ مِنْ حَيْثُ الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ ، وَمِنْ حَيْثُ الْكَمَالِ وَالنَّقْصِ . "[1]

''[اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ]: اللہ تعالیٰ کے اسمائے (مبارکہ) میں سے (دو) نام ہیں اور وہ دونوں اپنے اندر (تمام) اوصاف اور افعال کو سموئے ہوئے ہیں۔ کمالِ اوصاف [اَلْحَيُّ] میں اور کمالِ افعال [اَلْقَيُّوْمُ] میں ہیں، کیونکہ [اَلْحَيُّ] کا معنی کامل زندگی والے اور [اَلْ] استغراق کا فائدہ دینے والا اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا کمال [وجود و عدم] اور [کمال و نقص] دونوں پہلوؤں سے ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے اور ان کی زندگی ہر قسم کے نقص، عیب، خلل اور کوتاہی سے یکسر خالی ہے)۔''

د: [اَلْحَيُّ] کے معنی والی دو نصوص:

۱: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ [2]

(وہی سب سے پہلے ہیں اور سب سے آخر ہیں۔)

۲: مفسرین کے اقوال:

i: علامہ بغوی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] تفسیر آیة الکرسی ص ۷.

[2] سورة الحدید / جزء من الآیة ۳.

"یَعْنِي هُوَ الْأَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ بِلَا ابْتِدَاءٍ ، بَلْ كَانَ هُوَ ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مَوْجُوْدًا .
وَالْآخِرُ بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ بِلَا انْتِهَاءٍ ، تَفْنَى الْأَشْيَاءُ وَيَبْقَى هُوَ . " [1]

[یعنی وہ بلا ابتدا[2] ہر چیز سے پہلے ہیں، بلکہ وہ تو تب سے ہیں، جب کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی۔

اور وہ ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد بھی (رہنے والے) ہیں، ان کا ناپید ہونا نہیں، تمام چیزیں نابود ہو جائیں گی اور وہ ہی باقی رہیں گے۔]

ii: شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

"وَاعْلَمْ أَنَّ فِي قَوْلِهِ: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ دَلَالَةَ قَصْرٍ مِّنْ طَرِيْقِ تَعْرِيْفِ جُزْأَيِ الْجُمْلَةِ . " [3]

["جان لیجیے، کہ بلاشبہ ارشادِ باری تعالیٰ ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾، جملے کے دونوں اجزاء کے (اسمائے) معرفہ ہونے کی بنا پر، حصر پر دلالت کرتا ہے۔"]

یعنی جملے ﴿هُوَ الْأَوَّلُ﴾ میں ﴿هُوَ﴾ معرفہ ہے۔ اور جب جملے کے دونوں اجزاء (مبتدا اور خبر) اسمائے معرفہ ہوں، تو جملہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح ترجمہ یہ ہوگا:

---

[1] تفسیر البغوي ٤/ ٢٩٣۔ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البحر المحیط ٨/ ٢١٦؛ و بدائع التفسیر ٣/ ١٢٧؛ والعقیدۃ الطحاویۃ و شرحھا ص ٦٦؛ (بتحقیق الشیخ أحمد شاکر)؛ و تیسیر الکریم الرحمٰن ص ٨٣٧. (ط: الرسالۃ).

[2] یعنی اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے لیے کوئی وقتِ آغاز نہیں، کہ وہ اس سے پہلے نہیں تھے۔

[3] تفسیر التحریر والتنویر ٢٧/ ٣٦١.

[وہی سب سے پہلے ہیں اور سب سے پیچھے ہیں۔]

۲: امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"(حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا خادم طلب کرنے کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا:

تم کہو:

" اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ! رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ!.....

[اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے رب! عرشِ عظیم کے رب! ہمارے رب اور ہر چیز کے رب!

(اسی دُعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

" أَنْتَ الْأَوَّلُ ، فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ."

"وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ .... الحديث. [1]

[آپ ہی سب سے پہلے ہیں، سو آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور آپ ہی سب سے آخر ہیں، پس آپ کے بعد کوئی چیز نہیں] ...... الحدیث

حدیث شریف کے حوالے سے دو باتیں:

---

[1] جامع الترمذي ، أبواب الدعوات، باب ، جزء من رقم الحديث ۳۷۱۲، ۹/ ۳۱۸. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۳/ ۱٦٤). امام حاکم نے بھی اسے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسے [صحیحین کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين ۳/ ۱٥۷؛ والتلخيص ۳/ ۱٥۷).

نوٹ: ...... مکمل حدیث اور اس کا ترجمہ راقم السطور کی کتاب اذکار نافعہ ص ۱۵۳ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

i: ﴿أَنْتَ الْأَوَّلُ﴾ میں مبتدا ﴿أَنْتَ﴾ اور خبر ﴿الْأَوَّلُ﴾ دونوں کے معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ جملہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح جملے کا معنیٰ ہوگا:

[آپ ہی سب سے پہلے ہیں]۔

اسی طرح ﴿وَأَنْتَ الْآخِرُ﴾ کا معنیٰ ہوگا:

[اور آپ ہی سب سے آخر ہیں]۔ [1]

ii: ﴿أَنْتَ الْأَوَّلُ﴾ فرمانے کے بعد ﴿فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ﴾

[سو آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں]،

کے ساتھ پہلے جملے میں موجود حصر، کہ [اللہ تعالیٰ کے پہلے کوئی بھی موجود نہیں] کی تاکید کی گئی ہے۔

اسی طرح ﴿وَأَنْتَ الْآخِرُ﴾ فرمانے کے بعد ﴿فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ﴾

[پس آپ کے بعد کوئی چیز نہیں]،

کے ساتھ سابقہ جملے میں موجود حصر، کہ [اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی بھی نہیں] کی تاکید کی گئی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

ہ: اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا [مرنے والا] ہونا:

اللہ تعالیٰ کے سوا ازلی، ابدی، سرمدی اور دائمی زندگی کسی کی بھی نہیں۔ ان کے علاوہ ہر موجود چیز، پہلے معدوم تھی۔

اسی طرح ان کے سوا ہر موجود چیز، فنا اور ہلاک ہونے والی ہے اور ہر زندہ، مرنے والا ہے۔

پانچ نصوص:

قرآن و سنّت میں اس حقیقت کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں

---

[1] ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۹/۲۴۳.

ذیل میں پانچ نصوص ملاحظہ فرمائیے:

۱: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ❶

[ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور روزِ قیامت تمہیں [تمہارے اعمال کا] پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔]

۲: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ❷

[ان کے چہرے کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ ان ہی کے لیے حکمرانی ہے اور ان ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔]

۳: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ❸

[ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔]

۴: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ❹

[ہر چیز جو اس (یعنی زمین) پر ہے، فنا ہونے والی ہے اور آپ کے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو جلال اور عزت والا ہے۔]

۵: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ:

"بلاشبہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:

"أَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ، الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوْتُوْنَ." ❺

❶ سورة آل عمران / جزء من الآية ١٨٥.
❷ سورة القصص / جزء من الآية ٨٨.
❸ سورة العنكبوت / الآية ٥٧.
❹ سورة الرحمٰن / الآيتان ٢٦_٢٧.
❺ صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾......، رقم الحديث ٧٣٨٣، ١٣ / ٣٦٨_٣٦٩.

[''میں آپ کی عزت کے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں،

وہ ذات، کہ ان کے سوا کوئی معبود نہیں،

وہ جو، کہ فوت نہیں ہوتے

اور جن وانس فوت ہوتے ہیں۔'']

شیخ عبداللہ غنیمان [وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ] کی شرح میں رقم طراز ہیں:

" اَلْمَقْصُوْدُ بِذِکْرِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ: جِنْسُ الْخَلْقِ ، وَالْمَعْنٰی: أَنَّ الْخَلْقَ کُلَّهُمْ یَمُوْتُوْنَ وَلَا یَبْقٰی إِلَّا الْحَيُّ الْقَیُّوْمُ . " [1]

[''جن وانس کے ذکر کرنے سے مقصود ساری کی ساری مخلوق ہے اور معنیٰ یہ ہے، کہ تمام مخلوقات مرنے والی ہیں اور [اَلْحَيُّ الْقَیُّوْمُ] کے سوا کوئی باقی رہنے والا نہیں۔'']

و: سید الخلق ﷺ کی زندگی کا ازلی اور ابدی نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے بلند و بالا اور انہیں سب سے زیادہ پیارے اور محبوب ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے ازلی اور دائمی زندگی ہوتی، تو سب سے پہلے اُن کی ہوتی، لیکن ان کے لیے بھی ایسی زندگی نہیں تھی۔ وہ ولادت سے پہلے نہیں تھے اور دنیا میں تشریف لانے کے بعد فوت ہوگئے۔ اسی سلسلے میں کتاب وسنّت کی چار نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱: ارشادِ ربانی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ﴾ [2]

---

[1] شرح کتاب التوحید ۱/ ۱۳۲.
[2] سورة آل عمران/ الآية ۱٤٤.

[اور محمد ۔ ﷺ ۔ صرف ایک رسول ہیں۔ یقیناً ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں، تو تم لوگ الٹے پاؤں (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو (دین سے) الٹے پاؤں پھر جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے۔]

۲: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِن مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ. كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً وَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ❶

[اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لیے دوام نہیں رکھا۔ کیا اگر آپ فوت ہو جائیں گے، تو وہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور ہم تمہیں بطورِ آزمائش برے اور بھلے حالات میں ڈالتے ہیں اور ہماری ہی جانب تمہارا لوٹ کر آنا ہے۔]

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ ❷

[بلاشبہ آپ فوت ہو جائیں گے اور یقیناً وہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔]

۴: امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''جبریل ۔ علیہ السلام ۔ تشریف لائے اور فرمایا:

---

❶ سورة الأنبياء / الآيتان ٣٤-٣٥.

❷ سورة الزمر / الآية ٣٠.

"یَا مُحَمَّدُ ﷺ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَیِّتٌ.
وَأَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ، فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ.
وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ، فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ."
ثُمَّ قَالَ:
"یَا مُحَمَّدُ ﷺ! شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ، وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ." ❶

["اے محمد ﷺ! آپ جتنی دیر پسند کریں، زندہ رہ لیجیے، (لیکن) آپ نے یقیناً مرنا ہے
اور آپ جس سے چاہیں، محبت کر لیجیے، بلاشبہ آپ نے اُس سے جدا ہونا ہے
اور آپ جو پسند کریں، عمل کر لیجیے، بلاشک آپ کو اس کی جزا دی جائے گی۔"
پھر انہوں نے کہا:
"اے محمد ﷺ! مومن کے لیے (باعثِ) شرف رات کا قیام (یعنی نمازِ تہجد) ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔"]

ز: [اَلْحَيُّ] کا پہلے جملے سے تعلق:

پہلے جملے [اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ] میں اس بات کا اعلان ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی عبادت کے تنہا مستحق ہیں اور اس کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ وہ [اَلْحَيُّ]

❶ المستدرك علی الصحیحین، کتاب الرقاق، ۴/ ۳۲۵. امام حاکم نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴/ ۳۲۵؛ والتلخیص ۴/ ۳۲۵).

ہیں۔اس استدلال کی تفصیل یہ ہے، کہ عبادت کا حق دار وہ ہے، جس کی [زندگی ازلی اورابدی] ہو اور ایسی زندگی والے صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔ان کے سوا کوئی اور ایسا نہیں، لہٰذا عبادت کا مستحق بھی ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔اسی بارے میں شیخ ابن عاشور لکھتے ہیں:

"وَالْمَقْصُوْدُ إِثْبَاتُ الْحَيَاةِ، وَإِبْطَالُ اِسْتِحقَاقِ آلِهَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَصْفَ الْإِلٰهِيَّةِ، لِانْتِفَاءِ الْحَيَاةِ عَنْهُمْ، كَمَا قَالَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ﴾". [1]

''مقصود (اللہ تعالیٰ کے لیے) زندگی کا ثابت کرنا اور مشرکوں کے معبودوں سے الوہیت کی نفی کرنا ہے، کہ وہ (ازلی اور ابدی) زندگی والے نہیں، جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

[ترجمہ: اے میرے ابا! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں، جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے؟'']

خطبۂ صدیقی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر اپنے خطبے میں [ازلی ابدی زندگی] اور [عبادت کے استحقاق] کے باہمی تعلق کو خوب اچھی طرح واضح کیا۔امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

''بلاشبہ ابوبکر۔رضی اللہ عنہ۔ تشریف لائے اور (تب) عمر۔رضی اللہ عنہ۔ لوگوں سے گفتگو کررہے تھے۔انہوں نے فرمایا:''اے عمر۔رضی اللہ عنہ۔ بیٹھ جاؤ۔''

عمر۔رضی اللہ عنہ۔ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔لوگوں نے عمر۔رضی اللہ عنہ۔ کو چھوڑا اور ان کی

[1] تفسیر التحریر والتنویر ۳/۱۷.

طرف متوجہ ہوگئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أَمَّا بَعْدُ، مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ...... ﷺ...... فَإِنَّ مُحَمَّدًا ۔ﷺ۔ قَدْ مَاتَ.

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ.

قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ .... إِلٰى قَوْلِهِ .... الشّٰكِرِيْنَ﴾ "[1]

''امابعد! آپ لوگوں میں سے جو کوئی محمد...... ﷺ...... کی عبادت کیا کرتا تھا، تو (جان لے، کہ) بلاشبہ محمد ﷺ یقیناً فوت ہو چکے ہیں اور آپ لوگوں میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا، تو (سن لے کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ ازلی ابدی زندگی والے، (کبھی) نہ فوت ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[ترجمہ: اور محمد۔ ﷺ۔ صرف ایک رسول ہیں۔ یقیناً ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ــــ شکر کرنے والے...... تک]

انہوں (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا:

"وَاللّٰهِ! لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُوْبَكْرٍ ...... رضی اللہ عنہ ......، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ. فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوْهَا."

''اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً (ایسے معلوم ہوتا تھا،) کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس آیت کی تلاوت کرنے تک لوگوں کو یہ علم ہی نہیں تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا ہوا ہے۔ سب لوگوں نے ان (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے اُسے

[1] سورة آل عمران/ الآية ١٤٤.

لے لیا۔ (اس کے بعد) میں نے سب لوگوں کو اُسی کی تلاوت کرتے ہوئے سنا:

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"وَاللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَابَكْرٍ ...... رضی اللہ عنہ ...... تَلَاهَا، فَعَقِرْتُ، حَتّٰى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَ حَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ." [1]

''اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوبکر...... رضی اللہ عنہ ...... کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سُن کر میں اس قدر حیرت زدہ ہوا، کہ میرے قدموں میں میرے جسم کو اٹھانے کی سکت نہ رہی اور یہاں تک، کہ جب میں نے انہیں اُسے پڑھتے ہوئے سنا، تو میں زمین پر گر پڑا۔ مجھے معلوم ہوگیا، کہ بلاشبہ نبی کریم ﷺ یقیناً فوت ہوچکے ہیں۔''

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ پہلے اور بعد، ہر قسم کے انقطاع کے بغیر کامل زندگی، صرف اللہ خالق جل جلالہ کی ہے۔ ان کے علاوہ کسی کی بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس قسم کی تنہا، منفرد اور یکتا زندگی کا ہونا، اس بات کے دلائل میں سے ایک ہے، کہ وہ ہر قسم کی عبادت کے حق دار ہونے میں بھی وحدہٗ لاشریک ہیں۔

ح: [القَیُّوْمُ] کا وزن اور معنیٰ:

[القَیُّوْمُ] لفظ [قِیَامٌ] سے [فَیْعُوْلٌ] کا وزن ہے اور اس کا معنیٰ ...... واللہ تعالیٰ أعلم ...... یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود، بقا اور تدبیر انہی کے دستِ قدرت سے ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته، جزء من رقم الحديث ٤٤٥٤، ٨/١٤٥.

چار علماء کے بیانات:

۱: امام طبری لکھتے ہیں:

''ارشادِ تعالیٰ [الْقَیُّوْمُ] لفظ [قِیَام] سے [فَیْعُوْلٌ] (کا وزن) ہے اور اس کا اصلی لفظ [اَلْقَیْوُوْمُ] ہے۔''❶

امام طبری مزید لکھتے ہیں: ''ارشادِ تعالیٰ [الْقَیُّوْمُ] کا معنٰی:

''اَلْقَائِمُ بِرِزْقِ مَا خَلَقَ وَحِفْظِهٖ.''❷

[اپنی مخلوق کو رزق دینے اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرمانے والے ہیں۔]

امام طبری نے امام ربیع سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''قَیِّمُ کُلِّ شَيْءٍ، یَکْلَوُهٗ، وَیَرْزُقُهٗ، وَیَحْفَظُهٗ.''❸

[ہر چیز کا نظم و نسق چلانے والے، کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتے، اسے رزق دیتے اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔]

۲: علامہ ابوحیان اندلسی رقم طراز ہیں:

[الْقَیُّوْمُ] [فَیْعُوْل] کے وزن پر ہے۔ اس کا اصلی لفظ [قَیْوُوْم] ہے، (جس میں دو حروف [یاء] اور [واؤ] جمع ہوئے ہیں اور ان میں سے پہلے [حرف یاء] پر [سکون] ہے، اس لیے (حرف) [واو] کو [یاء] میں تبدیل کرکے (پہلے حرف یاء) کو اس میں مدغم کردیا گیا۔''❹

---

❶ تفسیر الطبري ٥/ ٣٨٨.

❷ المرجع السابق ٥/ ٣٨٨.

❸ المرجع السابق ٥/ ٣٨٨.

❹ البحر المحیط ٢/ ٢٨٧. نیز دیکھئے: تفسیر المحرّر الوجیز ٢/ ٢٧٤؛ وتفسیر القرطبي ٣/ ٢٧٢؛ وفتح القدیر ١/ ٤١٠.

علامہ ابوحیان مزید لکھتے ہیں:

''اس کے معنی کے بارے میں امام قتادہ نے بیان کیا:

"اَلْقَآئِمُ بِتَدْبِیْرِ خَلْقِهِ ." ❶

[اپنی مخلوق (کے معاملات) کی تدبیر کرنے والے ہیں۔]

۳: امام ابن قیم نے اپنے [القصيدة النونية] میں قلم بند کیا ہے:

"هٰــذَا ، وَمِــنْ أَوْصَــافِــهِ الْـقَيُّـوْمُ وَالْ
قَيُّــوْمُ فِــي أَوْصَــافِــهِ أَمْــرَانِ
إِحْــدٰهُــمَــا الْقَيُّــوْمُ قَــامَ بِــنَفْسِــهِ
وَالْــكَــوْنُ قَــامَ بِــهٖ هُــمَــا الْأَمْــرَانِ
فَــالْأَوَّلُ اسْــتِــغْــنَــآؤُهُ عَــنْ غَيْــرِهٖ
وَالْــفَــقْــرُ مِــنْ كُــلِّ إِلَيْــهِ الثَّــانِيْ
وَالْــوَصْفُ بِــالْقَيُّوْمِ ذُوشَأْنٍ عَظِيْمٍ هٰكَذَا
مَــوْصُــوْفُــهٗ أَيْــضًــا عَــظِيْــمُ الشَّــانِ ." ❷

[مزید برآں، ان کے اوصاف میں سے [اَلْقَیُّوْمُ] ہے، اور [اَلْقَیُّوْمُ] میں دو باتیں ہیں:

ان دو میں سے ایک یہ، کہ وہ از خود قائم ہیں اور دوسری یہ کہ (پوری) کائنات کا قیام ان کے ساتھ ہے۔ وہ دو باتیں ہیں:

پہلی، کہ وہ اپنے سوا ہر کسی سے مستغنی ہیں اور دوسری کہ تمام (مخلوق) ان

---

❶ منقول از: البحر المحيط ۲/ ۲۸۷. امام الزجاج نے بھی [القَیُّوْمُ] کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: زاد المسير ۱/ ۳۰۲).

❷ القصيدة النونية، الأبيات ۳۳۵۳۔ ۳۳۵۶، ۳/ ٤١٦ .

کی محتاج ہیں۔

[اَلْقَیُّوْمُ] کی صفت والا ہونا بہت بڑی شان وعظمت والی بات ہے۔اس طرح اس صفت والے (اللہ تعالیٰ) بھی بہت بڑی شان والے ہیں۔]

۴: حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں:

اَلْقَیِّمُ لِغَیْرِہٖ ، فَجَمِیْعُ الْمَوْجُوْدَاتِ مُفْتَقِرَۃٌ إِلَیْہِ ، وَھُوَ غَنِيٌّ عَنْھَا ، وَلَا قِوَامَ لَھَا بِدُوْنِ أَمْرِہٖ ۔ ❶

اپنے سوا دیگر سب (چیزوں) کو قائم رکھنے والے، اسی لیے سب موجود (چیزیں) ان کی محتاج ہیں اور وہ اُن سے بے نیاز ہیں۔ان کے حکم کے بغیر ان (سب چیزوں) کا قیام نہیں (یعنی نہ تو از خود وجود میں آ سکتی ہیں اور نہ ہی وجود میں آنے کے بعد اپنے تئیں باقی رکھ سکتی ہیں)۔

ط: [تمام مخلوقات کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ موجود ہونے] کے متعلق چھ نصوص:

قرآن وسنّت کی متعدد نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ کائنات کی تمام چیزوں کا وجود، بقا اور حفاظت حکمِ الٰہی ہی سے ہے۔اللہ تعالیٰ کے بغیر ان کا کچھ بھی نہیں ہے۔اسی بارے میں چھ نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: پرندوں کا فضا میں حکمِ الٰہی سے ہونا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ م بَصِیْرٌ﴾ ❷

[کیا انہوں نے اپنے اُوپر اُڑتے ہوئے پرندوں کو پَر پھیلائے ہوئے اور

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۳۰. نیز دیکھئے: أیسر التفاسیر ۱/ ۲۰۳.

❷ سورۃ الملک / الآیۃ ۱۹.

سکیڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ انہیں رحمٰن کے سوا کوئی اور تھامے ہوئے نہیں ہوتا۔ بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والے ہیں۔]

۲: پرندوں ہی کے بارے میں مزید فرمایا:

﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ [1]

[کیا انہوں نے فضائے آسمانی میں مسخر کیے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انہیں (گرنے سے) روکے نہیں رکھتا۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں۔]

۳: آسمان اور زمین کا حکمِ الٰہی سے استقرار:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ [2]

[اور ان کی نشانیوں میں سے ہے، کہ آسمان و زمین ان کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے نکلنے کے لیے پکاریں گے، تو تم سب یک بارگی نکل پڑو گے۔]

۴: ان کے سوا کسی اور کا آسمانوں اور زمین کا تھامنے والا نہ ہونا:

ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾ [3]

---

[1] سورة النحل / الآية ٧٩.
[2] سورة الروم / الآية ٢٥.
[3] سورة فاطر / الآية ٤١.

[یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے تھام رکھا ہے۔ اگر وہ دونوں گر جائیں، تو ان (یعنی اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی انہیں تھامنے والا نہیں۔ بلاشبہ وہ بہت بردبار اور بڑے معاف فرمانے والے ہیں۔]

۵: ا: شمس و قمر اور لیل و نہار کا نظامِ ربانی کا پابند ہونا:
ب: کشتی اور اس جیسی دیگر چیزوں کا حکمِ الٰہی سے سواری کے کام آنا:

آیاتِ شریفہ:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ. وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ. لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ. وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ. وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ. وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ. اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾[1] م

[اور سورج اپنے ایک مقرر راستے پر چل رہا ہے وہ بڑے زبردست اور خوب جاننے والے (اللہ کریم) کا نظام ہے اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں، (جن سے وہ گزرتا ہے،) یہاں تک کہ وہ (آخر میں) کھجور کی قدیم پتلی شاخ کی مانند ہوجاتا ہے۔ آفتاب کے لیے یہ ممکن نہیں، کہ وہ ماہتاب کو جالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے، کہ ہم نے ان کی نسل کو ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کردیا اور ہم نے

[1] سورة يٰس / الآيات ٣٨-٤٤.

ان کے لیے کشتی جیسی دوسری چیزیں پیدا کیں، جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں، تو انہیں غرق کر دیں، پھر ان کی فریاد کے لیے کوئی پہنچنے والا نہیں اور نہ وہ بچائے جائیں گے۔ مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانے کی وجہ سے۔]

۶: آسمانوں، زمین اور ان میں موجود ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا:

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُوْ مِنَ اللَّيْلِ:

"نبی کریم ﷺ رات کو (حسب ذیل) دُعا کیا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ. لَكَ الْحَمْدُ.

أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ..... الحديث ❶

[اے اللہ! آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے۔ آپ ہی آسمانوں اور زمین کے رب ہیں۔ آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے۔

آپ ہی آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہیں، کے قیم ہیں...... الحدیث

ایک دوسری روایت میں ہے: "قِيَامُ السَّمٰوٰتِ." ❷

ایک اور روایت میں ہے: "قَيُّوْمُ." ❸

شیخ عبداللہ الغنیمان لکھتے ہیں:

"وَالْقَيِّمُ مَعْنَاهُ: اَلْقَائِمُ بِأُمُوْرِ الْخَلْقِ، وَمُدَبِّرُهُمْ، وَمُدَبِّرُ الْعَالَمِ فِيْ جَمِيْعِ أَحْوَالِهِ." ❹

---

❶ صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ﴾، جزء من رقم الحديث ۷۳۸۵، ۱۳/ ۳۷۱.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/ ۴. ❸ ملاحظہ ہو: شرح كتاب التوحيد ۱/ ۱۴۸.

❹ المرجع السابق ۱/ ۱۴۸.
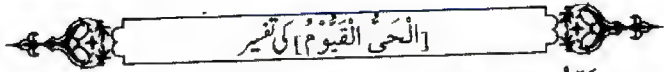
[''اَلْقَیِّمُ کا معنیٰ: مخلوق کے معاملات کو قائم کرنے اور ان کی تدبیر کرنے والے اور سارے جہاں کا اس کی تمام حالتوں میں نظم و نسق سنبھالنے والے۔'']

امام قتادہ [اَلْقِیَامُ] کی شرح میں رقم طراز ہیں:

''اَلْقَائِمُ بِنَفْسِهٖ بِتَدْبِيْرِ خَلْقِهٖ، اَلْمُقِيْمُ لِغَيْرِهٖ.'' [1]

[از خود اپنی مخلوق کی تدبیر فرمانے والے، اپنے سوا دیگر چیزوں کو قائم رکھنے والے۔]

ان نصوص کے حوالے سے چار باتیں:

1: کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اللہ جل جلالہ کے ساتھ ہے۔ کمزور سے کمزور اور طاقت ور ترین، سب چیزوں کا وجود و بقا ان ہی کے فضل و کرم سے ہے۔ جب وہ کمزور ترین چیز، جیسے چڑیا کو، باقی رکھیں، تو اُسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ اگر وہ طاقت ور ترین چیز، جیسے آسمان و زمین، کو ہٹا اور مٹا دیں، تو کوئی انہیں سہارا نہیں دے سکتا۔

2: اس حقیقت میں انتہائی درجے کے ناتواں اور ضعیف شخص کے لیے حقیقی اطمینان اور تسلی ہے، کہ جب تیرا معاملہ رب قیوم کے ساتھ درست ہے، تو ساری کائنات مل کر بھی تجھے گرا نہیں سکتی۔

مزید برآں اس میں زور آور ترین شخص کے لیے بھی تنبیہ ہے، کہ غرور و تکبر نہ کر۔ تو اور تیرا سارا زور اور قوت ان کے حکم سے ہے۔ وہ جب چاہیں، تیرا زور و قوت ہی نہیں، بلکہ تیرا نام و نشان بھی، مٹ جائے۔

[1] منقول از: فتح الباري ۳/ ٤.
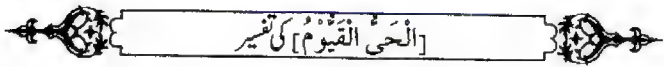
۳: شمس و قمر اور شب و روز اپنی عظمت کے باوجود ربِّ قیّوم کے نظام کی حرف بہ حرف پیروی کرتے ہیں۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اُس سے سرمو انحراف نہیں کرتے۔

اے انسان!

ربِّ قیّوم کی جانب سے قرآن و سنت میں تیرے لیے بھی ایک متعین کردہ نظامِ زندگی اور لائحۂ عمل ہے۔ کیا تیرے لیے شمس و قمر اور لیل و نہار کے طلوع و غروب اور آنے جانے میں عبرت و نصیحت نہیں، کہ اتنی بڑی مخلوقات ربّ قیوم کے نظام کی کس دقت اور باریک بینی سے پابندی کر رہی ہیں اور تو کس طرح شترِ بے مہار......

۴: سمندر میں لوگوں کو لے جانے اور لانے کے لیے کشتی اور اسی نوعیت کی دوسری چیزوں کی نعمت ربِّ قیوم کے حکم سے ہے۔ وہ جب چاہیں، اس نعمت کو زحمت میں اس طرح تبدیل کر دیں، کہ وہ اپنے سوار ہونے والوں کے غرق ہونے کا سبب بن جائے اور پھر ربِّ قیّوم کے علاوہ کوئی دادرسی کرنے والا بھی نہ ہو۔

اے انسان! تو ربِّ قیّوم کی عطا کردہ نعمتوں پر سرکشی کیوں اختیار کرتا ہے؟ کیا کشتی کے معاملے میں تیرے لیے درس و تنبیہ نہیں، کہ جس ذات بلند و بالا کے فضل و کرم کے ساتھ وہ نعمت ہے، وہی ذات بزرگ و برتر اسی نعمت کو کسی بھی لمحے، تیری تباہی اور بربادی کا سبب بنا سکتے ہیں؟

ح: اِسمِ مبارک [اَلْقَيُّوْمُ] کی شان و عظمت:

علمائے امت نے ربِّ کریم کے اسمِ گرامی [اَلْقَيُّوْمُ] کے مقام و مرتبہ کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں دو علماء کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

۱: قاضی ابن ابی العز حنفی لکھتے ہیں:

"فَعَلٰی هٰذَيْنِ الْاِسْمَيْنِ - [اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ]- مَدَارُ الْأَسْمَآءِ

الْحُسْنٰی کُلِّهَا، وَإِلَيْهَا تَرْجِعُ مَعَانِيْهَا.“❶

”تمام اسمائے حسنیٰ کا مدار ان دونا موں [اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ] پر ہے اور ان (سب) کے معانی ان دونوں ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔“

قاضی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا [الْقَيُّوْمُ] فَهُوَ مُتَضَمِّنٌ كَمَالَ غِنَاهُ، وَكَمَالَ قُدْرَتِهِ، فَإِنَّهُ الْقَوِيْمُ بِنَفْسِهِ، فَلَا يَحْتَاجُ إِلٰى غَيْرِهِ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ. اَلْمُقِيْمُ لِغَيْرِهِ، فَلَا قِيَامَ لِغَيْرِهِ إِلَّا بِإِقَامَتِهِ، فَانْتَظَمَ هٰذَانِ الْإِسْمَانِ صِفَاتِ الْكَمَالِ أَتَمَّ انْتِظَامٍ.“❷

”[الْقَيُّوْمُ] (اسم مبارک) وہ اپنے اندر کمالِ غنی اور کمالِ قدرت سموئے ہوئے ہے، سو وہ بلاشبہ اپنی وجہ سے قائم ہیں، وہ اپنے علاوہ کسی کے بھی، کسی بھی اعتبار سے، محتاج نہیں ہیں۔ اپنے سوا سب کو قائم کرنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کا بھی ان کے بغیر قیام نہیں۔ اس طرح ان دونوں ناموں نے اپنے اندر صفاتِ کمال کو بہترین انداز میں سمو رکھا ہے۔“]

۲: شیخ عبدالرحمٰن سعدی نے قلم بند کیا ہے:

”إِنَّ [الْقَيُّوْمُ] تَدْخُلُ فِيْهِ جَمِيْعُ صِفَاتِ الْأَفْعَالِ، لِأَنَّهُ الْقَيُّوْمُ الَّذِيْ قَامَ بِنَفْسِهِ، وَاسْتَغْنٰى عَنْ جَمِيْعِ مَخْلُوْقَاتِهِ، وَقَامَ بِجَمِيْعِ مَوْجُوْدَاتٍ، فَأَوْجَدَهَا وَأَبْقَاهَا، وَأَمَدَّهَا بِجَمِيْعِ مَا تَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِيْ وَجُوْدِهَا وَبَقَائِهَا.“❸

---

❶ شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ٧٨. (ط: وزارة الشؤون الإسلامية الرياض، بتحقيق احمد محمد شاكر).

❷ المرجع السابق ص ٧٨.

❸ ملاحظہ ہو: تيسير الكريم الرحمٰن ١ / ٢٠٢. (ط: جدہ).
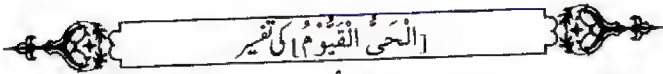
[بلاشبہ سب صفاتِ افعال [اَلْقَیُّوْمُ] میں داخل ہیں، کیونکہ [اَلْقَیُّوْمُ] وہ ہیں، جو خود قائم ہیں اور اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں۔ انہوں نے ساری موجودات کو قائم کیا، انہیں وجود میں لائے، انہیں باقی رکھا اور انہیں اپنے وجود و بقا کے لیے جو کچھ درکار ہے، وہ انہیں مہیا فرمایا۔]

ط: [اَلْقَیُّوْمُ] کا پہلے جملے سے تعلق:

اس مقام پر [اَلْقَیُّوْمُ] کے ذکر میں (اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ) [1] کی دوسری دلیل ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے، کہ جب وہ ساری مخلوق کے رزق، حفاظت اور نگہبانی کا بندوبست، کسی شریک، ساجھی، ہمسر، نظیر اور مثیل کے بغیر کرتے ہیں، تو کسی بھی قسم کی عبادت میں کیسے کوئی ان کا شریک یا حصے دار بن سکتا ہے؟

[1] [یعنی کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی الوہیت اور ہر نوع کی عبادت کے تنہا اور منفرد حق دار ہیں۔]

-۳-

﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کا معنٰی

ب: [اونگھ] کی نفی کے بعد [نیند] کی نفی کی حکمت

ج: [نیند] سے پہلے [اونگھ] کا ذکر کرنے کی حکمت

د: لفظ [لا] کے تکرار کی حکمت

ہ: اللہ تعالیٰ سے [نیند کی نفی] کے متعلق ایک حدیث

و: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: جملے کا معنٰی

[سِنَةٌ] سے مراد اونگھ اور [نَوْمٌ] سے مراد نیند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ''[سِنَةٌ] سے مراد اونگھ اور [نَوْمٌ] سے مراد نَوْمٌ [یعنی نیند] ہی ہے۔'' ❶

اس جملے سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق سے متعلق کسی قسم کی غفلت، بھول اور لاپروائی کی کیفیت طاری نہیں ہوتی، ہر جان جو کچھ کما رہی ہے، وہ اس کے اوپر نگہبان اور نگران ہیں، ہر چیز پر گواہ ہیں۔ کچھ بھی ان سے اوجھل نہیں اور (دوسروں سے) پوشیدہ کوئی (چیز) ان سے مخفی نہیں۔ ❷

---

❶ بحوالہ: تفسیر الطبري ٥/٣٩١.

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ١/٣٣٠۔ ٣٣١. نیز دیکھئے: المحرر الوجیز ٢/٢٧٤۔ ٢٧٥؛ وتفسیر البغوي ١/٢٣٨۔٢٣٩؛ وتفسیر القاسمي ٣/٣١٨.

امام طبری کا بیان:

حضرت امام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فَتَأْوِيلُ الْكَلَامِ إِذْ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا وَصَفْنَا (اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ) الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (اَلْقَيُّوْمُ) عَلٰى كُلِّ مَا هُوَ دُوْنَهٗ بِالرِّزْقِ وَالْكَلَاءَةِ وَالتَّدْبِيْرِ وَالتَّصْرِيْفِ مِنْ حَالٍ إِلٰى حَالٍ. (لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) لَا يُغَيِّرُهٗ مَا يُغَيِّرُ غَيْرَهٗ، وَلَا يُزِيْلُهٗ عَمَّا لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ تَنَقُّلُ الْأَحْوَالِ وَتَصْرِيْفُ اللَّيَالِيْ وَالْأَيَّامِ، بَلْ هُوَ الدَّائِمُ عَلٰى حَالٍ، وَالْقَيُّوْمُ عَلٰى جَمِيْعِ الْأَنَامِ. لَوْ نَامَ كَانَ مَغْلُوْبًا مَقْهُوْرًا، لِأَنَّ النَّوْمَ غَالِبُ النَّائِمِ قَاهِرُهٗ. وَلَوْ وَسَنَ لَكَانَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَا فِيْهِمَا دَكًّا، لِأَنَّ قِيَامَ جَمِيْعِ ذٰلِكَ بِتَدْبِيْرِهٖ وَقُدْرَتِهٖ، وَالنَّوْمُ شَاغِلُ الْمُدَبِّرِ عَنِ التَّدْبِيْرِ، وَالنُّعَاسُ مَانِعُ الْمُقَدِّرِ عَنِ التَّقْدِيْرِ بِوَسَنِهٖ." [1]

''اگر آیت شریفہ کی تفسیر ویسے ہی ہے، جیسے ہم نے بیان کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ: ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایسے زندہ ہیں، کہ ان پر کبھی موت طاری نہیں ہوتی، ساری مخلوقات کا رزق، حفاظت، تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں لے جانا، ان ہی کے ساتھ ہے۔

(لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ)[تو اس جملے کی تفسیر یہ ہوگی، کہ جو کوئی ان کے سوا کسی اور میں تبدیلی لاتا ہے، ان میں تبدیلی نہیں لا سکتا۔ حالات کے نشیب و فراز اور شب و روز کا آنا جانا، ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا، بلکہ وہ دائمی طور پر اپنی ہی حالت میں ہیں اور ساری مخلوقات کو قائم رکھے ہوئے

---

[1] تفسير الطبري ٥/٣٩٣.
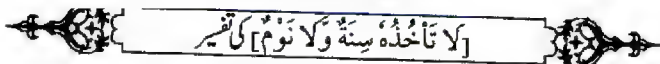
ہیں۔ اگر وہ سو جائیں، تو مغلوب و مقہور ہوں گے، کیونکہ نیند سونے والے پر غالب و قاہر ہوتی ہے۔ اگر وہ اونگھیں، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، ریزہ ریزہ ہو جائیں، کیونکہ وہ سب (چیزیں) ان کی تدبیر و قدرت سے قائم ہیں۔ نیند نظم و نسق چلانے والے کو تدبیر سے مشغول کر دیتی ہے اور اونگھ نظام چلانے والے کے لیے انتظام و انصرام کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔''

ب: [اونگھ] کی نفی کے بعد [نیند] کی نفی کی حکمت

بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ پر [اونگھ کے آنے کی نفی] کے بعد ان پر [نیند طاری ہونے کی نفی] ذکر کرنے کی حکمت کے بارے میں سوال اٹھایا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ رازی لکھتے ہیں:

اگر (یہ) کہا جائے:

''جب اونگھ نیند کے لیے مقدمہ (یعنی پیش رو) کی حیثیت رکھتی ہے، تو (لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ) [انہیں اونگھ نہیں آتی] کہنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ [انہیں نیند بطریق اولیٰ نہیں آتی]، تو پھر اس طرح نیند کے ذکر میں (بلا فائدہ) تکرار ہے۔'' [1]

تین مفسرین کے بیانات:

ا: علامہ رازی نے اس کا جواب دیتے ہوئے خود ہی تحریر کیا ہے:

"تَقْدِيْرُ الْآيَةِ: لَا تَأْخُذُهُ السِّنَةُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَّأْخُذَهُ النَّوْمُ." [2]

''آیت کا مقصود یہ ہے، کہ ان پر [نیند] کا طاری ہونا، تو دور کی بات، انہیں تو [اونگھ] بھی نہیں آتی۔''

---

[1] التفسیر الکبیر ۷/۸۔ [2] المرجع السابق ۷/۸۔ نیز دیکھئے: غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۳/۱۶۔

۲: شیخ نظام الدین نیسابوری رقم طراز ہیں:

أَوْ نَقُوْلُ: نَفْيُ الْأَخصِّ أَوَّلًا ، ثُمَّ نَفْيُ الْأَعَمِّ لِيُفِيْدَ الْمُبَالَغَةَ مِنْ حَيْثُ لُزُوْمِ نَفْيِ النَّوْمِ أَوَّلًا ضِمْنًا ، ثُمَّ ثَانِيًا صَرِيْحًا . وَلَوِ اقْتَصَرَ عَلٰى نَفْيِ الْأَخَصِّ ، لَمْ يَلْزَمْ مِنْهُ نَفْيُ الْأَعَمِّ .

یا ہم کہیں گے: پہلے خاص کی نفی ہے، پھر عام کی، تاکہ نیند کی نفی میں مبالغہ ❶ ہو، کیونکہ اونگھ کی نفی سے نیند کی نفی ضمناً ہوئی، پھر دوسری مرتبہ نیند کی صراحتاً نفی ہوگئی۔ اگر صرف خاص (یعنی اونگھ) کی نفی پر اکتفا کیا جاتا، تو اس سے عام (یعنی نیند) کی نفی کا ہونا ضروری نہیں تھا۔ ❷

۳: علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّوْمَ قَدْ يَرِدُ اِبْتِدَاءً مِنْ دُوْنِ مَا ذُكِرَ مِنَ النُّعَاسِ ، فَلَا يَسْتَلْزِمُ نَفْيُ السِّنَةِ نَفْيَ النَّوْمِ . وَأَيْضًا فَإِنَّ الْإِنْسَانَ يَقْدِرُ عَلٰى أَنْ يَدْفَعَ عَنْ نَفْسِهِ السِّنَةَ ، وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى أَنْ يَدْفَعَ عَنْ نَفْسِهِ النَّوْمَ ، فَقَدْ يَأْخُذُهُ النَّوْمُ وَلَا تَأْخُذُهُ السِّنَةُ . فَلَوْ وَقَعَ الْاِقْتِصَارُ فِي النَّظْمِ الْقُرْآنِيِّ عَلٰى نَفْيِ السِّنَةِ لَمْ يُفِدْ ذٰلِكَ نَفْيَ النَّوْمِ . وَهٰكَذَا لَوْ وَقَعَ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى نَفْيِ النَّوْمِ لَمْ يُفِدْ نَفْيَ السِّنَةِ . فَكَمْ مِنْ ذِيْ سِنَةٍ غَيْرُ نَائِمٍ . ❸

بسا اوقات اونگھ کے آنے سے پیشتر ہی نیند آجاتی ہے اس لیے اونگھ کی نفی سے ضروری نہیں، کہ نیند کی نفی (بھی) ہو۔ مزید برآں بلاشبہ انسان اونگھ کو

---

❶ یعنی اس کی تاکیداً نفی کی جائے۔

❷ ملاحظہ ہو: غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۱٦/۳.

❸ ملاحظہ ہو: فتح القدير ٤١١/١.

اپنے آپ سے دور کرسکتا ہے، لیکن نیند کو دور کرنا اس کے بس میں نہیں ہوتا، اسی لیے نیند اس پر غالب آجاتی ہے، لیکن اونگھ اس پر غالب نہیں ہو پاتی۔ اگر آیت میں اونگھ کی نفی پر اکتفا کیا جاتا، تو نیند کی نفی کا فائدہ حاصل نہ ہو پاتا۔ اسی طرح اگر صرف نیند کی نفی کی جاتی، تو اس سے اونگھ کی نفی حاصل نہ ہوتی، کیونکہ کتنے ہی اونگھنے والے سونے والے نہیں ہوتے۔

ج: [اونگھ] کے [نیند] سے پہلے ذکر کرنے کی حکمت

اس بارے میں حضراتِ مفسرین کی بیان کردہ دو حکمتیں درج ذیل ہیں:

۱: [اونگھ] [نیند] سے پہلے آتی ہے۔ اسی صورتِ حال کے پیشِ نظر اونگھ کو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اس بارے میں قاضی ابوسعود نے تحریر کیا ہے:

"إِنَّمَا تَأْخِيرُ النَّوْمِ لِلْمُحَافَظَةِ عَلٰى تَرْتِيبِ الْوُجُوْدِ الْخَارِجِيِّ." [1]

"وجودِ خارجی کی ترتیب کی حفاظت کے پیشِ نظر نیند کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔"

بالفاظِ دیگر چونکہ [نیند] [اونگھ] کے بعد آتی ہے، اس لیے اسے بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲: [نیند] کی نفی کی تاکید کے لیے پہلے [اونگھ] کی نفی کا ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ احمد بن محمد بسیلی تونسی لکھتے ہیں:

"قَدَّمَ السِّنَةَ لِيَنْفِيَ النَّوْمَ مَرَّتَيْنِ: بِاللُّزُوْمِ وَالْمُطَابَقَةِ، لِأَنَّهَا

[1] تفسير أبي السعود ١/ ٢٤٨. نیز دیکھیے: تفسير البيضاوي ١/ ١٣٤.

قَدْ تَتَقَدَّمُ بَيْنَ يَدَيِ النَّوْمِ ، وَقَدْ يَهْجِمُ النَّوْمُ دُوْنَ تَقَدُّمِ السِّنَةِ . " ❶

''(اللہ تعالیٰ نے) [اونگھ] کو پہلے ذکر کیا، تاکہ [نیند] کی دو دفعہ، یعنی اللزوم اور المطابقہ، دونوں طریقوں سے نفی ہو جائے، کیونکہ بسا اوقات [اونگھ] [نیند] سے پہلے آتی ہے اور بسا اوقات [اونگھ] کے آنے سے پیشتر ہی [نیند] غلبہ پالیتی آتی ہے۔''

د: لفظ [لا] کے تکرار کی حکمت

اس سلسلے میں حضراتِ مفسرین کی بیان کردہ دو حکمتیں درجِ ذیل ہیں:

ا: [اونگھ] اور [نیند] دونوں کی ہر حالت میں نفی کی خاطر:

علامہ ابوحیان اندلسی رقم طراز ہیں:

"وَفَائِدَةُ تَكْرَارِ ﴿لَا﴾ فِي قَوْلِهِ: (وَلَا نَوْمٌ): اِنْتِفَآؤُهُمَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ ، إِذْ لَوْ أُسْقِطَتْ (لَا) لَاحْتَمَلَ اِنْتِفَآؤُهُمَا بِقَيْدِ الْاِجْتِمَاعِ ، تَقُوْلُ: " مَا قَامَ زَيْدٌ وَّعَمْرٌو ، بَلْ أَحَدُهُمَا . " وَلَا يُقَالُ: " مَا قَامَ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو ، بَلْ أَحَدُهُمَا . " ❷

''(وَ لَا نَوْمٌ) میں [لا] کے تکرار کا فائدہ ان دونوں (اونگھ اور نیند) کی ہر حالت میں نفی ہے۔ اگر دوسرا لفظ [لا] نہ ہوتا، تو اس بات کا احتمال ہوسکتا تھا، کہ ان دونوں کی حالتِ اجتماع میں نفی ہے (یعنی اونگھ اور نیند، دونوں اللہ تعالیٰ پر نہیں آسکتے، البتہ صرف ایک کے آنے کی نفی نہیں تھی)، جیسے ہم کہتے ہیں:

❶ التقييد الكبير في تفسير كتاب الله المجيد ١/ ٣٢٧.

❷ البحر المحيط ٢/ ٢٨٨.

(مَـا قَـامَ زَيْـدٌ وَعَمْرٌو، بَلْ أَحَدُهُمَا) [زید اور عمرو (دونوں) کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ ان دونوں میں سے ایک کھڑا ہوا۔]

لیکن یہ نہیں کہا جاتا:

(مَـا قَـامَ زَيْدٌ وَّلَا عَمْرُو، بَلْ أَحَدُهُمَا) [نہ زید کھڑا ہوا اور نہ ہی عمرو، بلکہ ان دونوں میں سے ایک کھڑا ہوا۔] ❶

۴: [اونگھ] اور [نیند]، دونوں کی صراحتاً نفی کی خاطر:

قاضی ابوسعود نے تحریر کیا ہے:

"وَتَوْسِيطُ كَلِمَةِ [لَا] لِـلتَّنْصِيصِ عَلَى شَمُوْلِ النَّفْيِ لِكُلِّ مِّنْهُمَا كَمَا فِي قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَّلَا يُنفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً﴾ ❷...... الآية." ❸

"ان دونوں میں سے ہر ایک کی نص کے ساتھ نفی کی خاطر لفظ [لا] کو درمیان میں لایا گیا ہے، جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يُـنْـفِـقُـوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً﴾ [اور وہ کوئی چھوٹی رقم خرچ نہیں کرتے اور نہ ہی بڑی] میں ((لا)) کو درمیان میں لایا گیا ہے)۔"

۵: اللہ تعالیٰ سے [نیند] کی نفی کے متعلق ایک حدیث:

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان چار (باتوں) کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ ❹

---

❶ کیونکہ نفی کے تکرار کی بنا پر زید اور عمرو، دونوں کے ہر حالت میں، اکٹھے اور جدا جدا، دونوں حالتوں میں، کھڑے ہونے کی نفی ہوگئی۔

❷ سورة التوبة / جزء من رقم الآية ١٢١.

❸ تفسير أبي السعود ١ / ٢٤٨. نیز ملاحظہ ہو: فتح القدير ١ / ٤١١.

❹ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمیں چار باتوں کی خبر دی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

[لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ] کی تفسیر

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِي لَهٗ أَنْ يَنَامَ، يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهُ، وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ، وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ." ❶

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور سونا ان کے شایانِ شان نہیں۔ میزان کو اونچا اور نیچا کرتے ہیں۔ ❸ دن کا عمل ان کے رُوبرو رات کو اور رات کا عمل دن کو پیش کیا جاتا ہے۔ ❹]

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور سونا ان کے شایان شان بھی نہیں۔

شرح حدیث:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

"فَمَعْنَاهُ أَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَا يَنَامُ، وَأَنَّهٗ يَسْتَحِيلُ فِي حَقِّهِ النَّوْمُ، فَإِنَّ النَّوْمَ انْغِمَارٌ وَّغَلَبَةٌ عَلَى الْعَقْلِ يَسْقُطُ بِهِ الْإِحْسَاسُ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنْ ذٰلِكَ، وَهُوَ مُسْتَحِيلٌ فِي حَقِّهِ جَلَّ وَعَلَا." ❺

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله ﷺ: "إن الله لا ينام....."، رقم الحديث ٢٩٥۔ (١٧٩) ١/١٦٢.

❸ مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اپنے حضور پیش کردہ اعمال اور ان کے (لیے) نازل کردہ رزق کے میزان کو اوپر نیچے کرتے ہیں (ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث والأثر، مادة "قسط"، ٤/٦٠).

❹ (دن کا عمل ان کے روبرو رات کو پیش کیا جاتا ہے.....) یعنی دن کے اعمال، اس کے بعد آنے والی رات کے اوّلیں حصے میں اور رات کے اعمال، اس کے بعد آنے والے دن کے آغاز ہی میں، اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، کیونکہ محافظ فرشتے رات ختم ہونے کے بعد (بندوں کے) رات کے اعمال، دن کے اوّلیں حصے میں، اوپر لے کر جاتے ہیں اور وہ دن کے ختم ہونے پر ان کے اعمال کو رات کے شروع میں اوپر لے کر جاتے ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ." (شرح النووي ٣/١٣)

❺ المرجع السابق ٣/١٣.
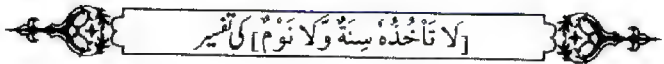
''اس کا معنیٰ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور بلاشبہ ان کے حق میں سونا محال ہے، کیونکہ [نیند] عقل پر پردہ اور غلبہ ہے، (کہ)، اس کے ساتھ احساس ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہیں۔ ان کے بارے میں ایسا ہونا ناممکن ہے۔''

و: جملے کا ماقبل سے تعلق:

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کے [اَلْقَیُّوْمُ] ہونے کی تاکید ہے۔

دو مفسرین کے اقوال:

۱: علامہ ابوالبرکات نسفی رقم طراز ہیں:

وَهُوَ تَأْكِيْدٌ لِلْقَيُّوْمِ، لِأَنَّ مَنْ جَازَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، اِسْتَحَالَ أَنْ يَّكُوْنَ قَيُّوْمًا. ❶

وہ (یعنی یہ جملہ) [اَلْقَیُّوْمُ] کی تاکید ہے، کیونکہ جس پر [اونگھ] اور [نیند] طاری ہو، اس کا [اَلْقَیُّوْمُ] ہونا محال ہے۔

۲: حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے:

"وَمِنْ تَمَامِ الْقَيُّوْمِيَّةِ أَنَّهٗ لَا يَعْتَرِيْهِ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ." ❷

''قیومیت کے مکمل ہونے میں سے یہ ہے، کہ [اَلْقَیُّوْمُ] پر نہ [اونگھ] طاری ہو اور نہ [نیند]۔''

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر النسفي ۱/۱۲۸؛ نیز ملاحظہ ہو: الکشاف ۱/۳۸٤.

❷ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۱. نیز ملاحظہ ہو: وتفسیر القاسمي ۳/۳۱۸؛ وأیسر التفاسیر ۱/۲۰۳.

-۴-
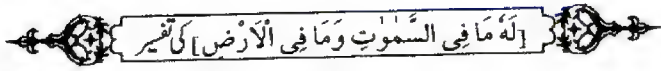
﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کا معنیٰ

ب: خبر [لَهٗ] کے تقدیم کی حکمت

ج: اسم موصول [مَا] اور اس کے تکرار کی فائدہ

د: اسی معنیٰ پر دلالت کرنے والی دیگر نو آیات شریفہ

ہ: جملے کا ماقبل سے تعلق

و: جملے کے فوائد

ز: جملے کے متعلق تین سوالات کے جوابات

ا: جملے کا معنیٰ

فرشتے، سورج، چاند، ستارے اور آسمان میں موجود دیگر ہر چیز اور زمین میں موجود ہر چیز، اپنی تخلیق، ملکیت، بندگی، تدبیر اور انتظام وانصرام کے اعتبار سے بلاشرکت غیر تنہا اللہ جل وجلالہ کی ہے۔

چھ مفسرین کے اقوال:

ا: امام طبری رقم طراز ہیں:

"يَعْنِي تَعَالٰى ذِكْرُهٗ بِقَوْلِهٖ: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ أَنَّهٗ مَالِكُ جَمِيْعِ ذٰلِكَ بِغَيْرِ شَرِيْكٍ وَّلَا نَدِيْدٍ،

وَخَالِقُ جَمِيعِهِ دُوْنَ كُلِّ آلِهَةٍ وَمَعْبُوْدٍ ."❶

''اللہ تعالیٰ کا اپنے ارشادِ (گرامی) ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ سے مقصود یہ ہے، کہ وہ ان تمام (چیزوں) کے کسی شریک اور مدِّ مقابل کے بغیر مالک اور دیگر تمام معبودانِ (باطلہ) کے بغیر خالق ہیں۔''

۲: امام بغوی نے تحریر کیا ہے:

"مِلْكًا وَّخَلْقًا ."❷

''ملکیت اور تخلیق کے اعتبار سے (جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کے لیے ہے)۔''

۳: قاضی ابن عطیہ نے قلم بند کیا ہے:

"أَيْ بِالْمُلْكِ، فَهُوَ مَالِكُ الْجَمِيعِ وَرَبُّهٗ ."❸

''یعنی ملکیت کے ساتھ، لہٰذا وہ تمام (چیزوں) کے مالک اور رب ہیں۔''

۴: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

"إِخْبَارٌ بِأَنَّ الْجَمِيعَ عَبِيْدُهٗ، وَفِي مِلْكِهٖ، وَتَحْتَ قَهْرِهٖ وَسُلْطَانِهٖ ."❹

''(اس بات کی) خبر دی گئی ہے، کہ سب ان کے غلام، ان کے زیرِ ملکیت اور ان کے قہر و سلطان کے تحت ہیں۔''

۵: علامہ جلال الدین المحلی نے بیان کیا ہے:

"مِلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيْدًا ."❺

---

❶ تفسير الطبري ٥/٣٩٥. ❷ تفسير البغوي ١/٢٣٩.

❸ المحرّر الوجيز ٢/٢٧٦. نیز ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٣/٢٧٣.

❹ تفسير ابن كثير ١/٣٣١.

❺ تفسير الجلالين ص ٥٦.

"ملکیت، تخلیق اور بندگی کے اعتبار سے (سب کچھ ان ہی کے لیے تو ہے)۔"

۶: شیخ ابوبکر جزائری لکھتے ہیں:

"خَلْقًا وَّمِلْكًا وَّتَصَرُّفًا." ❶

"تخلیق، ملکیت اور انتظام و انصرام کے اعتبار سے (سب کچھ ان ہی کے لیے ہے)۔"

ب: خبر [لَهٗ] کے تقدیم کی حکمت:

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس میں [مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ] مبتدا اور [لَهٗ] اس کی خبر ہے۔ عام قاعدے کے مطابق مبتدا کو پہلے اور خبر کو بعد میں آنا چاہیے، لیکن اس جملے میں خبر پہلے آئی ہے۔

جملے میں تقدیم و تاخیر [حصر] کا فائدہ دیتا ہے، جس کی بنا پر اس جملے میں دو معانی ہیں:

پہلا معنی: آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونا۔

دوسرا معنی: آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ملکیت نہ ہونا۔

ج: اسم موصول [مَا] اور اس کے تکرار کی فائدہ:

I: (مَا فِي السَّمٰوٰتِ) میں اسم موصول [مَا] ذکر کیا گیا ہے، تاکہ وہ آسمانوں میں موجود ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لے، کیونکہ [مَا] عموم کے صیغوں میں سے ہے۔

اور یہی بات (وَمَا فِي الْاَرْضِ) میں ہے۔ اس بارے میں علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:

"وَمَا تَشْمَلُ كُلَّ مَوْجُوْدٍ." ❷

❶ أيسر التفاسير ۲۰۳/۱. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۱۲.

❷ البحر المحيط ۲۸۸/۱. نیز دیکھئے: تفسیر آية الكرسي ص ۱۱.

''اور [مَا] ہر موجود چیز پر مشتمل ہے۔''

II: اسم موصول [مَـا] دو دفعہ: [اَلسَّمٰوٰتِ] سے پہلے اور پھر [الْأَرْض] سے پہلے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تکرار [عموم] کے معنی کی تاکید کی خاطر کی گئی ہے۔ علامہ ابوحیان اندلسی نے تحریر کیا ہے:

"وَكَرَّرَ [مَا] لِلتَّوْكِيْدِ." ❶

''[مَا] کا تکرار تاکید کے لیے کیا گیا ہے۔''

شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

"فَـقَدْ دَلَّتِ الْجُمْلَةُ عَلٰى عُمُوْمِ الْمَوْجُوْدَاتِ بِالْمَوْصُوْلِ وَصِلَتِهٖ. وَإِذَا ثَبَتَ مِلْكُهٗ لِلْعُمُوْمِ ثَبَتَ أَنَّهٗ لَا يَشُذُّ عَنْ مِلْكِهٖ مَوْجُوْدٌ، فَحَصَلَ مَعْنَى الْحَصْرِ، وَلٰكِنَّهٗ زَادَهٗ تَأْكِيْدًا بِتَقْدِيْمِ الْمُسْنَدِ...... أَيْ لَا لِغَيْرِهٖ...... لِإِفَادَةِ الرَّدِّ عَلٰى أَصْنَافِ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الصَّابِئَةِ عَبَدَةِ الْكَوَاكِبِ كَالسُّرْيَانِ وَالْيُوْنَانِ، وَمِنْ مُشْرِكِي الْعَرَبِ، لِأَنَّ مُجَرَّدَ حَصُوْلِ مَعْنَى الْحَصْرِ بِالْعُمُوْمِ لَا يَكْفِي فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى إِبْطَالِ الْعَقَائِدِ الضَّالَّةِ.

فَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ أَفَادَتْ تَعْلِيْمَ التَّوْحِيْدِ بِعُمُوْمِهَا، وَأَفَادَتْ إِبْطَالَ عَقَائِدِ أَهْلِ الشِّرْكِ بِخَصُوْصِيَّةِ الْقَصْرِ، وَهٰذِهٖ بَلَاغَةٌ مُّعْجِزَةٌ." ❷

''پس (یہ) جملہ اپنے موصول [مَـا] اور اس کے [صلہ] کے ساتھ تمام

---

❶ البحر المحيط ١/ ٢٨٨.

❷ تفسير التحرير والتنوير ٣/ ٢٠. نیز دیکھئے: تفسير آية الكرسي ص ١٢.

موجود چیزوں کے (اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے) پر دلالت کرتا ہے۔ جب سب چیزوں کا [اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونا] ثابت ہوگیا، تو یہ (بھی) ثابت ہوگیا، کہ کوئی موجود چیز ان کے دائرہ ملکیت سے باہر نہیں۔ اس طرح [حصر] کا معنیٰ حاصل ہوگیا، لیکن (یہاں) مسند (یعنی خبر) کو پہلے ذکر کرکے تاکید میں اضافہ کیا گیا، تاکہ اس سے ستارہ پرست صابئہ جیسے سریانی، یونانی اور عرب کے مشرکوں (کی مختلف اقسام کے لوگوں) کے ردّ کا فائدہ حاصل ہوجائے، کیونکہ [صیغہ عموم] سے [حصر] کے حاصل ہونے والا معنیٰ گمراہ کن عقائد کے بطلان پر دلالت کے لیے کافی نہیں۔

یہ جملہ اپنے عموم کے ساتھ توحید کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے حصر کے ساتھ اہلِ شرک کے عقائد کے بطلان کا فائدہ دیتا ہے اور یہ بلاغت کا معجزہ ہے۔''

د: اسی معنیٰ پر دلالت کناں دیگر نو آیاتِ شریفہ:

آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے اور ان کے سوا، کسی اور کی کوئی چیز بھی، ملکیت نہ ہونے پر دلالت کرنے والی قرآن کریم میں متعدد آیات میں سے نو درج ذیل ہیں:

۱: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ [1]

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔]

[1] سورة آل عمران / الآية ١٠٩.

۲: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا﴾ ❶

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا خوب احاطہ کرنے والے ہیں۔]

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا﴾ ❷

[اور اگر تم کفر کرو، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت بے نیاز، تعریفوں کے بہت حق دار ہیں۔]

۴: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا﴾ ❸

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ بحیثیت کارساز بہت کافی ہیں۔]

۵: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا﴾ ❹

---

❶ سورة النسآء / الآية ١٢٦.
❷ سورة النسآء / جزء من الآية ١٣١.
❸ سورة النسآء / الآية ١٣٢.
❹ سورة النسآء / جزء من الآية ١٧١.

[انہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ بحیثیت کارساز بہت کافی ہیں۔]

۶: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ ❶

[تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کا ہے اور تنہا ان کے لیے آخرت میں سب تعریفیں ہیں اور وہ ہی بڑی حکمت والے اور خوب خبردار ہیں۔]

۷: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ ❷

[ان ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ ہی بہت بڑی بلندی والے اور بڑی عظمت والے ہیں۔]

۸: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ ❸

[اس اللہ تعالیٰ کی راہ (کی طرف)، کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کا ہے۔ خبردار! تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچیں گے۔]

۹: ارشادِ باری تعالیٰ:

---

❶ سورة سبإ / الآية الأولى.
❷ سورة الشورىٰ / الآية ٤.
❸ سورة الشورىٰ / الآية ٥٣.

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ ❶

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ وہ بُرا عمل کرنے والوں کو اُن کے عمل کا بدلہ دیں اور اچھا عمل کرنے والوں کو اچھا صلہ دیں۔]

اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کا کسی بات کو صرف ایک دفعہ ہی فرمانا، اُسے تسلیم کرنے اور خود کو اُس کے مطابق عمل کی خاطر تیار کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ پھر اُس بات کی اہمیت و عظمت کس قدر زیادہ ہوگی، جسے انہوں نے اپنے کلامِ عالی میں متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا ہو؟

ہ: جملے کا ماقبل سے تعلق:

یہ جملہ آیت الکرسی کے ابتدائی جملے [اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ] میں بیان کردہ حقیقت، کہ

[ہر قسم کی الوہیت و عبادت کے اللہ تعالیٰ تنہا اور منفرد حق دار ہیں]،

کی تاکید کرتا ہے۔ یہ تاکید درج ذیل دو پہلوؤں سے ہے:

۱: کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور مملوک کو یہ حق نہیں، کہ وہ اپنے آقا و مالک کے سوا کسی اور کی عبادت کرے یا کسی اور کو اپنی عبادت میں اپنے مالک کا شریک بنائے۔ علاوہ ازیں آقا و مالک نے تو اپنے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے اور اس میں ان کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے روکا ہے۔

۲: جب کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے، تو یہ کیونکر مناسب ہوسکتا ہے،

---

❶ سورة النجم / الآية ٣١.

کہ مالک کو چھوڑ کر مملوک کی عبادت کی جائے، یا کسی مملوک کو عبودیت میں ان کا شریک ٹھہرایا جائے۔ مزید برآں اللہ مالک جل جلالہ نے ان دونوں صورتوں سے قطعی طور پر منع بھی کیا ہوا ہے۔

دو مفسرین کے اقوال:

ا: امام طبری لکھتے ہیں:

"وَإِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ أَنَّهُ لَا تَنْبَغِي الْعِبَادَةُ لِشَيْءٍ سِوَاهُ، لِأَنَّ الْمَمْلُوْكَ طَوْعُ يَدِ مَالِكِهِ، وَلَيْسَ لَهُ خِدْمَةُ غَيْرِهِ إِلَّا بِأَمْرِهِ. يَقُوْلُ: "فَجَمِيعُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ مِلْكِي وَخَلْقِي، فَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُعْبَدَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِي مِنْ غَيْرِي وَأَنَا مَالِكُهُ، لِأَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْعَبْدِ أَنْ يَعْبُدَ غَيْرَ مَالِكِهِ، وَلَا يُطِيْعُ سِوَى مَوْلَاهُ." [1]

"بلاشبہ اس سے اُن [یعنی اللہ تعالیٰ] کا مقصود یہ ہے، کہ اُن کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرنا مناسب نہیں، کیونکہ مملوک اپنے مالک کے زیرِ دست ہوتا ہے اسے اُن کے حکم کے بغیر کسی کی خدمت کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ (گویا کہ) فرماتے ہیں: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ میری ملکیت اور میری مخلوق ہے، اس لیے یہ مناسب نہیں، کہ میرے سوا میری مخلوق میں سے کسی کی عبادت کی جائے اور میں اس (عبادت کرنے والے) کا مالک ہوں، کیونکہ بندے کے لیے مناسب ہی نہیں، کہ وہ اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے اور وہ اپنے آقا کے

[1] تفسير الطبري ٥/٣٩٥.

علاوہ کسی کی (اپنے آقا کی نافرمانی کرتے ہوئے) اطاعت کرے۔''

۲: شیخ ابن عاشور نے تحریر کیا ہے:

''﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ تَقْرِيْرٌ لِّانْفِرَادِهٖ بِالْإِلٰهِيَّةِ ، إِذْ جَمِيْعُ الْمَوْجُوْدَاتِ مَخْلُوْقَاتُهٗ .''[1]

''[لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ] ان کے بحیثیت معبود یکتا اور منفرد ہونے کی تاکید ہے، کیونکہ تمام موجود چیزیں تو ان کی مخلوق ہیں۔''

و: جملے کے دیگر پانچ فوائد:

اللہ تعالیٰ کے الوہیت وعبودیت کے تنہا مستحق ہونے پر دلالت کرنے کے علاوہ اس جملے کے دیگر فوائد بھی ہیں۔ انہی میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

۱: بندے کا اپنے پاس موجود چیزوں کا حقیقی مالک نہ ہونا:

ہر چیز کے حقیقی مالک صرف اللہ عزوجل ہیں۔ کچھ چیزیں اور مال، آزمائش و امتحان کے لیے بندے کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ قرآن وسنت کی متعدد نصوص اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ انہی میں سے تین ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

۱: اللہ تعالیٰ نے آزادی حاصل کرنے کے خواہاں غلاموں سے تعاون کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَّآتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ آتَاكُمْ﴾[2]

[اور اللہ تعالیٰ کے مال سے، جو انہوں نے تمہیں دیا ہے، انہیں دو۔]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پاس موجود مال کو [مَالُ اللّٰهِ] [اللہ تعالیٰ کا مال] کا نام دیا۔

---

[1] تفسیر التحریر والتنویر ۳/۲۰.

[2] سورۃ النور/ جزء من رقم الآیۃ ۳۳.

ب: لوگوں کے پاس موجود مال میں ان کی حیثیت [جانشین] کی ہے۔ [اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ [1]

[اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ـ ﷺ ـ کے ساتھ ایمان لے آؤ اور اس چیز میں سے خرچ کرو، جس میں انہوں نے تمہیں جانشین بنایا۔]

ج: اس نیابت میں بندوں کا امتحان ہے، کہ وہ عطا کردہ چیزوں کے استعمال میں بطورِ جانشین حقیقی مالک سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں یا نہیں۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ." [2]

[بلاشبہ دنیا شیریں (اور) سرسبز و شاداب ہے اور یقیناً تمہیں اللہ تعالیٰ اس میں جانشین بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں، کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟]

۲: مال و اسباب کی فراوانی کا سرکشی کے لیے وجہ جواز نہ ہونا:

لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت مال و اسباب کی فراوانی میسر آنے پر طغیانی اور سرکشی پر اُتر آتی ہے۔ رب خالق عزوجل نے خود فرمایا:

---

[1] سورۃ الحدید / جزء من رقم الآیۃ ۷.

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب أکثر أهل الجنة الفقراء،......، جزء من رقم الحدیث ۹۹۔ (۲۷۴۲)، ۴/۲۰۹۸.

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ❶

[اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق میں خوب کشادگی عطا فرما دیتے، تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے۔]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى. اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ ❷

[ہرگز نہیں، بے شک انسان سرکش بن جاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے، کہ وہ دولت مند ہو گیا۔]

آیت الکرسی میں کس قدر واضح اور دوٹوک انداز میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے، کہ کائنات کی ہر چیز کے اللہ عزوجل تنہا مالک ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی، کسی بھی چیز کا، حقیقی مالک نہیں۔ لہٰذا بندے کے پاس موجود مال و اسباب، جب میسر آنے سے پہلے اور بعد میں بھی، اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، تو پھر اس کی طغیانی اور سرکشی کس وجہ سے ہے؟

۳: ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے کو انفاق فی سبیل اللہ کے وقت یاد رکھنا:

لوگوں کی ایک بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے تقاضوں پر تردّد اور پس و پیش کی کیفیت سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت سے نجات پانے کے لیے ایک مؤثر اور بہترین علاج اس اٹل، حتمی اور قطعی حقیقت کو پیش نظر رکھنا ہے، کہ جن اللہ کریم کا مال اس کے پاس ہے، انہی کے حکم کی تعمیل میں، ان ہی کی راہ میں خرچ کرنے کا تقاضا ہے، اور جب صورتِ حال یہ ہے، تو پھر اس تذبذب کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ...... جیسا کہ فائدہ نمبر ایک میں گزر چکا ہے ❸ ...... مال خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے واضح فرمایا، کہ لوگوں کے پاس موجود مال، اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور

---

❶ سورة الشورىٰ / جزء من رقم الآية ٢٧.

❷ سورة العلق / الآية ٦ـ٧.　　❸ ملاحظہ ہو: اس کتاب کے صفحات ۱۵۵ـ۱۵۶۔

ان کی حیثیت اس میں جانشین کی ہے، مالک کی نہیں۔

۴: عطا کردہ چیزوں کے استعمال میں احکامِ الٰہیہ کی پابندی:

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں میں جانشین بنائے گئے سب لوگ اس بات کے پابند ہیں، کہ اُن کے استعمال میں مالکِ حقیقی کے احکامات کی حرف بہ حرف پابندی کریں۔ انہیں نہ تو ممنوعہ کاموں یا چیزوں میں خرچ کریں اور نہ ہی جائز کاموں اور چیزوں میں استعمال کرتے ہوئے راہِ اعتدال کو نظرانداز کریں۔

ممنوعہ جگہوں میں خرچ کرنا [تَبْذِیْر] قرار پاتا ہے۔ جائز مقامات میں راہِ اعتدال سے تجاوز کرتے ہوئے خرچ کرنا [إِسْرَاف] ٹھہرایا گیا ہے۔ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ نے شدت کے ساتھ منع فرمایا۔ ذیل میں اس حوالے سے دو نصوص ملاحظہ فرمائیے:

[تبذیر] کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ [1]

[ترجمہ: اور مت بے جا خرچ کرو، اندھا دھند خرچ کرنا۔ بلاشبہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا ناشکرا ہے۔]

[إسراف] کے بارے میں فرمایا:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْٓا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [2]

[ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو۔ بلاشبہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔]

مزید برآں ہر شخص کو روزِ قیامت دربارِ الٰہی میں اس سوال کا جواب دینا ہوگا، کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو کیسے خرچ کیا؟

---

[1] سورة بني إسرائيل / الآيتان ٢٦-٢٧.
[2] سورة الأعراف / جزء من رقم الآية ٣١.

امام ترمذی اور امام ابویعلیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مَنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ، وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ، وَمَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ." [1]

"روزِ قیامت ابن آدم کے دونوں قدم پانچ (باتوں) کے متعلق سوال کیے جانے سے پہلے اپنے رب تعالیٰ کے حضور سے حرکت نہیں کریں گے:

اس کی عمر کے متعلق، کہ اس نے کہاں گنوائی؟

اس کی جوانی کے بارے میں، کہ اُس نے اُسے کہاں برباد کیا؟

اُس کے مال کے متعلق، کہ اُس نے اُسے کہاں سے کمایا؟

اور اُسے کس جگہ خرچ کیا؟

اور جس چیز کا اُسے علم ہوا اُس پر کیا عمل کیا؟"

۵: بطورِ امانت دی ہوئی چیزوں کے واپس لیے جانے پر صبر کرنا:

کائنات کی ہر چیز کے مالکِ حقیقی جب، جیسے اور جس قدر چاہیں، اپنی عطا کردہ چیزیں جانشینوں سے واپس لے لیں، تو کسی کو اس پر ناراض یا جزع فزع اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کا حق نہیں، کیونکہ وہ کسی کی چیز نہیں لیتے، بلکہ اپنی ہی عاریتاً دی ہوئی چیز واپس لیتے ہیں۔ اس لیے ہدایت یافتہ لوگ ایسے موقع پر نہ صرف یہ، کہ واپس لی جانے والی چیز کے اللہ کریم کی ملکیت ہونے کا اقرار کرتے ہیں، بلکہ خود اپنے تئیں بھی

---

[1] جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص، رقم الحديث ۲۵۳۱، ۷/۸۴-۸۵؛ ومسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث ۳۰۵- (۵۲۷۱)، ۹/۱۷۸. الفاظِ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲/۲۸۹). نیز دیکھئے: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۹۴۶، المجلد الثاني / ۶۶۶-۶۶۷.

ان کی ملکیت ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔قرآن وسنت کی اس کے متعلق عظیم راہنمائی میں سے تین باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ [1]

[اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے، وہ لوگ، کہ جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے، تو کہتے ہیں:

''ہم بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور یقیناً ہم ان ہی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔''

وہ لوگ، کہ ان پر ہی، ان کے رب کی طرف سے نوازشات اور عظیم رحمت ہے اور وہ لوگ ہی ہدایت یافتہ ہیں۔]

ب: آنحضرت ﷺ نے اپنے نواسے کے عالمِ نزع میں ہونے کی خبر سن کر، اُس کی والدہ، یعنی اپنی بیٹی کو یہی حقیقت یاد دلائی۔امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا:

''نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا:

---

[1] سورة البقرة / الآيات ١٥٥۔١٥٧.

"میرا بیٹا فوت کیا گیا ہے۔[1] پس آپ تشریف لائیے۔"

آنحضرت ﷺ نے (جواب میں) سلام اور (ساتھ یہ) پیغام بھیجا:

"إِنَّ لِلّٰهِ مَآ أَخَذَ، وَلَهٗ مَآ أَعْطٰى، وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ، وَلْتَحْتَسِبْ..... الحديث.

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو انہوں نے لے لیا ہے اور انہی کے لیے ہے، جو انہوں نے عطا فرمایا۔ ہر چیز ان کے ہاں مقررہ مدت کے ساتھ ہے، سو تم صبر کرو اور اجر و ثواب طلب کرو...... الحدیث

ج: حضرت اُمّ سلیم نے اپنے بیٹے کے فوت ہونے پر یہی حقیقت اپنے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"ابوطلحہ کا اُمّ سلیم (یعنی ان کے بطن) سے پیدا ہونے والا، ایک بیٹا فوت ہوا، تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا:

"ابوطلحہ سے ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کرے، یہاں تک کہ میں ان سے بات نہ کرلوں۔"

انہوں (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: "سو وہ آئے، تو انہوں (یعنی اُمّ سلیم) نے انہیں کھانا پیش کیا، تو انہوں نے کھایا پیا۔"

انہوں (یعنی انس رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: "پھر انہوں نے خود کو پہلے سے زیادہ اچھے انداز میں ان (یعنی شوہر) کے لیے تیار کیا۔ انہوں ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔

جب انہوں نے سمجھا، کہ وہ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے فارغ

---

[1] مراد یہ ہے، کہ وہ فوت ہو جانے کے قریب ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۱۵٦).

ہو چکے ہیں، تو کہا:

"يَا أَبَا طَلْحَةَ! أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارُوْا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ، فَطَلَبُوْا عَارِيَتَهُمْ، أَلَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوْهُمْ؟"

''ابوطلحہ! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے، کہ کچھ لوگوں نے کسی گھر والوں کو کوئی چیز عاریتاً دی ہو، پھر وہ ان سے چیز واپس طلب کریں، تو کیا انہیں اُسے (یعنی اس چیز کو) اُن سے روکنے کا حق ہے؟''

انہوں (شوہر) نے کہا: "لَا". ''نہیں۔''

انہوں (بیوی) نے کہا:

"فَاحْتَسِبْ ابْنَكَ."

''اپنے بیٹے کی وفات پر صبر کر کے ثواب طلب کیجیے۔''

انہوں (راوی) نے بیان کیا: ''وہ خفا ہوئے اور کہا: ''تم نے مجھے (پہلے) آگاہ نہیں کیا، یہاں تک میں نے ازدواجی تعلقات سے خود کو آلودہ کر لیا۔''

وہ (گھر سے) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض ہو کر صورتِ حال عرض کی، (تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِيْ غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا." [1]

''اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ شب میں برکت فرمائیں۔''

مذکورہ بالا آیات اور دونوں واقعات میں یہ حقیقت واضح ہے، کہ کائنات کی ہر چیز کے حقیقی مالک صرف اللہ عزوجل ہیں۔ جب وہ کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں، تو وہ اپنی ہی، بطور جانشینی دی ہوئی چیز، آزمائش و ابتلاء کی خاطر، واپس لیتے ہیں۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي طلحة الأنصاري رضي الله عنه، جزء من رقم الحديث ١٠٧ـ (٢١٤٤)، ٤/١٩٠٩.

ز: تین سوالات اور ان کے جواب:

حضراتِ مفسرین رحمہم اللہ نے اس جملے کے بارے میں تین سوالات اٹھا کر خود ہی ان کا جواب دیا ہے۔ اس حوالے سے تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

۱: اللہ تعالیٰ نے [لَـهٗ [مَـنْ] فِـي السَّمٰوٰتِ وَ [مَن] فِي الْاَرْضِ] کی بجائے [لَهٗ [مَا] فِي السَّمٰوٰتِ وَ [مَا] فِي الْاَرْضِ] کیوں فرمایا؟

اس حوالے سے قاضی ابن عطیہ اور علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"وَ جَـاءَ تِ الْعِبَارَةُ بِــ [مَـا]، وَ إِنْ كَـانَ فِي الْجُمْلَـةِ مَنْ يَّعْقِلُ، مِنْ حَيْثُ الْمُرَادِ الْجُمْلَةُ وَ الْمَوْجُوْدُ." ❶

"اگرچہ آسمانوں اور زمین میں عقلاء (بھی) موجود ہیں، لیکن تمام موجودات (عقلاء اور غیر عقلاء) کی اللہ تعالیٰ کے دائرۂ ملکیت میں شمولیت کو واضح کرنے کی خاطر [ما] استعمال کیا گیا ہے۔"

۲: [وَمَـا فِـيْ الْاَرْضِيْنَ] [یعنی اور جو کچھ زمینوں میں ہے] کی بجائے [وَمَـا فِـي الْاَرْضِ] [یعنی اور جو کچھ زمین میں ہے] کیوں کہا گیا؟ بالفاظِ دیگر [جمع] کی بجائے [مفرد] کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: دو مفسرین کے بیان کردہ جواب:

۱: حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں:

"قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: "إِنَّمَا لَمْ يَقُلْ: (وَ الْأَرْضِيْنَ)، لِأَنَّهٗ قَدْ سَبَقَ ذِكْـرُ الْـجَمْعِ فِي [السَّموَاتِ]، فَاسْتَغْنٰى بِذٰلِكَ عَنْ إِعَادَتِهٖ. وَ مِثْلُهٗ: ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ ❷ وَ لَمْ يَقُلْ: [الْأَنْوَارَ]. ❸

❶ تفسير المحرّر الوجيز ۲/۲۷٦؛ وتفسير القرطبي ۳/۲۷۳.

❷ سورة الأنعام/ جزء من الآية الأولى.

❸ زاد المسير ۱/۳۰۲.

[لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ] کی تفسیر

''بعض علماء نے بیان کیا ہے، کہ یہاں [جمع] کا صیغہ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ اس سے پہلے صیغۂ جمع [السموات] [آسمانوں] آچکا ہے، جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے، کہ یہاں بھی مقصود [جمع] ہی ہے، [مفرد] مراد نہیں، جیسے ارشادِ تعالیٰ:

﴿وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ﴾

[یعنی انہوں نے تاریکیاں اور روشنی بنائی۔]

میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے [النُّوْرَ] فرمایا اور [الْاَنْوَارَ] [روشنیاں] نہیں فرمایا''

[اور مراد روشنیاں ہی ہیں]۔

ب: (اَلْاَرْضُ) اگرچہ [مفرد] ہے، لیکن [جمع] کے معنیٰ میں ہے، کیونکہ مراد جنسِ زمین ہے۔ [1]

۳: اللہ تعالیٰ نے [آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے]، اس کے اپنی ملکیّت میں ہونے کو بیان فرمایا، لیکن خود [آسمانوں اور زمین] کے اپنی ملکیّت ہونے کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

جواب: لوگ آسمانوں اور زمین میں موجود بعض چیزوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے واضح فرمایا، کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تو اللہ تعالیٰ کی مملوکہ چیزیں ہیں، تو تم مالک کو چھوڑ کر ان کی مملوکہ چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

آسمانوں اور زمین کی ملکیت کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ ان کی عبادت کرنے والے لوگ نہیں تھے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. [2]

[1] ملاحظہ ہو: تفسير آية الكرسي ص ١٣.

[2] ملاحظہ ہو: البحر المحيط ١/ ٢٨٨.

-۵-

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کا معنیٰ

ب: [مَنْ] اور [ذَا] کے ساتھ استفہام کی حکمت

ج: اذنِ الٰہی کے بغیر شفاعت کی نفی کے متعلق دیگر نصوص

د: جملے کے دیگر تین فوائد

ہ: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: جملے کا معنیٰ:

اس جملے میں لفظ [مَنْ] کے ساتھ استفہام میں ڈانٹ اور نفی دونوں باتیں ہیں۔ جملے سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے حضور، ان کی اجازت کے بغیر، شفاعت کرنے کی کسی میں تاب نہیں۔

علامہ رازی رقم طراز ہیں:

"قولہ: (مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ) اِسْتِفْھَامٌ ، مَعْنَاہُ الْإِنْکَارُ وَالنَّفْيُ ، أَيْ: لَا یَشْفَعُ عِنْدَہٗ أَحَدٌ إِلَّا بِأَمْرِہٖ۔ "❶

''ارشادِ تعالیٰ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾ استفہام

---

❶ التفسیر الکبیر ۷/ ۹. نیز دیکھئے: تفسیر الطبري ۵/۳۹۵؛ وغرائب القرآن ۳/۱۷؛ وفتح القدیر ۱/۴۱۱.

(یعنی اس میں سوال) ہے اور اس کا معنیٰ ڈانٹ اور نفی ہے۔ مراد یہ ہے، کہ ان کے حضور کوئی بھی ان کے حکم کے بغیر شفاعت نہیں کرے گا۔''

مشرکوں کا یہ گمان تھا، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن لوگوں یا چیزوں کی وہ عبادت کرتے ہیں، وہ دربارِ الٰہی میں ان کی شفاعت کریں گے۔ مذکورہ بالا جملے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کی ڈانٹ کے ساتھ تردید فرمائی۔ علامہ رازی آیت کے اسی حصے کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وَذٰلِكَ أَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ الْأَصْنَامَ تَشْفَعُ لَهُمْ.''[1]

''اور وہ، کیونکہ یقیناً مشرک لوگ گمان کیا کرتے تھے، کہ بلاشبہ بُت ان کے لیے شفاعت کریں گے۔''

بتوں کے شفاعت کرنے کی تردید میں دیگر تین آیات:

قرآن کریم کے متعدد مقامات پر مشرکوں کے اس فاسد گمان کی تردید کی گئی ہے۔ انہی میں سے تین درج ذیل ہیں:

I: ﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾[2]

[اور وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع اور وہ کہتے ہیں: ''وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔''

[1] التفسیر الکبیر ۷/۹۔ [2] سورۃ یونس ۔علیہ السلام۔ / الآیۃ ۱۸۔

آپ کہہ دیجیے: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو، جسے وہ نہ تو آسمانوں میں جانتے ہیں اور نہ زمین میں؟''

وہ ان کے مشرکانہ اعمال سے پاک اور بہت بلند ہیں۔]

II: ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ﴾ ❶

[اور وہ لوگ جنہوں نے ان (یعنی اللہ تعالیٰ) کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں (کہتے ہیں): ''ہم تو صرف اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں، تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اچھی طرح قریب کردیں۔''

اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان باتوں کے بارے میں فیصلہ کریں گے، جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور حق کے منکر کو ہدایت نہیں دیتے۔]

III: ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ. قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ❷

[یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا سفارشی بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے: ''کیا اگرچہ وہ نہ کبھی کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں؟''

آپ کہہ دیجیے: ''ساری کی ساری شفاعت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے (یعنی ان کے اختیار میں) ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی انہی کے لیے

---

❶ سورۃ الزمر / جزء من الآیۃ ۳.

❷ سورۃ الزمر / الآیتان ۴۳۔۴۴.

ہے، پھر تم انہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"]

ب: [مَنْ] اور [ذَا] کے ساتھ استفہام کی حکمت:

اس جملے میں صرف استفہام نہیں، بلکہ زجر وتوبیخ بھی ہے۔

دو مفسرین کے بیانات:

ا: علامہ شوکانی نے قلم بند کیا ہے:

فِیْهِ التَّقْرِیْعُ وَالتَّوْبِیْخُ لِمَنْ یَزْعَمُ أَنَّ أَحَدًا یَقْدِرُ عَلٰی نَفْعِ أَحَدٍ بِالشَّفَاعَةِ بِغَیْرِ إِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَا لَا مَزِیْدَ عَلَیْهِ . وَفِیْهِ مِنَ الدَّفْعِ فِيْ صُدُوْرِ عُبَّادِ الْقُبُوْرِ ، وَالصَّدِّ فِيْ وُجُوْهِهِمْ ، وَالْفَتِّ فِيْ أَعْضَادِهِمْ مَا لَا یُقَادَرُ قَدْرُهٗ وَلَا یَبْلُغُ مَدَاهُ . وَالَّذِيْ یُسْتَفَادُ مِنْهُ فَوْقَ مَا یُسْتَفَادُ مِنْ:

قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی﴾ [1]

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی﴾ [2]

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ [3]

بِدَرَجَاتٍ كَثِیْرَةٍ . [4]

[اس میں اس شخص کے لیے انتہا درجے کی ڈانٹ ڈپٹ اور زجر و توبیخ ہے، جو کہ یہ گمان کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی کو شفاعت کے ذریعے نفع پہنچا سکتا ہے۔ اس میں قبروں کے پجاریوں کے سینوں پر ایسی ضرب کاری، چہروں پر ایسا زور دار طمانچہ اور بازوؤں کا

---

[1] سورۃ الأنبیاء / جزء من الآیة ۲۸۔
[2] سورۃ النجم / الآیة ۲۶۔
[3] سورۃ النبأ / جزء من الآیة ۳۸۔
[4] ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/ ۴۱۱۔

اس قدر توڑتا ہے، کہ اس کا کما حقہ اندازہ کرنا محال اور اس کی انتہا کو پہنچنا ناممکن ہے۔

اذنِ الٰہی کے بغیر شفاعت کی نفی پر دلالت کرنے والی (دیگر آیات) کے مقابلے میں اس (یعنی آیت الکرسی کے حصہ) سے حاصل ہونے والی بات کہیں درجے زیادہ زوردار ہے۔ (ان دیگر آیات میں سے تین حسبِ ذیل ہیں)

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾

[اور وہ (یعنی فرشتے) سفارش نہیں کرتے، مگر اسی کے لیے، جسے وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) پسند فرمائیں۔]

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾

[اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں، کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی، مگر اس کے بعد، کہ اللہ تعالیٰ اجازت دیں، جس کے لیے وہ چاہیں گے اور (جسے) پسند کریں گے۔]

﴿لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾

[وہ (یعنی فرشتے) بات نہیں کریں گے، مگر وہ جسے رحمان اجازت دیں گے۔]

خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ مذکورہ بالا آیات صرف [اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت کی نفی] پر دلالت کرتی ہے اور اس (یعنی آیت الکرسی والے فرمانِ الٰہی) میں نفی کے ساتھ ایسا گمان کرنے والوں کے لیے شدید زجر و توبیخ اور سخت ڈانٹ ڈپٹ بھی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

۲: [ذَا] کے ڈانٹ اور نفی کی تاکید کے لیے ہونے کے متعلق شیخ ابن عاشور رقم

طراز ہیں:

"و[ذَا] مَزِیْدَۃٌ لِلتَّأْکِیْدِ إِذْ لَیْسَ ثَمَّ مُشَارٌ إِلَیْہِ مُعَیَّنٌ، وَ الْعَرَبُ تَزِیْدُ [ذَا] لِمَا تَدُلُّ عَلَیْہِ الْإِشَارَۃُ مِنْ وُجُوْدِ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ یَتَعَلَّقُ بِہٖ حُکْمُ الْاِسْتِفْھَامِ، حَتّٰی إِذَا ظَھَرَ عَدَمُ وَجُوْدِہٖ کَانَ ذٰلِکَ أَدَلَّ عَلٰی أَنْ لَیْسَ ثَمَّۃَ مُتَطَلِّعٌ یَنْصِبُ نَفْسَہٗ لِادِّعَاءِ ھٰذَا الْحُکْمِ."[1]

"اور[ذَا] کا تاکید کی غرض سے اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ وہاں کوئی ایسا معین شخص نہیں، جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہو۔ عرب استفہام کے متعلق معین شخص پر دلالت کی خاطر [ذَا] کا اضافہ کرتے ہیں۔ جب معین شخص کا نہ ہونا واضح ہو جائے، تو یہ اس بات پر بہت زیادہ دلالت کرتا ہے، کہ وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہیں، جو اس حکم کے دعویٰ کا تصور بھی کر سکے۔"

حاصلِ کلام یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کا شفاعت کرنا، تو بہت دور کی بات ہے، جملے میں موجود لفظ [ذَا] اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ ایسا کرنے کے دعویٰ کا بھی کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

ج: اذنِ الٰہی کے بغیر شفاعت کی نفی کے متعلق دیگر نصوص:

قرآن و سنت میں یہ حقیقت متعدد مقامات پر واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں اس بارے میں تین آیات اور ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے:

۱: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِہٖ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ﴾[2]

---

[1] تفسیر التحریر و التنویر ۳/۲۱.

[2] سورۃ یونس ـ علیہ السلام ـ جزء من الآیۃ ۳.

[کوئی سفارش کرنے والا نہیں، مگر ان کی اجازت کے بعد۔ وہی اللہ تعالیٰ تمہارے رب ہیں، سو ان کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟]

۲: ارشادِ تعالیٰ:

﴿یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا﴾ ❶

[اس دن سفارش نفع نہیں دے گی، مگر جس کے لیے رحمان اجازت دیں اور جس کے لیے بات کرنا پسند فرمائیں۔]

۳: صرف یہی نہیں، بلکہ روزِ قیامت تو صورتِ حال یہ ہوگی، کہ فرشتے بشمول حضرت جبریل علیہ السلام دربارِ الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنے کی بھی جسارت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ ❷

[جس دن روح (الامین یعنی حضرت جبریل) اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ وہ بات نہیں کریں گے، سوائے اس کے، جسے رحمٰن اجازت دیں گے اور (جو) درست بات کہے گا۔]

۴: مزید برآں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی ہے، کہ روزِ قیامت حضراتِ انبیاء و رُسل علیہم السلام میں سے کوئی بھی، اُن کے سوا دربارِ الٰہی میں شفاعت کے لیے آگے نہیں بڑھے گا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت کرنے کا آغاز

❶ سورۃ طٰہٰ / الآیۃ ۱۰۹.

❷ سورۃ النبأ / الآیۃ ۳۸.

اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے کریں گے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائیں گے، تو وہ کہیں گے:

''لَوِ اسْتَشْفَعْنَا عَلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا.''

''اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور کسی سے شفاعت کروائیں، تاکہ ہمارے اس ٹھہرنے (کی مشقت) سے وہ ہمیں راحت دے دیں۔''[1]

(پھر) لوگ آدم ۔علیہ السلام۔ کے پاس حاضر ہوکر کہیں گے:

''أَنْتَ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ، فَسَجَدُوا لَكَ، فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّنَا.''

''آپ وہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح سے پھونکا اور فرشتوں کو حکم دیا، تو انہوں نے آپ کے لیے سجدہ کیا، سو آپ ہمارے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت کیجیے۔''

تو وہ کہیں گے:

''لَسْتُ هُنَاكُمْ.''

''میں تمہارے لیے وہاں (کچھ بھی) نہیں۔'' (یعنی دربارِ الٰہی میں

[1] امام ابن حبان کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ''بلاشبہ روزِ قیامت آدمی کو پسینے نے لگام ڈال رکھی ہوگی، (یعنی پسینہ لگام کی مانند اس کے منہ میں ہوگا)، تو وہ شخص کہے گا: ''اے میرے رب! (اس صورتِ حال سے) مجھے راحت دیجیے، اگرچہ دوزخ کی آگ کی طرف۔'' (یعنی یہاں سے چھٹکارا حاصل ہوجائے، اگرچہ اس کے لیے آپ مجھے دوزخ کی آگ میں ڈال دیں۔'' (منقول از: فتح الباري ۱۱/۴۳۳)

تمہاری شفاعت کرنے کا اہل نہیں)۔

اور وہ اپنی غلطی کا تذکرہ کریں گے ❶ اور کہیں گے: ''نوح۔علیہ السلام۔ کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ پہلے رسول ہیں۔''

سو وہ (لوگ) ان کے پاس آئیں گے، تو وہ کہیں گے: ''میں تمہارے لیے وہاں نہیں۔''

اور وہ اپنی غلطی کا ذکر کریں گے؟'' ❷

''اِئْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ ۔ عليه السلام ۔ اَلَّذِيْ اتَّخَذَهُ اللّٰهُ خَلِيْلًا.''

''ابراہیم۔علیہ السلام۔ کے پاس جاؤ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے (اپنا) خلیل ٹھہرایا۔''

سو وہ ان کے پاس آئیں گے، تو وہ کہیں گے:

''لَسْتُ هُنَاكُمْ.''

''میں تمہارے لیے وہاں نہیں۔''

اور وہ اپنی غلطی کا ذکر کریں گے: ❸

''اِئْتُوْا مُوْسٰى ۔ عليه السلام ۔ اَلَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ.''

''موسیٰ۔علیہ السلام۔ کے پاس جاؤ، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی۔''

پس وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے: ❹

---

❶ ایک روایت میں ہے: ''ممانعت کے باوجود ان کا (ممنوعہ) درخت سے کھانا۔'' (بحوالہ: فتح الباري ۴۳۳/۱۱)

❷ ایک روایت میں ہے: ''وہ رب تعالیٰ سے اپنے اُس سوال کا ذکر کریں گے، جس کا انہیں علم نہیں تھا۔'' (بحوالہ: المرجع السابق ۴۳۴/۱۱) یعنی بیٹے کے غرق ہونے پر، اس کے متعلق کیا گیا سوال۔

❸ ایک روایت میں ہے: ''بلاشبہ میں نے تین جھوٹ بولے تھے۔'' ایک دوسری روایت میں ہے: ''ان کا یہ کہنا: ''بلاشبہ میں بیمار ہوں۔'' اور ان کا کہنا: ''بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔'' اور ان کا اپنی اہلیہ سے کہنا: ''اسے یہ بتلانا، کہ بلاشبہ میں تمہارا بھائی ہوں۔'' (منقول از: المرجع السابق ۴۳۵/۱۱).

❹ ایک روایت میں ہے (اور وہ کہیں گے): ''میں نے ایک جان کو قتل کیا، جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔'' (منقول از: المرجع السابق ۴۳۵/۱۱)

"اِئْتُوا عِیْسٰی . عَلَیْہِ السَّلَام . ."

"عیسیٰ ۔عَلَیْہِ السَّلَام۔ کے پاس جاؤ۔"

پس وہ (لوگ) ان کے پاس آئیں گے، تو وہ کہیں گے:

"لَسْتُ هُنَاكُمْ. اِئْتُوا مُحَمَّدًا . صلی اللہ علیہ وسلم . قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ."

"میں تمہارے لیے وہاں (کچھ بھی) نہیں۔محمد۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے پاس جاؤ، بلاشبہ ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔"

فَيَأْتُونِي، فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰی رَبِّي.

"فَإِذَا رَأَيْتُهٗ، وَقَعْتُ لَهٗ سَاجِدًا، فَيَدَعُنِي مَا شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُقَالُ لِيْ: "اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ."

"پس وہ میرے پاس آئیں گے، تو میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس جب میں انہیں دیکھوں گا، تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے، مجھے (اسی حالت میں) رہنے دیں گے، پھر میرے لیے کہا جائے گا:

"اپنے سر کو اٹھائیے اور سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا اور کہیے، سُنا جائے گا (یعنی آپ کی بات سُنی جائے گی) اور شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔"

"فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ، فَأَحْمَدُ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْ، ثُمَّ أَشْفَعُ، فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا، ثُمَّ أُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ، وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ."

"پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ایسی تعریف کروں گا، جو وہ مجھے سکھلائیں گے، پھر میں شفاعت کروں گا، تو وہ میرے لیے ایک حد

مقرر فرمائیں گے۔ پھر میں انہیں دوزخ کی آگ سے نکالوں گا اور انہیں جنت میں داخل کروں گا۔''

''ثُمَّ أَعُوْدُ، فَأَقَعُ سَاجِدًا مِثْلَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ، حَتّٰى لَا يَبْقٰى فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ.''[1]

''پھر میں سجدے میں اسی طرح دوبارہ گر جاؤں گا، پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ، یہاں تک کہ دوزخ کی آگ میں صرف وہی باقی رہے گا، جسے قرآن نے (دوزخ میں) روکا ہوگا۔''

قتادہ اس مقام پر کہا کرتے تھے:

''یعنی اس پر (دوزخ میں) ہمیشہ رہنا واجب ہو چکا ہوگا۔''

اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ ہمارے نبی کریم ﷺ، مخلوق میں سے معزز ترین شخصیت اور رب العالمین کے محبوب ہونے کے باوجود، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی اجازت میسر آنے سے پہلے شفاعت نہیں کریں گے۔ اسی بارے میں شیخ ابن عاشور لکھتے ہیں:

''فَسُجُوْدُهٗ اِسْتِيْذَانٌ فِي الْكَلَامِ، وَ لَا يَشْفَعُ حَتّٰى يُقَالَ: "اِشْفَعْ"، وَ تَعْلِيْمُهُ الْكَلِمَاتِ مُقَدَّمَةٌ لِلْإِذْنِ.''[2]

''آنحضرت ﷺ کا سجدہ گفتگو کرنے کی اجازت طلب کرنے کی خاطر ہے۔ آنحضرت ﷺ تب تک شفاعت نہیں کریں گے، جب تک کہ آپ سے یہ نہیں کہا جائے گا: ''شفاعت کیجیے۔'' اور (جب تک)

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، رقم الحديث ٦٥٦٥، ١١/٤١٧-٤١٨؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، رقم الحديث ٣٢٢-(١٩٣)، ١/١٨٠-١٨١. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

[2] تفسير التحرير والتنوير ٣/٢١.

آنحضرت ﷺ کو اجازت سے پہلے والے کلمات سکھلائے نہیں جائیں گے۔''

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ دورانِ شفاعت اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ حدود کے اندر ہی سفارش کریں گے۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ شفاعت کے اس عظیم اعزاز کے باوجود اپنی مرضی سے کسی کی شفاعت نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

د: جملے کا ماقبل سے تعلق:

آیت الکرسی کے پہلے جملے [اَللّٰـهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ] میں بیان کردہ حقیقت یہ ہے، کہ ہر قسم کی الوہیت وعبودیت کے مستحق تنہا اللہ تعالیٰ ہیں۔ مشرک لوگ غیر اللہ کی عبادت کر کے اس حقیقت کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ اپنے اس طرزِ عمل کے لیے جواز کا سبب یہ پیش کرتے تھے، کہ وہ (یعنی اُن کے معبودانِ باطلہ) اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے لیے سفارشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے بیان فرمایا، کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ان ہی کی ملکیت ہے اور کوئی بھی روزِ قیامت ان کی اجازت کے بغیر شفاعت کی جرأت نہیں کرے گا۔

امام طبری کا بیان

''وَ إِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ تَعَالٰی ذِكْرُهٗ لِأَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا: ''مَا نَعْبُدُ أَوْثَانَنَا هٰذِهٖٓ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى.''

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذِكْرُهٗ لَهُمْ: ''لِيْ مَا فِيْ السَّمٰوَاتِ وَ مَا فِيْ الْأَرْضِ مَعَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ مِلْكًا، فَلَا تَنْبَغِيْ الْعِبَادَةُ

لِـغَيْرِيْ. فَلَا تَعْبُدُوْا الْأَوْثَانَ الَّتِي تَزْعُمُوْنَ أَنَّهَا تُقَرِّبُكُمْ مِّنِّي زُلْـفٰـى، فَإِنَّهَا لَا تَنْفَعُكُمْ عِنْدِيْ، وَ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا. وَ لَا يَشْـفَعُ عِنْدِيْ أَحَـدٌ لِأَحَدٍ إِلَّا بِتَخْلِيَتِيْ إِيَّـاهُ، وَ الشَّفَاعَةُ لِمَنْ يَّشْفَعُ لَهٗ، مِنْ رُّسُلِيْ وَ أَوْلِيَآئِي وَ أَهْلِ طَاعَتِيْ.''[1]

''اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا، کیونکہ مشرکوں نے کہا: ''ہم ان بتوں کی صرف اس لیے پرستش کرتے ہیں، تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔''

تو (ان کا رد کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے، بشمول آسمانوں اور زمین، یہ سب کچھ صرف میری ملکیت ہے، لہٰذا میرے علاوہ کسی کی عبادت کرنا درست نہیں۔ ان بتوں کی پوجا نہ کرو، کیونکہ جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے، کہ وہ تمہیں میرے قریب کرتے ہیں، وہ میرے ہاں تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی وہ تمہارے کچھ کام آئیں گے۔ میرے حضور تو صرف وہ ہی، کسی ایک کے لیے، شفاعت کرے گا، جسے میں اجازت دوں گا۔ (روزِ قیامت) شفاعت تو ان لوگوں کے لیے ہے، جن کے لیے میرے رسول، میرے اولیاء اور میرے اطاعت گزار لوگ شفاعت کریں گے۔''

۵: جملے کے دیگر تین فوائد:

ا: اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور کبریائی کا بیان:

---

[1] تفسیر الطبري ۵/۳۹۵.

روزِ قیامت کوئی ان کی اجازت کے بغیر ان کے حضور شفاعت کرنے کی جسارت بھی نہیں کر پائے گا۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

"بَيَانٌ لِّكِبْرِيَآءِ شَأْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى، وَ أَنَّهٗ لَا أَحَدٌ يُّسَاوِيْهِ أَوْ يُدَانِيْهِ يَسْتَقِلُّ بِأَنْ يَّدْفَعَ مَا يُرِيْدُهٗ شَفَاعَةً وَّ اسْتِكَانَةً، فَضْلًا عَنْ أَنْ يَّعَاوِقَهٗ عِنَادًا أَوْ مُنَاصَبَةً أَيْ مُخَاصَمَةً." ❶

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شانِ کبریائی کا بیان ہے، کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے، کہ کوئی عناد یا دشمنی یا جھگڑے سے ان کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ بنے، بلکہ صورتِ حال یہ ہے، کہ ایسا بھی نہیں ہے، کہ کوئی ان کے مساوی یا (رتبے میں) قریب ہونے کی بنا پر شفاعت یا ان کے رُوبرو عاجزی کرکے، ان کے ارادے کو ٹال دے۔''

علامہ ابوحیان اندلسی نے تحریر کیا ہے:

"وَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ أَعْظَمُ دَلِيْلٍ عَلٰى مَلَكُوْتِ اللّٰهِ، وَ عِظَمِ كِبْرِيَائِهٖ، بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ أَنْ يُّقْدِمَ أَحَدٌ عَلَى الشَّفَاعَةِ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنٍ مِنْهُ تَعَالٰى." ❷

''اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کبریائی کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے، کہ کسی کے لیے یہ بھی ممکن نہیں، کہ وہ ان کے حضور

❶ تفسير البيضاوي ١/١٣٤۔ نیز ملاحظہ ہو: الكشاف ١/ ٣٨٤۔ ٣٨٥؛ وتفسير ابن كثير ١/٣٣١؛ وتفسير أبي السعود ١/٢٤٨؛ وتفسير النسفي ١/١٢٨.

❷ البحر المحيط ١/٢٨٨.
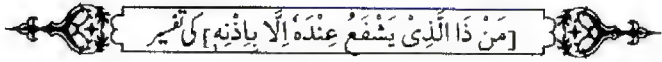
ان کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔"

۲: اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کا ثبوت:

علامہ ابوحیان رقم طراز ہیں:

"وَ دَلَّتِ الْآیَةُ عَلٰی وُجُوْدِ الشَّفَاعَةِ بِإِذْنِهٖ تَعَالٰی . وَ الْإِذْنُ هُنَا مَعْنَاهُ: الْأَمْرُ." ❶

"(یہ) آیت (شریفہ) اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کے ہونے پر دلالت کرتی ہے اور [الإذن] کا یہاں معنیٰ: حکم ہے۔"

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [اِلَّا بِاِذْنِہٖ] [مگر اُن کے اذن کے ساتھ]۔ اور اگر شفاعت ثابت نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ اُس کے ہونے کا استثناء نہ کیا جاتا۔ ❷

۳: شفاعت کے لیے اذنِ الٰہی کا ثبوت:

اللہ تعالیٰ کی جانب سے شفاعت کی خاطر اجازت کا حاصل ہونا ثابت ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ .

---

❶ البحر المحیط ۱/ ۲۸۸.

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر آیة الکرسي ص ۳۱.

-٦-

﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کا معنی

ب: اسم موصول [مَا] کا فائدہ اور اس کی تکرار کی حکمت

ج: [اَیْدِیْهِمْ] اور [خَلْفَهُمْ] میں ضمیر [هُمْ] کا مرجع

د: [مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ] اور [وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر میں آٹھ اقوال

ہ: علمِ الٰہی کے تمام کائنات کا احاطہ کرنے کے متعلق دیگر چھ آیات

و: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: جملے کا معنی:

تین مفسرین کے اقوال:

I: امام طبری:

"إِنَّهُ الْمُحِيطُ بِكُلِّ مَا كَانَ، وَبِكُلِّ مَا هُوَ كَائِنٌ، عِلْمًا لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ." [1]

''یقیناً وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ہر چیز کا، جو (زمانہ ماضی میں) تھی اور ہر اس چیز کا جو (اب) ہے اور جو (آئندہ) ہوگی، اپنے علم کے اعتبار سے ایسے احاطہ کیے ہوئے ہیں، کہ اُن سے اُس کے بارے میں کچھ بھی مخفی نہیں۔''

[1] تفسير الطبري ٥/٣٩٦.

II: حافظ ابن کثیر:

"دَلِيلٌ عَلَى إِحَاطَةِ عِلْمِهِ بِجَمِيعِ الْكَائِنَاتِ مَاضِيهَا، وَحَاضِرِهَا، وَمُسْتَقْبِلِهَا." ❶

"کائنات کی تمام چیزوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطہ کرنے کی دلیل ہے۔"

III: نواب صدیق حسن خاں:

"وَالْمَقْصُودُ أَنَّهُ عَالِمٌ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ، لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَحْوَالِ جَمِيعِ خَلْقِهِ، حَتَّى يَعْلَمَ دَبِيبَ النَّمْلَةِ السَّوْدَآءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَآءِ عَلَى الصَّخْرَةِ الصَّمَّآءِ تَحْتَ الْأَرْضِ الْغَبْرَآءِ، وَحَرَكَةَ الذَّرَّةِ فِي جَوِّ السَّمَآءِ، وَالطَّيْرَ فِي الْهَوَآءِ، وَالسَّمْكَ فِي الْمَآءِ." ❷

"(اس جملے کا) مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کے ایسے جاننے والے ہیں، کہ مخلوق کے حالات میں سے کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہیں، یہاں تک کہ وہ غبار آلود زمین کے نیچے ہر طرف سے بند پتھر کے اوپر تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کے چلنے، آسمان کی فضا میں ذرّہ کی حرکت، ہوا میں (اڑنے والے) پرندے اور پانی میں (تیرنے والی) مچھلی سے آگاہ ہیں۔"

ب: اسم موصول [مَا] کا فائدہ اور اس کی تکرار کی حکمت:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ میں اسم موصول [مَا] عموم کے صیغوں میں سے

❶ تفسير ابن كثير ١/٣٣١.

❷ فتح البيان ١/٤٢٣.

ہے۔اس کے یہاں استعمال سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ ان کے دائرۂ علم میں ہر چیز ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہو یا بندوں کے افعال سے۔[1]

﴿وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ میں اسم موصول [مَا] کا تکرار اللہ تعالیٰ کے علم کی جامعیت کی تاکید کے لیے ہے۔[2]

ج: [اَيْدِيْهِمْ] اور [خَلْفَهُمْ] میں ضمیر [هُمْ] کا مرجع[3]:

اس ضمیر کے مرجع کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے، ان میں سے [عقل والوں] کے لیے یہ ضمیر ہے۔قاضی ابن عطیہ لکھتے ہیں:

"[اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ] میں (موجود) دونوں (ضمیر [هُمْ]) آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں میں سے عقل والوں کی طرف لوٹتی ہیں۔"[4]

[اس طرح جملے کا ترجمہ ہوگا:

[وہ جانتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں عقل والی مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔]

۲: ضمیر [هُمْ] مخلوق کی طرف پلٹتی ہے۔حافظ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے:

---

[1] ملاحظہ ہو: البحر المحيط ۱/۲۸۹؛ وتفسير آية الكرسي ص ۱٦.

[2] ملاحظہ ہو: البحر المحيط ۱/۲۸۸.

[3] یعنی یہ ضمیر (هُمْ) کس چیز کی طرف پلٹتی ہے؟ مراد یہ ہے، کہ یہاں آگے اور پیچھے کا جو ذکر کیا گیا ہے، وہ کن کے آگے اور پیچھے سے ہے؟

[4] المحرّر الوجيز ۲/۲۷۷. نیز ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ۳/۲۷٦؛ وكتاب التسهيل ۱/۱٥۹؛ وتفسير أبي السعود ۱/۲٤۸؛ وفتح القدير ۱/٤۱۱.

''ظاہری کلام کا تقاضا یہ ہے، کہ تمام مخلوق کی جانب اشارہ ہو۔''❶

[اس طرح جملے کا ترجمہ یوں ہوگا:

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ تمام مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔]

۳: ضمیر [هُمْ] فرشتوں کی طرف پلٹتی ہے۔ امام مقاتل نے بیان کیا: [هُمْ] سے مراد فرشتے ہیں۔❷

اس طرح ترجمہ یوں ہوگا:

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ، کہ فرشتوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔]

د: [مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ] اور [وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر میں آٹھ اقوال:

اس حوالے سے حضراتِ مفسرین کے بیان کردہ اقوال میں سے آٹھ درج ذیل ہیں:

۱: ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد ان سے پہلے دنیا کے معاملات اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود ان کے بعد آخرت کا معاملہ۔❸

۲: ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد آخرت ہے، کیونکہ وہ ان کے آگے ہے اور وہ اس کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود دنیا ہے، کیونکہ وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔❹

---

❶ زاد المسیر ۱/۳۰۳.

❷ بحوالہ: المرجع السابق ۱/۳۰۳.

❸ یہ حضراتِ ائمہ عطاء، مجاہد اور سدی کا قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۱/۲۳۹؛ وزاد المسیر ۱/۳۰۳؛ وتفسیر القرطبي ۳/۲۷۶؛ وتفسیر البیضاوي ۱/۱۳٤).

❹ یہ امام ضحاک اور امام کلبی کی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۷/۱۰-۱۱). نیز دیکھئے: تفسیر البغوي ۱/۲۳۹؛ وزاد المسیر ۱/۳۰۳؛ وتفسیر البیضاوي ۱/۱۳٤).

۳: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد: جو آسمان سے زمین تک ہے اور ﴿وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود: جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ ❶

۴: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد: جو ان کی زندگیوں کے ختم ہونے کے بعد ہوگا اور ﴿وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود: جو کچھ ان کی تخلیق سے پہلے تھا۔ ❷

۵: جو خیر و شر وہ کر چکے ہیں اور جو وہ اس کے بعد کریں گے۔ ❸

۶: ﴿مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد: جو کچھ فرشتوں سے پہلے تھا اور ﴿وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود: جو کچھ ان کی تخلیق کے بعد تھا۔ ❹

۷: جو کچھ، وہ محسوس کرتے ہیں اور جو کچھ وہ سمجھتے ہیں۔ ❺

۸: وہ کچھ، جس کا لوگ ادراک کرتے ہیں اور وہ کچھ، جس کا وہ ادراک نہیں کرتے۔ ❻

مذکورہ بالا اقوال میں سے کسی ایک قول کو بھی اختیار کیا جائے، تو...... وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ ...... مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا، جو تھی اور ہر اس چیز کا، جو ہے اور ہر اس چیز کا، جو ہوگی، اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ بالفاظِ دیگر اللہ جل جلالہ تمام مخلوقات کے سب احوال سے خوب آگاہ ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور چھپی ہوئی نہیں۔

---

❶ یہ تفسیر امام عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۱۰/۷۔۱۱)۔

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱/۷.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱/۷.

❹ ملاحظہ ہو: تفسير البغوي ۲۳۹/۱.

❺ ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ۱۳۴/۱؛ وتفسير أبي السعود ۲۴۸/۱.

❻ ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ۱۳۴/۱؛ وتفسير أبي السعود ۲۴۸/۱؛ وتفسير القاسمي ۳۲۰/۳.

ہ: علمِ الٰہی کا تمام کائنات کا احاطہ کرنے کے متعلق دیگر چھ آیات:

آیت الکرسی میں بیان کردہ اس حقیقت پر دلالت کرنے والی متعدد نصوص میں سے چھ درج ذیل ہیں:

۱: ارشادِ تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ ❶

[وہ جانتے ہیں، جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ (لوگ) علم کے اعتبار سے ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔]

۲: ارشادِ تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ ❷

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ ان کے آگے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف انہی کی شفاعت کریں گے، جن کے لیے اللہ تعالیٰ (شفاعت کرنا) پسند فرمائیں گے اور وہ ان کے خوف سے ڈرے ہوئے ہیں۔]

۳: ارشادِ تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ ❸

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور

---

❶ سورة طٰه / الآية ۱۱۰.

❷ سورة الأنبياء / الآية ۲۸.

❸ سورة الحج / الآية ۷٦.

تمام معاملات انہی کی جانب لوٹائے جائیں گے۔]

۴: ارشادِ تعالیٰ:

﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ❶

[آپ کہہ دیجیے، کہ تم چاہے اس چیز کو چھپاؤ، جو تمہارے سینوں میں ہے یا ظاہر کرو، اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ اُسے جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتے ہیں۔]

۵: ارشادِ تعالیٰ:

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ❷

[اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب باخبر ہیں۔]

۶: ارشادِ تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ❸

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتے ہیں، جو

❶ سورة آل عمران / الآية ٢٩.

❷ سورة الحجرات / جزء من الآية ١٦.

❸ سورة التغابن / الآية ٤.

کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی (چھپی ہوئی باتوں) سے خوب آگاہ ہیں۔]

دو تنبیہات:

۱: کائنات میں اللہ تعالیٰ سب سے سچے ہیں۔ راست بازی اور صدق گوئی میں ان کا کوئی ہمسر، ثانی اور مثیل نہیں۔ انہوں نے خود ہی اپنے متعلق خبر دی ہے:

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ ❶

[اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ گفتار میں کون سچا ہے؟]

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ ❷

[اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا کون ہے؟]

﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ﴾ ❸

[کہیے: ''کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟'' کہہ دیجیے: ''اللہ تعالیٰ۔'']

کسی بات کے حق اور سچ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک بار فرمانا بہت کافی ہے، لیکن جب وہ کسی حقیقت کے متعلق اتنی مرتبہ بیان فرمائیں، تو اس کا قطعی ہونا کس قدر ہوگا!

۲: بندے کا اس حقیقت کو سمجھنا، اس پر یقین کرنا اور اسے ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا، کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر بول، ہر اشارے، ہر حرکت، غرضیکہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہیں، ہر بدی اور ظلم سے اُسے روکنے کے لیے بہت کافی ہے۔

❶ سورة النسآء / جزء من الآية ۸۷.

❷ سورة النسآء/ جزء الآية ۱۲۲.

❸ سورة الأنعام / جزء الآية ۱۹.

اے اللہ کریم! ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں، نسلوں اور امت کو اس حقیقت کا ادراک ویقین اور اسے ہمیشہ یاد رکھنے کی توفیق نصیب فرما دیجیے۔ إِنَّكَ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ .

و: جملے کا ماقبل سے تعلق:

اس جملے میں مخلوق کو بلا اجازت شفاعت سے محروم کرنے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ شفاعت کرنے کی صلاحیت اور شفاعت پانے کی اہلیّت کا کما حقہ علم صرف اللہ جلّ جلالہ کو ہے، کسی اور کو نہیں، اسی لیے شفاعت دینے کا اختیار بھی صرف انہی کے شایانِ شان ہے۔

ز: مفسرین کے اقوال:

۱: علامہ رازی لکھتے ہیں:

"وَ اعْلَمْ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهٰذَا الْكَلَامِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ عَالِمٌ بِأَحْوَالِ الشَّافِعِ وَ الْمَشْفُوْعِ لَهُ ، فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِاسْتِحْقَاقِ الثَّوَابِ وَ الْعِقَابِ ، لِأَنَّهُ عَالِمٌ بِجَمِيعِ الْمَعْلُوْمَاتِ ، لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ . وَ الشُّفَعَاءُ لَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَنَّ لَهُمْ مِنَ الطَّاعَةِ مَا يَسْتَحِقُّوْنَ بِهِ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ الْعَظِيْمَةَ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى . وَ لَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هَلْ أَذِنَ لَهُمْ فِي تِلْكَ الشَّفَاعَةِ ، وَ أَنَّهُمْ يَسْتَحِقُّوْنَ الْمَقْتَ وَ الزَّجْرَ عَلٰى ذٰلِكَ . وَ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ أَنْ يُّقْدِمَ عَلَى الشَّفَاعَةِ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى ." [1]

"(اچھی طرح) سمجھ لیجیے، کہ اس کلام سے مقصود یہ ہے، کہ (اللہ) سبحانہ و

[1] التفسیر الکبیر ۷/۱۱۔ نیز دیکھیے: غرائب القرآن ۳/۱۷۔

تعالیٰ ثواب و عقاب کے مستحق ہونے کے اعتبار سے [شافع] ❶ اور [مشفوع لہ] ❷ دونوں کے حالات سے آگاہ ہیں، کیونکہ وہ سب معلومات سے باخبر ہیں۔ کوئی مخفی چیز بھی ان سے پوشیدہ نہیں اور شفاعت کرنے والوں کو تو اپنے بارے میں (بھی) یہ خبر نہیں، کہ آیا ان کی (اللہ تعالیٰ کی) اس قدر طاعت گزاری ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس (یعنی شفاعت کے) عظیم رتبہ کے مستحق ہوں۔ انہیں یہ علم بھی نہیں، کہ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس (یعنی کی جانے والی) شفاعت کی اجازت دی ہے اور (نہ ہی وہ جانتے ہیں،) کہ اس بنا (یعنی بلا اجازت کرنے) پر وہ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) ناراضی اور بازپرس کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت کا حق نہیں۔"

۲: شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

"وَ هِيَ أَيْضًا تَعْلِيلٌ لِجُمْلَةِ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ إِذْ قَدْ يَتَّجِهُ سُؤَالٌ:

لِمَاذَا حُرِمُوا الشَّفَاعَةَ إِلَّا بَعْدَ الْإِذْنِ؟

فَقِيلَ: "لِأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ مَنْ يَسْتَحِقُّ الشَّفَاعَةَ، وَ رُبَّمَا غَرَّتْهُمُ الظَّوَاهِرُ. وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَنْ يَسْتَحِقُّهَا، فَهُوَ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ." ❸

"یہ (جملہ) ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ إِلَّا بِإِذْنِهٖ﴾ کے سبب کو

❶ یعنی شفاعت کرنے والا۔ ❷ یعنی جس کے لیے شفاعت کی جائے۔

❸ تفسیر التحریر والتنویر ۳/۲۱-۲۲.

بیان کرتا ہے، کیونکہ بسا اوقات یہ سوال پیدا ہوتا ہے:

اجازت کے بغیر شفاعت سے محروم کیوں کیے گئے؟

(جواب میں) کہا گیا: کیونکہ انہیں علم ہی نہیں، کہ کون شفاعت کا مستحق ہے، شاید، کہ انہیں ظاہری صورتِ حال دھوکہ دے جائے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے، کہ کون شفاعت کا مستحق ہے۔ وہ جانتے ہیں، جو کچھ، کہ ان کے آگے ہے اور جو کچھ، ان کے پیچھے ہے۔''

-۷-

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کے مفردات کے معانی

ب: جملے کے معانی

ج: مخلوق کے علم کا کامل نہ ہونا

۳: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: جملے کے مفردات کے معانی

ا: [يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ]:

دو علماء کے اقوال:

I: علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:

"اَلْإِحَاطَةُ تَقْتَضِي الْحُفُوْفَ بِالشَّيْءِ مِنْ جَمِيعِ جِهَاتِهِ وَالْاِشْتِمَالِ عَلَيْهِ۔" ❶

"[احاطہ] کا تقاضا تمام اطراف سے چیز کو گھیرنا اور اس پر مشتمل ہونا ہے۔"

II: علامہ راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے:

"وَالْإِحَاطَةُ بِالشَّيْءِ عِلْمًا هِيَ أَنْ تَعْلَمَ وَجُوْدَهُ، وَجِنْسَهُ، وَكَيْفِيَّتَهُ، وَغَرَضَهُ الْمَقْصُوْدَ بِهِ، وَبِإِيْجَادِهِ، وَمَا يَكُوْنُ

❶ البحر المحيط ۲۸۹/۱.

بِهٖ، وَمِنْهُ۔" ❶

"کسی چیز کا علم کے اعتبار سے احاطہ یہ ہے، کہ اس کے وجود، جنس، کیفیت، غرض و غایت، اس کی ایجاد، اور وہ کس چیز کے ساتھ اور کس سے ہوئی، (ان سب باتوں) کے بارے میں علم ہو۔"

۲: [مِّنْ عِلْمِهٖٓ]:

مفسرین نے [علم] کے دو معانی بیان کیے ہیں:

ا: یہاں [علم] سے مراد معلوم ہے۔ ❷

ب: علم سے مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم ہے۔ ❸

ب: جملے کے معانی:

[علم] کے مذکورہ بالا دونوں معانی کے اعتبار سے جملے کے بھی درج ذیل دو معانی ہیں:

I: اللہ تعالیٰ کی معلومات کے بارے میں کسی کو کچھ بھی علم نہیں، ماسوائے اس کے، جو وہ خود، کسی کو بتلائیں۔

II: کوئی بھی اپنے علم سے اللہ جل جلالہ کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کرسکتا، سوائے اس کے، کہ جو وہ خود اس بارے میں، اسے بتلائیں۔

---

❶ المفردات في غريب القرآن، مادة "حائط"، ص ١٣٦۔١٣٧. امام لیث نے بیان کیا ہے: "جب کوئی شخص کسی چیز کو اپنے قابو میں لے لے یا اس کا علم اپنی انتہا کو پہنچ جائے، تو کہا جاتا ہے، کہ اس نے اس چیز کا احاطہ کیا ہے۔" (بحوالہ: زاد المسير ١/٣٠٤).

❷ ملاحظہ ہو: المحرر الوجيز ٢/٢٧٧؛ وزاد المسير ١/٣٠٤؛ والتفسير الكبير ٧/١١؛ وتفسير القرطبي ٣/٢٧٦؛ وكتاب التسهيل ١/٩٥؛ وتفسير البيضاوي ١/١٣٤؛ وتفسير الجلالين ص ٥٦؛ وتفسير أبي السعود ١/٢٤٨؛ وفتح القدير ١/٤١١.

❸ ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ١/٣٣٢؛ وتفسير آية الكرسي ص ١٧.

چار علماء کے اقوال:

I: امام طبری لکھتے ہیں:

"لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ سِوَاهُ شَيْئًا إِلَّا بِمَا شَاءَ هُوَ أَنْ يُعْلِمَهُ، فَأَرَادَ، فَعَلَّمَهُ." ❶

''ان کے علاوہ کوئی ایک بھی کسی بھی چیز کا علم نہیں رکھتا، مگر جس چیز کا وہ، اسے علم دینا پسند فرمائیں، تو وہ (اس کا) ارادہ فرمائیں اور اسے سکھلا دیں۔''

II: قاضی ابن عطیہ رقم طراز ہیں:

"لَا مَعْلُومَ لِأَحَدٍ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يُعْلِمَهُ." ❷

''کسی کو کچھ (بھی) معلوم نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اُسے جس چیز کا علم دینا چاہیں۔''

III: حافظ ابن کثیر نے مذکورہ بالا دونوں معانی بیان کرتے ہوئے قلم بند کیا ہے:

"لَا يَطَّلِعُ أَحَدٌ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلٰى شَيْءٍ إِلَّا بِمَآ أَعْلَمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطْلَعَهُ عَلَيْهِ.

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ لَا يَطَّلِعُوْنَ عَلٰى عِلْمِ شَيْءٍ مِنْ عِلْمِ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ إِلَّا بِمَا أَطْلَعَهُمْ عَلَيْهِ كَقَوْلِهٖ: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾." ❸، ❹

''کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں کسی بھی چیز سے مطلع نہیں

---

❶ تفسير الطبري ٥/٣٩٧.

❷ المحرّر الوجيز ٢/٢٧٧.

❸ سورة طٰهٰ / جزء من الآية ١١٠.

❹ تفسير ابن كثير ١/٣٣٢. نیز ملاحظہ ہو: تفسير آية الكرسي ص ١٧.

ہوتا، مگر جس چیز کی اللہ عزوجل اسے خبر دے دیں اور بتلا دیں۔

یہ بھی احتمال ہے، کہ مراد یہ ہو، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں کسی بھی چیز کے علم کے بارے میں اطلاع نہیں پاتے، مگر جس چیز کے بارے میں وہ انہیں آگاہ فرمائیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ [اور لوگوں کا علم ان کا احاطہ نہیں کرسکتا]''۔

IV: شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ لکھتے ہیں:

(بِشَيْءٍ) هٰذِهِ نَكِرَةٌ جَآءَ تْ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ، فَهِيَ تَدُلُّ عَلَى الْعُمُوْمِ.

(مِنْ) هُنَا تَبْعِيْضِيَّةٌ (مِنْ عِلْمِهِ) يَعْنِي مِنْ بَعْضِ عِلْمِهِ. هٰذَا فِيْهِ تَأْكِيْدٌ آخَرُ. [1]

[(بِشَيْءٍ) یہ نفی کے بعد (اسم) نکرہ ہے، اس لیے عموم پر دلالت کرتا ہے۔

(مِنْ) یہاں تبعیضیہ ہے (مِنْ عِلْمِهِ) یعنی ان کے بعض علم سے. یہ ایک اور تاکید ہے]

اسی طرح جملے کے معانی قریباً یہ ہوں گے:

[وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی حصے کے بارے میں بھی، کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کرتے). وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

ج: مخلوق کے علم کا کامل نہ ہونا:

اسلام کی طرف اپنی نسبت کرنے والے بعض لوگ سمجھتے ہیں، کہ حضرات انبیاء علیہم السلام، بلکہ بعض صالحین بھی، علم غیب رکھتے ہیں اور انہیں زمانۂ ماضی، حال اور مستقبل کی ہر

[1] ملاحظہ ہو: اللآلي البهية في شرح العقيدة الواسطية ۱/۲۴۴-۲۴۵.

بات اور ہر چیز کے متعلق آ گاہی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا یہ تصور آیت الکرسی کے اس جملے سے یکسر متصادم ہے۔

علاوہ ازیں، کتاب و سنّت کے متعدد شواہد اس تصور کی نفی کرتے ہیں۔ انہی شواہد میں سے گیارہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: فرشتوں کو پیش کردہ چیزوں کے ناموں کا علم نہ ہونا:

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی، کہ وہ زمین میں خلیفہ بنا رہے ہیں، تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا، کہ وہ جانتے ہیں اور فرشتے علم نہیں رکھتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے رُوبرو پیش کردہ چیزوں کے ناموں سے ان کی عدم آ گاہی سے ان کی لاعلمی کو آشکارا کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ اس واقعہ کو بیان فرمایا:

﴿وَ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ [1]

[اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: ''بے شک میں زمین

[1] سورۃ البقرۃ / الآیات ۳۰۔۳۳.

میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔''
انہوں نے عرض کیا: ''کیا آپ اُسے (جانشین) بنائیں گے، جو اُس میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی تسبیح اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔''
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''بے شک میں جانتا ہوں، جو تم نہیں جانتے۔''
اور انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے آدم۔ علیہ السلام۔ کو تمام نام سکھلا دیے، پھر انہیں (یعنی ان چیزوں کو، جن کے نام سکھلائے گئے تھے)،
فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: ''مجھے اُن کے نام بتلاؤ، اگر تم سچے ہو۔''
انہوں نے عرض کیا: ''آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ ہمیں تو اُس کے سوا کچھ علم نہیں، جو آپ نے ہمیں سکھایا۔ یقیناً آپ ہی خوب جاننے والے کمال حکمت والے ہیں۔''
انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: ''اے آدم! انہیں اُن (چیزوں) کے نام بتاؤ۔''
پس جب انہوں نے انہیں اُن (چیزوں) کے نام بتا دیے، (تو) انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا: ''بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب (یعنی ہر پوشیدہ چیز اور ہر چھپی ہوئی بات) کو جانتا ہوں اور میں جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو، اسے (بھی) جانتا ہوں۔'']

ان آیاتِ شریفہ میں ہم دیکھتے ہیں، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے چیزوں کے ناموں کی خبر دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ نام سکھلا دیے تھے۔ فرشتے ان ناموں سے

بے خبر رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ نام نہیں سکھائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ﴾

[ترجمہ: وہ ان کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے، مگر جو وہ چاہیں)۔

۲: جنّوں کا سلیمان علیہ السلام کی موت سے بے خبر رہنا:

جن حکمِ الٰہی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ وہ ان کے حسبِ حکم عمارتیں تعمیر کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فوت کیا، تو ایک طویل مدت تک جنّوں کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ اس ساری مدّت میں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پہلے سے حکم کردہ کام میں جُتے رہے۔ جب اُنہیں اُن کی وفات کا علم ہوا، تو انہوں نے ازراہِ تاسف کہا، کہ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا، تو وہ رُسوا کُن عذاب میں نہ رہتے۔ اللہ عزّ وجلّ نے اس واقعہ کا بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:

﴿وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ مَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ. یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ. فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ﴾ [1]

[اور جنّوں میں سے کچھ وہ تھے، جو ان کے رب کے اذن سے ان کے سامنے کام کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تھا، ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔ وہ ان کے حسبِ منشا

[1] سورة سبإ / الآيات ۱۲-۱۴.

بڑی بڑی عمارتیں، مجسمے، حوضوں جیسے لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں بناتے تھے۔ (ہم نے کہا:) ''اے آلِ داؤد! شکر ادا کرنے کے لیے عمل کرو اور میرے بندوں میں کم ہی شکرگزار ہیں۔''

پھر جب ہم نے ان پر موت کا فیصلہ کیا، تو ان کی موت کی خبر انہیں زمین کے کیڑے (یعنی دیمک) کے سوا کسی نے نہیں دی، جو ان کی لاٹھی کھاتا رہا۔ پس وہ جب گر پڑے، تو جنوں کی حقیقت کھل گئی، کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے، تو اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت کو بیان کیا، نیز یہ بھی بتلایا، کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح، مشقت والے کاموں میں ان کے لیے مسخر کردہ جنوں سے ان کی موت کو مخفی رکھا۔ وہ اپنی چھڑی پر ٹیک لگائے، ایک لمبی مدت تک...... اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور متعدد دیگر علماء کے بقول قریباً ایک سال تک...... کھڑے رہے۔ جب اس چھڑی کو دیمک نے کھالیا، تو وہ کمزور ہوکر زمین پر گرگئی، تو معلوم ہوگیا، کہ وہ تو ایک طویل مدت پہلے فوت ہوگئے تھے۔ اس طرح جِنّوں اور انسانوں کے لیے بھی واضح ہوگیا، کہ بلاشبہ جنّ علمِ غیب نہیں رکھتے۔ ان کا اپنے بارے میں غیب کا علم رکھنے کا گمان کرنا اور لوگوں کو اس بارے میں وہم میں ڈالنا، درست بات نہیں ہے۔''[1]

۳: آدم علیہ السلام اور اماں حواء کا شیطان کے دھوکے میں آنا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء کو ایک درخت کے قریب جانے

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/۵۸۱۔

سے منع فرمایا۔ شیطان ان دونوں کے پاس اپنی محبت، مودّت، اخلاص اور خیر خواہی کا اظہار کرتے ہوئے آیا۔ اس درخت کے پھل کے فوائد بیان کرتے ہوئے اسے کھانے کی ترغیب دی۔ وہ دونوں شیطان کی باتوں میں آ گئے اور اس درخت سے کھالیا، جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عتاب آیا۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الأعراف میں درجِ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿وَ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ. وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ. فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [1]

[اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو۔ پس دونوں جہاں سے چاہو، کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا، کہ دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

پھر شیطان نے اُن دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ وہ اُن کے لیے، ان کی چھپائی گئی شرم گاہوں کو ظاہر کردے اور کہا: ''تم دونوں کے رب نے،

---

[1] سورة الأعراف / الآيات ١٩-٢٣.

تمھیں اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے، کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا (جنت میں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔''

اور اُس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا: ''بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔''

پس اُس نے اُن دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا، تو ان کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے لے کر اپنے آپ پر چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی: ''کیا میں نے تم دونوں کو اُس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تم دونوں سے (نہیں) کہا تھا: ''بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔''

دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم یقیناً خسارہ پانے والوں سے ضرور ہو جائیں گے۔]

سورۃ بقرہ میں ہے:

﴿فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ [1]

[تو شیطان نے دونوں کو اُس سے پھسلا دیا، پس اُنھیں وہاں سے نکال دیا، جہاں وہ تھے اور ہم نے کہا:

''اتر جاؤ، تم سے بعض، بعض کا دشمن ہے۔ تمھارے ہی لیے زمین میں ایک

[1] سورة البقرة / الآية ٣٦.

وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔'']

اگر حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء کو شیطان کے مخفی مکر کی خبر ہوتی، تو وہ اس کی جھوٹی خیرخواہی سے دھوکا نہ کھاتے اور نہ ہی ممنوعہ درخت کا پھل کھا کر پریشان ہوتے۔

۴: نوح علیہ السلام کی بیٹے کے لیے لاعلمی میں دعا پر اللہ تعالیٰ کی خفگی:

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا دعوتِ حق قبول کیے بغیر طوفان میں غرق ہوا۔ انہوں نے بیٹے کو اپنے اہل میں سے سمجھتے ہوئے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کی، تو ان کی جانب سے شدید ناراضی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ نَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ. قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ. قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [1]

[اور نوح۔ علیہ السلام۔ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: ''اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے۔ اور یقیناً آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑے فیصلہ کرنے والے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا: ''اے نوح! بلاشبہ وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ درحقیقت وہ (یعنی اس کے) کام خراب ہیں۔ پس مجھ سے اس بات کا سوال نہ کیجیے، جس کا آپ کو کچھ علم نہیں۔ بے شک میں آپ کو

[1] سورة هود ـ علیہ السلام ـ / الآيات ٤٥ ـ ٤٧.

نصیحت کرتا ہوں، کہ آپ جاہلوں میں سے ہونے سے باز رہیں۔''
انہوں نے عرض کیا: ''اے میرے رب! بے شک میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں، کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں، جس کا مجھے کچھ علم نہ ہو اور اگر آپ نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا، تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔'']

اگر حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں صورتِ حال اور اپنی فریاد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی ناراضی کا پہلے سے علم ہوتا، تو وہ اس بارے میں کبھی لب کشائی نہ کرتے۔

دو مفسرین کے اقوال

ا: شیخ سعدی لکھتے ہیں:

''وَدَلَّ هٰذَا عَلٰى أَنَّ نُوْحًا ۔ علیہ السلام ۔ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ بِأَنَّ سُؤَالَهٗ لِرَبِّهٖ فِيْ نَجَاةِ ابْنِهٖ مُحَرَّمٌ۔''[1]

''یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ بلاشبہ نوح علیہ السلام کو بالکل علم نہیں تھا، کہ اپنے بیٹے کی نجات کے سلسلے میں اپنے رب تعالیٰ کے حضور، ان کا سوال حرام تھا۔''

۲: حافظ صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں:

''اس سے معلوم ہوا، کہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا، اس کو اتنا ہی علم ہوتا ہے، جتنا وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے۔ اگر حضرت نوح ۔ علیہ السلام ۔ کو پہلے سے علم ہوتا، کہ ان کی درخواست کی پذیرائی نہیں ہوگی، تو یقیناً وہ اس سے اجتناب فرماتے۔''[2]

---

[1] تیسیر الکریم الرحمٰن ص ۳۸۳۔
[2] تفسیر أحسن البیان، ص ۲۹۶، ف۳۔

۵: ابراہیم علیہ السلام کا، نتیجے سے بے خبر، بیٹے علیہما السلام کے ذبح کی خاطر، مستعد ہونا:

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کی خاطر تیار ہوئے۔ خوش نصیب بیٹا بھی اس قربانی کے لیے آمادہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو باپ بیٹے کی فرماں برداری پسند آئی اور اپنی جانب سے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کے بدلے میں ایک عظیم قربانی عطا فرمائی۔ درجِ ذیل آیات میں اس قصے کو بیان کیا گیا ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ. فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّآ إِبْرٰهِيْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَآءُ الْمُبِيْنُ. وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ. سَلَامٌ عَلٰى إِبْرٰهِيْمَ. كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1]

[پھر جب وہ (بچہ) ان (یعنی ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا، تو انہوں نے کہا: "اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھو، تمہاری کیا رائے ہے؟"

انہوں (بیٹے) نے کہا: "اے میرے باپ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، کر گزریئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

---

[1] سورۃ الصافات / الآیات ۱۰۲۔۱۱۱۔

پس جب وہ دونوں مطیع وفرماں بردار ہوئے اور انہوں نے پیشانی کی ایک جانب انہیں (یعنی بیٹے کو) گرایا اور ہم نے انہیں آواز دی، کہ اے ابراہیم! واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

بلاشبہ یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔

اور ہم نے ان (یعنی ذبح کیے جانے والے بیٹے) کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔

اور پیچھے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات چھوڑ دی،

''ابراہیم۔علیہ السلام۔ پر سلام ہو۔''

ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔]

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے اس بات کا علم ہوتا، کہ ان کا بیٹا ذبح نہیں ہوگا اور اس کے بدلے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ قربان کیا جائے گا، تو اس سارے قصے میں ان کی عظمت کی کیا بات رہ جاتی ہے؟ پھر ان کا اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کی غرض سے سب کچھ کہنا اور کرنا...... معاذ اللہ...... کیا حیثیت اختیار کر جائے گا؟

علاوہ ازیں اس سے یہ حقیقت بھی خوب واضح ہوتی ہے، کہ حضراتِ انبیاء و رسل علیہم السلام کی عزت وتوقیر ربِ قدوس کی بیان کردہ بات میں ہے، نہ کہ اس کے برعکس الٹی باتیں بنانے میں۔

۶: یوسف کے ٹھکانے اور کیفیت کے متعلق یعقوب علیہ السلام کی لاعلمی:

برادرانِ یوسف علیہ السلام نے انہیں دھوکے سے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے دور کر دیا۔ جدائی کی مدت طویل ہوگئی۔ فراق کے غم میں نبی باپ اس

قدر روئے، کہ بینائی ختم ہوگئی۔ دکھ اور افسوس کی شدت کا یہ عالم تھا، کہ قریب تھا، کہ وہ خود ختم ہو جاتے۔ اس سارے عرصے میں انہیں اپنے نورِ چشم کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی، کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے؟ قرآنِ کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس کرب ناک کیفیت کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا گیا ہے:

﴿وَ تَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ. قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ. قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [1]

[اور انہوں نے ان (یعنی اپنے بیٹوں) سے مُنہ پھیر لیا اور کہا: ''ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر''

اور غم سے ان کی دونوں آنکھیں سفید ہوگئیں اور وہ اپنا درد و غم دل میں چھپائے رہتے تھے۔

انہوں (یعنی بیٹوں) نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ گل کر مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

انہوں (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہا: ''میں اپنے درد و غم اور حزن والم کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جانتا ہوں، جو کہ تم نہیں جانتے۔]

اگر حضرت یعقوب کو اپنے بیٹے ...... علیہما السلام ...... کی جگہ اور حیثیت و کیفیت کا علم ہوتا، تو ان کی حالت اس سے یکسر مختلف ہوتی۔

---

[1] سورۃ یوسف ۔ علیہ السلام ۔ / الآیات ۸۴۔۸۶.

۷: موسیٰ علیہ السلام کا چھڑی کی سانپ ایسی حرکت دیکھ کر بھاگنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنے والے معجزات میں سے ایک یہ تھا، کہ جب وہ اپنی چھڑی کو زمین پر پھینکتے، تو وہ حرکت کرتے ہوئے سانپ کی طرح دکھائی دیتی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چھڑی میں پہلی مرتبہ یہ تبدیلی دیکھی، تو وہ خوف زدہ ہوکر بھاگ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس آنے کا حکم دیا اور ڈرنے سے منع فرمایا۔ اس قصے کا ذکر قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ﴾ ❶

[''اور آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے۔''

پس جب انہوں نے اسے ہلتے دیکھا، جیسے کوئی سانپ ہو، تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر (بھی) نہیں دیکھا، (تو آواز آئی): ''اے موسیٰ! ادھر آیئے اور ڈریئے نہیں۔ بلاشبہ آپ امن والوں میں سے ہیں۔'']

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غیب کا علم تھا، تو پھر چھڑی کی تبدیلی پر خوف زدہ ہوکر بھاگنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟

۸: سلیمان علیہ السلام کا ہدہد کی غیر حاضری کے سبب کو نہ جاننا:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لگائی، تو ہدہد کو غائب پایا۔ سخت غضب ناک ہوئے اور فیصلہ فرمایا، کہ اگر ہدہد غیر حاضری کا معقول عذر پیش نہ کرسکا، تو وہ اسے شدید سزا دیں گے۔ وہ ہدہد کی غیر حاضری کے سبب سے مکمل طور پر بے خبر تھے۔ درجِ ذیل آیات میں اس قصے کو بیان کیا گیا ہے:

---

❶ سورة القصص / الآية ٣١.

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ. لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ. فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ. اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ. وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ. اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ. اِذْهَبْ بِّكِتَابِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ﴾ [1]

[اور انہوں (یعنی سلیمان علیہ السلام) نے پرندوں کی جانچ پڑتال کی، تو کہا: ''مجھے کیا ہے، کہ میں فلان ہدہد کو نہیں دیکھ رہا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے؟

یقیناً میں اسے ضرور بہت سخت سزا دوں گا یا بے شک میں اسے ضرور ذبح کردوں گا یا لازماً وہ میرے سامنے واضح عذر پیش کرے گا۔''

اُس (یعنی ہدہد) نے تھوڑی دیر بعد حاضر ہوکر کہا: ''میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں، جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں سبا کی ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔

[1] سورۃ النمل / الآیات ۲۰۔۲۸۔

بلا شبہ میں نے دیکھا، کہ ایک عورت ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بڑی عظمت والا ہے۔
میں نے اُسے اور اُس کی قوم کو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کی نگاہوں میں خوبصورت بنایا ہے۔ سو (اس طرح) اُس نے انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے، جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو نکالتے ہیں اور جو (ان باتوں کو) جانتے ہیں، جنہیں تم پوشیدہ رکھتے ہو، اور جنہیں تم ظاہر کرتے ہو۔
اللہ تعالیٰ، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس عرش عظیم کے رب ہیں۔''
انہوں نے کہا: ''عنقریب ہمیں دیکھیں گے، کہ کیا تم نے سچ بولا یا تم جھوٹوں میں سے ہو؟
میری یہ چٹھی لے جاؤ اور ان کی طرف ڈال دو، پھر ان سے الگ ہو جاؤ اور دیکھو، کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟'']

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا، تو وہ ہدہد کی غیر حاضری پر ناراض نہ ہوتے اور نہ ہی اس کے غیر حاضری کے معقول عذر نہ پیش کرنے کی صورت میں اسے عذاب دینے یا ذبح کرنے کا فیصلہ کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے علمِ غیب نہ جاننے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، کہ ہدہد نے ان سے کہا:

﴿أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾

[میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں، جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں سبا سے آپ کے پاس یقینی خبر لایا ہوں۔]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"أَيْ عَلِمْتُ مَا لَمْ تَعْلَمْهُ مِنَ الْأَمْرِ . فَكَانَ فِي هٰذَا رَدٌّ عَلٰى مَنْ قَالَ: "إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ تَعْلَمُ الْغَيْبَ." ❶

[بے شک مجھے اس بات کی خبر ہوئی ہے، جس کی آپ کو خبر نہیں۔ اس میں اس شخص کی تردید ہے، جو کہتا ہے: "بے شک انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں۔"]

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی تکذیب نہ کی، بلکہ...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا...... انہوں نے کہا:

﴿قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. اذْهَب بِّكِتَابِي هٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ﴾

[انہوں نے کہا: "ہم عنقریب دیکھیں گے، کہ تم نے سچ بولا یا تم جھوٹوں میں سے ہو؟ میری یہ چٹھی لے جاؤ اور ان کی طرف ڈال دو، پھر ان سے الگ ہو جاؤ اور دیکھو، کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟"]

علمِ غیب رکھنے والا تو اس طرح کی گفتگو نہیں کرتا۔

۹: یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے گرفت تنگ نہ کرنے کا سمجھ کر ناراض ہو کر چلے جانا:

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا، تو انہوں نے عذابِ الٰہی آنے کی دھمکی دی اور خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہی، ناراض ہو کر وہاں سے چل دیے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور انہیں مچھلی کا لقمہ بنا دیا۔ ❷ اسی قصے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ

---

❶ تفسیر القرطبی ۱۸۱/۱۳۔

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر أحسن البیان ص ۴۳۱، ف ۶۔ نیز پڑھئے: سورۃ الصافات / الآیات ۱۳۹۔ ۱۴۶۔

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1]

[اور مچھلی والے (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) کو (یاد کرو)، جب وہ ناراض ہو کر چل دیے، تو سمجھے، کہ ہم ان پر گرفت تنگ نہیں کریں گے، تو انہوں نے اندھیروں میں پکارا، کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے تھا۔

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔]

اگر حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے سے علم ہوتا، کہ ناراض ہو کر بستی سے چلے جانے پر اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں میں گرفتار کر دیں گے، تو وہ ایسا قدم بالکل نہ اٹھاتے۔

۱۰: عیسیٰ علیہ السلام کا نفسِ الٰہی میں موجود بات نہ جاننے کا اقرار و اعلان:

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے، کہ کیا انہوں نے لوگوں کو یہ حکم دیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں اور ان کی والدہ کو معبود بنا لیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے اس سوال کے جواب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ [2]

---

[1] سورة الأنبياء/ الآيتين ۸۷-۸۸.
[2] سورة المائدة / جزء من الآية ۱۱٦.

[انہوں نے عرض کیا: ''آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ میرے لیے مناسب ہی نہیں، کہ میں وہ بات کہوں، جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوتا، تو یقیناً آپ تو اسے جانتے ہوتے۔ جو میرے نفس میں ہے، آپ جانتے ہیں۔ جو آپ کے نفس میں ہے، میں نہیں جانتا، یقیناً آپ ہی تو سب چھپی باتوں کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔'']

دو مفسرین کے اقوال:

۱: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی لکھتے ہیں:

آیت کے اس حصہ میں اس بات کا بھی اعتراف و اعلان ہے، کہ غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس میں انبیاء اور غیر انبیاء سبھی برابر ہیں۔ انبیاء کو بھی غیب کی وہی باتیں معلوم ہوتی تھیں، جو بذریعہ وحی انہیں بتائی جاتی تھیں۔ ❶

۲: حافظ صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتنے واضح الفاظ میں اپنی بابت علمِ غیب کی نفی فرما رہے ہیں۔'' ❷

۱۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادۂ قتل سے بلانے والوں کی طرف ستّر صحابہ کو بھیجنا:

رِعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان قبائل نے اپنے دشمن کے خلاف تعاون کے بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی درخواست کی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نصرت کی غرض سے ستّر قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا، لیکن ان قبائل نے حضراتِ صحابہ کو دھوکے سے شہید کر دیا۔

❶ ملاحظہ ہو: تیسیر الرحمٰن ص ۳۸۳۔ ۳۸٤، حاشیہ (۱٤۲) باختصار۔

❷ تفسیر أحسن البیان، ص ۱٦٤، ف ٤.

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

''بلاشبہ رِعل، ذَکوان، عُصَیَّہ اور بنولحیان (قبائل) نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے ستر انصاری (صحابہ) کے ساتھ ان کی نصرت فرمائی: ہم انہیں (یعنی ان ستر انصاری صحابہ کو) ان کے زمانے میں قرّاء (قاری حضرات) کہتے تھے۔ وہ دن کو (جنگل سے) لکڑیاں اکٹھی کرتے اور رات کو نماز پڑھتے (یعنی عبادت کرتے) تھے۔ جب یہ حضرات بئر معونہ (کے مقام پر)[1] پہنچے، تو انہوں نے بے وفائی کرتے ہوئے انہیں قتل کر دیا۔

(جب) نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی، تو ایک ماہ تک (نمازِ) صبح میں عرب کے قبائلِ رِعل، ذَکوان، عُصَیَّہ اور بنولحیان پر (بددعا کی خاطر) قنوتِ (نازلہ) پڑھتے رہے۔''[2]

اگر آنحضرت ﷺ کو پہلے سے علم ہوتا، کہ دشمن کے خلاف امداد طلب کرنے کے بہانے بلا کر، آنے والے صحابہ کو، وہ قبائل دھوکے سے قتل کر دیں گے، تو کیا پھر آنحضرت ﷺ اپنے ستر قاری ساتھیوں کو ان کی طرف روانہ کرتے؟ ربّ کعبہ کی قسم! آنحضرت ﷺ بالکل ایسے نہ کرتے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے، کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے ہی اس کا علم تھا، تو پھر...... معاذ اللہ...... آنحضرت ﷺ کے انہیں ارسال کرنے کو کیا نام دیا جائے گا؟ ایسا کہنے والا آنحضرت ﷺ پر بہت بڑا بہتان باندھتا ہے۔

---

[1] (بِئْرِ مَعُوْنَہ): بنوہذیل کے علاقے میں مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۷۹/۷)۔

[2] صحیح البخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الرجیع، ورِعل وذَکوان، وبئرمعونة، ...... رقم الحدیث ۴۰۹۰، ۳۸۵/۷

آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھنے والے کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان:

انہوں نے فرمایا:

"وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ ﷺ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾." [1]، [2]

[اور جس نے گمان کیا، کہ آنحضرت ﷺ کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں، تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[کہہ دیجیے اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کے علم سے صرف اتنی بات کی خبر ہے، جو وہ اُسے بتادیں، خواہ وہ فرشتہ ہو یا جن یا نبی یا رسول، حتی کہ سید الاولین والآخرین، رب العالمین کے محبوب حضرت محمد ﷺ بھی، صرف اسی قدر جانتے تھے، جس قدر اللہ تعالیٰ انہیں آگاہ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿وَ لَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾

[اور وہ ان کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے، مگر جو وہ چاہیں]۔

د: جملے کا ماقبل سے تعلق:

ا: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ سے تعلق:

زیرِ تفسیر، یہ جملہ ﴿وَ لَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ﴾ اپنے سابقہ جملے (يَعْلَمُ مَا

---

[1] سورة النمل / جزء من الآية ٦٥.

[2] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ ......، جزء من رقم الحديث ٢٨٧ ـ (١٧٧)، ١/١٥٩.

بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ مَا خَلْفَھُمْ) کا تتمہ اور تکملہ ہے۔

﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ مَا خَلْفَھُمْ﴾ میں خالق جل جلالہ کی صفت کا ذکر ہے۔

اور﴿وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ﴾ میں مخلوق کے علم کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

ان دونوں جملوں کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے، تا کہ خالق عزوجل کا کمال اور مخلوق کا نقص اجاگر اور نمایاں ہو جائے۔ درجِ ذیل تین مقامات کی آیاتِ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے:

ا: ﴿وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ❶

[اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔]

۲: ﴿لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ﴾ ❷

[جو کچھ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کرتے ہیں، ان سے نہیں پوچھا جاتا اور ان (یعنی لوگوں) سے پوچھا جاتا ہے۔]

۳: ﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ. وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ﴾ ❸

[ہر شخص جو اس (یعنی زمین) پر ہے، فنا ہو جانے والا ہے اور آپ کے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والے ہیں۔]

II: ﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ .... مِّنْ عِلْمِہٖٓ﴾ کے ساتھ مل کر جملہ اُولیٰ سے تعلق:

---

❶ سورة آل عمران / جزء من الآية ٦٦.

❷ سورة الأنبياء / الآية ٢٣.

❸ سورة الرحمٰن / الآيتان ٢٦-٢٧.

آیت الکرسی کے یہ دونوں جملے ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ اور ﴿وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ﴾ اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں، کہ کائنات کی ہر چیز کا کامل اور محیط علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان کے سوا کسی اور کو نہیں۔ اس طرح یہ دونوں جملے جملہ اولیٰ [اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ] ❶ کے لیے دلیل ہیں، کہ الوہیت و عبودیت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے، جسے کائنات کی ہر چیز کے بارے میں کامل اور محیط علم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں۔ اس لیے ان کے علاوہ کوئی بھی الوہیت و عبودیت کا حق دار نہیں۔

دو مفسرین کے اقوال:

۱: امام طبری لکھتے ہیں:

"إِنَّمَا يَعْنِيْ بِذٰلِكَ أَنَّ الْعِبَادَةَ لَا تَنْبَغِيْ لِمَنْ كَانَ بِالْأَشْيَاءِ جَاهِلًا، فَكَيْفَ يُعْبَدُ مَنْ لَا يَعْقِلُ شَيْئًا اَلْبَتَّةَ مِنْ وَثَنٍ وَ صَنَمٍ."

يَقُوْلُ: "فَأَخْلِصُوا الْعِبَادَةَ لِمَنْ هُوَ مُحِيْطٌ بِالْأَشْيَاءِ كُلِّهَا يَعْلَمُهَا، لَا يَخْفَى عَلَيْهِ صَغِيْرُهَا وَكَبِيْرُهَا." ❷

"بلاشبہ اس کی عبادت مناسب نہیں، جو کہ (کائنات کی) چیزوں کے بارے میں لاعلم ہو۔ (جب صورتِ حال یہ ہو)، تو اس کی عبادت کیسے معقول ہو سکتی ہے، جسے کسی بھی چیز کی بالکل سُوجھ بُوجھ ہی نہ ہو، جیسے مورتی اور بت؟

وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: "ان کے لیے اپنی عبادت خالص کرو،

---

❶ اللہ تعالیٰ، کوئی معبود نہیں، مگر وہ ہی۔

❷ تفسير الطبري ٥/٣٩٧.

جو تمام چیزوں کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان پر چیزوں میں سے نہ کوئی چھوٹی چیز مخفی ہے اور نہ بڑی۔''

۲: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے:

''وَعَطْفُهُ عَلٰى مَا قَبْلَهُ، لِأَنَّ مَجْمُوْعَهُمَا يَدُلُّ عَلٰى تَفَرُّدِهٖ بِالْعِلْمِ الذَّاتِيِّ التَّامِّ الدَّالِّ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى.''[1] وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

''ان دونوں جملوں کا ماقبل پر عطف ہے، کیونکہ وہ دونوں جملے مل کر، اللہ تعالیٰ کے کامل علمِ ذاتی کے اعتبار سے، منفرد اور یکتا ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کناں ہے۔'' وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

[1] تفسیر البیضاوي ۱/۱۳٤. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۱/۲٤۸.

-۸-
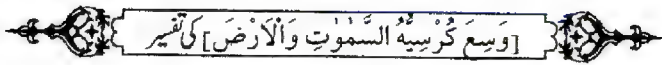
﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾ کی تفسیر

ا: جملے کا معانی

ب: [اَلْكُرْسِيُّ] کی شان وعظمت کے متعلق حدیث

ج: [اَلْكُرْسِي] کے متعلق تین علماء کے بیانات

د: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: جملے کا معانی:

☆...... [وَسِعَ] سے مراد...... جیسے کہ امام بغوی نے بیان کیا ہے...... بھر دیا اور احاطہ کیا۔ [1]

☆...... [كُرْسِيُّهُ] کے متعلق حضراتِ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ علامہ رازی لکھتے ہیں:

مفسرین کے چار اقوال ہیں:

اَلْأَوَّلُ: أَنَّهُ جِسْمٌ عَظِيمٌ، يَسَعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ.

اَلْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ [الْكُرْسِيِّ] السُّلْطَانُ وَالْقُدْرَةُ

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير البغوي ۱/۲۳۹. نیز ملاحظہ ہو: تفسير آية الكرسي ص ۱۹. اس میں ہے: "[وَسِعَ] کا معنی مشتمل ہوا اور گھیرے میں لیا۔ جیسے کہنے والا کہتا ہے: (وَسَعَنِي الْمَكَانُ) یعنی جگہ نے مجھے گھیرے میں لے لیا اور میرا احاطہ کرلیا۔"

وَالْمُلْكُ .

اَلْقَوْلُ الثَّالِثُ: أَنَّ [الْكُرْسِيَّ] هُوَ الْعِلْمُ .

اَلْقَوْلُ الرَّابِعُ: أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ تَصْوِيْرُ عَظْمَةِ اللّٰهِ وَ كِبْرِيَآئِهِ . [1]

اول: وہ بہت بڑا جسم ہے، (جو) آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

دوسرا قول: [الکرسی] سے مراد حکمرانی، قدرت اور بادشاہت ہے۔

تیسرا قول: بلاشبہ [الکرسی] علم ہے۔

چوتھا قول: اس کلام سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی تصویر کشی ہے۔

پھر علامہ رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

إِنَّ الْمُعْتَمَدَ هُوَ الْأَوَّلُ لِأَنَّ تَرْكَ الظَّاهِرِ بِغَيْرِ دَلِيْلٍ لَا يَجُوْزُ . وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ . [2]

بلاشبہ قابلِ اعتماد پہلا (قول) ہی ہے، کیونکہ دلیل کے بغیر ظاہری معنیٰ کو ترک کرنا جائز نہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ .

علامہ شوکانی رقم طراز ہیں:

اَلْكُرْسِيُّ الظَّاهِرُ أَنَّهُ الْجِسْمُ الَّذِي وَرَدَتِ الْآثَارُ . وَقَدْ نَفٰى وُجُوْدَهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُعْتَزِلَةِ ، وَأَخْطَؤُوْا فِي ذٰلِكَ خَطَأً

---

[1] التفسیر الکبیر ۱۱-۱۲ باختصار.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۳/۷ . نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۲۷۸/۳ ؛ وکتاب التسهیل ۱۵۹/۱.

بَيِّنًا، وَغَلَطُوْا غَلَطًا فَاحِشًا. ❶

ظاہر یہ ہے، کہ کرسی ایک جسم ہے، جس کے متعلق آثار وارد ہوئے ہیں۔ معتزلہ کے ایک گروہ نے اس کے وجود کی نفی کر کے نہایت واضح خطا اور بہت سنگین غلطی کی ہے۔

پھر علامہ شوکانی [الکرسی] کے متعلق دیگر اقوال قلم بند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وَالْحَقُّ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ، وَلَا وَجْهَ لِلْعُدُوْلِ عَنِ الْمَعْنَى الْحَقِيْقِيِّ، إِلَّا مُجَرَّدُ خِيَالَاتٍ تَسَبَّبَتْ عَنْ جَهَالَاتٍ وَضَلَالَاتٍ." ❷

''حق صرف پہلا قول ہے، حقیقی معنیٰ چھوڑ کر کسی دوسرے معنیٰ کی طرف جانے کا کوئی (معقول) سبب نہیں۔ (پہلے قول کے علاوہ دیگر اقوال) محض خیالات ہیں، جو کہ جہالتوں اور گمراہیوں کی پیداوار ہیں۔''

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾ کا معنیٰ:

علامہ شوکانی نے تحریر کیا ہے:

"أَنَّهَا ...... أَيِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ ...... صَارَتْ فِيْهِ، وَأَنَّهُ وَسِعَهَا. وَلَمْ يَضِقْ عَنْهَا لِكَوْنِهِ بَسِيْطًا وَّاسِعًا." ❸

''یعنی (سارے) آسمان اور زمین اس (یعنی الکرسی) میں ہیں اور بلاشبہ وہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ (یعنی الکرسی) ان (یعنی آسمانوں اور زمین) کا احاطہ کرنے میں کوتاہ نہیں، کیونکہ وہ بہت فراخ اور وسیع ہے۔''

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح القدير ١/ ٤١١-٤١٢. ❷ المرجع السابق ١/ ٤١٢.

❸ المرجع السابق ١/ ٤١٢. نیز ملاحظہ ہو: وفتح البيان ١/ ٤٢٣.

ب: [اَلْکُرْسِیُّ] کی شان وعظمت کے متعلق حدیث:

حافظ ابوبکر بن مردویہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے [اَلْکُرْسِیُّ] کے بارے میں پوچھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! مَا السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُوْنَ السَّبْعُ عِنْدَ الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلَقَةٍ مُلْقَاةٍ بِأَرْضِ فَلَاةٍ. وَإِنَّ فَضْلَ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسِيِّ كَفَضْلِ الْفَلَاةِ عَلٰى تِلْكَ الْحَلَقَةِ."[1]

[اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں [الکرسی] کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں، جیسے کہ چٹیل زمین پر پھینکا ہوا چھلہ ہو اور بلاشبہ عرش کی [الکرسی] پر برتری چٹیل زمین کی اس چھلے پر فوقیت کی مانند ہے۔]

شیخ البانی لکھتے ہیں:

"وَالْحَدِيْثُ خَرَجَ مَخْرَجَ التَّفْسِيْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ﴾، وَهُوَ صَرِيْحٌ فِيْ كَوْنِ الْكُرْسِيِّ أَعْظَمَ الْمَخْلُوْقَاتِ بَعْدَ الْعَرْشِ، وَأَنَّهٗ جُرْمٌ قَائِمٌ بِنَفْسِهٖ، وَلَيْسَ شَيْئًا مَعْنَوِيًّا. فَفِيْهِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ يَتَأَوَّلُهٗ بِمَعْنَى الْمُلْكِ، وَسَعَةِ السُّلْطَانِ كَمَا جَآءَ فِيْ بَعْضِ التَّفَاسِيْرِ. وَمَا رُوِيَ

[1] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۲. شیخ البانی اس حدیث کے متعدد [طرق] ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ بلاشبہ یہ حدیث ان [طرق] کے ساتھ [صحیح] ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۱۰۹، ص ۱۳۔۱۶)۔ شیخ احمد مجتبیٰ نے اسے [حسن لغیرہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير القاضي البيضاوي ۱/۳۰٦)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ الْعِلْمُ فَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ إِلَيْهِ. "❶

"یہ حدیث ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ﴾ کی تفسیر کی غرض سے بیان کی گئی ہے اور یہ واضح طور پر بیان کرتی ہے، کہ [الکرسی] مخلوقات میں سے عرش کے بعد سب سے بڑی مستقل موجود چیز ہے اور وہ کوئی معنوی چیز نہیں۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے، جو اس کی تاویل [بادشاہت اور وسیع حکمرانی] سے کرتے ہیں، جیسا کہ بعض تفسیروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ تفسیر، کہ اس سے مراد [علم] ہے، کی سند درست نہیں۔"

ج: [اَلْكُرْسِيُّ] کے متعلق تین علماء کے بیانات:

۱: امام طحاوی نے قلم بند کیا ہے:

"وَ الْعَرْشُ وَ الْكُرْسِيُّ حَقٌّ."❷

[عرش اور الکرسی برحق ہیں]۔

۲: علامہ ابن ابی العز حنفی اس کی شرح میں رقم طراز ہیں:

وَ أَمَّا الْكُرْسِيُّ فَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضَ﴾ وَ قَدْ قِيلَ هُوَ الْعَرْشُ، وَ الصَّحِيحُ أَنَّهُ غَيْرُهُ. نُقِلَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما وَ غَيْرِهِ.

رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي كِتَابِ صِفَةِ الْعَرْشِ، وَ الْحَاكِمُ فِي مُسْتَدْرَكِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى:

---

❶ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ١٠٩، ص ١٦.

❷ العقيده الطحاوية (المطبوع مع شرح الطحاوية) ص ٢٥٤ (ط: وزارة الشؤون الإسلامية بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر).

[وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ] کی تفسیر

(وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضَ)

أَنَّـهُ قَـالَ: "اَلْـكُـرْسِيُّ مَوْضِعُ الْقَدَمَيْنِ، وَ الْعَرْشُ لَا يُقَدِّرُ قَدَرَهُ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى."

وَ قِيْـلَ: "كُـرْسِيُّـهُ عِلْمُهُ" وَ يُنْسَبُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، وَ الْمَحْفُوْظُ عَنْهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ كَمَا تَقَدَّمَ.

وَ مَـنْ قَـالَ غَيْـرَ ذٰلِكَ فَـلَيْسَ لَهُ دَلِيْلٌ إِلَّا مُجَرَّدَ الظَّنِّ. وَ الظَّاهِرُ أَنَّهُ مِنْ جِرَابِ الْكَلَامِ الْمَذْمُوْمِ. ❶

[جہاں تک [کرسی] کا (تعلق) ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[ترجمہ: ان کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے]۔

بلاشبہ (یہ بھی) کہا گیا ہے: ''وہ عرش ہی ہے۔''

(بات) یہ ہے، کہ وہ اس کے علاوہ (ایک اور چیز) ہے۔ یہ (حقیقت) (حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ (دیگر علمائے امت) سے منقول ہے۔

(امام) ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش اور (امام) حاکم نے اپنی (کتاب) المستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ) (کی تفسیر) میں روایت نقل ہے، کہ بلاشبہ انہوں نے بیان کیا:

''الکرسی (اللہ تعالیٰ کے) دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے اور عرش کی عظمت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔'' ❷

---

❶ شرح [illegible]حاوية في العقيدة السلفية ص ۲۵۷ باختصار.

❷ [illegible]مستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير ۲۸۲/۲. امام حاکم نے اسے [صحیحین کی [illegible]] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق [illegible] و التلخيص ۲۸۲/۲).

[illegible] الرزاق نے بھی اسے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے. (ملاحظہ ہو: تفسير القرآن للإمام [illegible]اق، سورة النجم، الجزء الثاني / ص ۲۵۱).

[illegible]یں حضراتِ ائمہ ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مندہ، بیہقی، الخطیب بغدادی اور ⇦⇦⇦

کہا گیا ہے: ''ان کی الکرسی ان کا علم ہے۔'' (حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف بھی (یہ قول) منسوب کیا گیا ہے۔ ان سے، جیسا کہ گزر چکا ہے، محفوظ (یعنی ثابت شدہ) وہی ہے، جو (امام) ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

جس کسی نے اس کے علاوہ (کچھ) کہا ہے، اس کے پاس سوائے اٹکل پچو کے کوئی اور دلیل نہیں۔''

۳: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تحریر کیا ہے:

[اَلْكُرْسِيُّ] ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ جُمْهُورِ السَّلَفِ، وَقَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّ [كُرْسِيَّهُ] عِلْمُهُ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيفٌ.'' ❶

''کتاب وسنت سے [الکرسی] ثابت ہے اور سلف میں سے جمہور کا اس پر اجماع ہے۔ ان میں سے بعض سے نقل کیا گیا ہے، کہ [ان کی کرسی] (سے مراد) [ان کا علم] ہے، (لیکن) وہ کمزور بات ہے۔''

خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ جیسا کہ آیتِ شریفہ اور حدیثِ شریف میں بیان کیا گیا ہے، [الکرسی] موجود ہے۔ ہم [الکرسی] کے وجود پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ ہمیں نہ تو اس کی کیفیت کا علم ہے اور نہ ہی اس بارے میں سوال کرنے کا حق ہے۔

⇦⇦⇦ الہروي نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: اللآلي البهية في شرح العقيدة الواسطية ۱/۲۳۲)۔

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں، کہ امام طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور [اس کے راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، كتاب التفسير، سورة البقرة، ۶/۳۲۳)۔

❶ مجموع الفتاوىٰ ۶/۵۸۴.

د: جملے کا ماقبل سے تعلق:

شیخ ابن عاشور نے بیان کیا ہے:

فِي هٰذِهِ الْجُمْلَةِ تَقْرِيْرٌ لِّمَا تَضَمَّنَتْهُ الْجُمَلُ كُلُّهَا مِنْ عَظْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ كِبْرِيَآئِهِ وَ عِلْمِهِ وَ قُدْرَتِهِ، وَ بَيَانُ عَظْمَةِ مَخْلُوْقَاتِهِ الْمُسْتَلْزِمَةِ عَظْمَةَ شَانِهِ. [1]

یہ جملہ، سابقہ تمام جملوں میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور علم وقدرت کی تاکید اوران کی مخلوقات کی عظمت کی ان باتوں کو بیان کرتا ہے، جو کہ لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت پر دلالت کرتی ہیں۔

جب صورتِ حال یہ ہے، تو یہ کیونکر مناسب ہوسکتا ہے، کہ اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کی جائے یا عبادت میں کسی اور کو اُن کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس طرح یہ جملہ بھی آیت الکرسی کے اوّلین جملے:

[اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ]

کی تائید کرتا ہے، کہ عبودیت والوہیت کے حق دار صرف اللہ جل جلالہ ہیں۔ [2]

وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر والتنویر ۳/۲۳.

[2] ملاحظہ ہو: أحسن التفاسیر ۱/۱۹۹.

-۹-

﴿وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا﴾ کی تفسیر

ا: جملے کے معانی

ب: آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں کے عدمِ ذکر کی حکمت

ج: جملے کا ماقبل سے تعلق

د: جملے کا فائدہ

ا: جملے کے معانی:

چار علماء کے اقتباسات:

ا: ﴿وَلَا یَؤُدُہٗ﴾ کی تفسیر میں امام بغوی رقم طراز ہیں:

"وَلَا یُثْقِلُہُ وَلَا یَشُقُّ عَلَیْہِ." [1]

''اور نہ ان پر بوجھل ہے اور نہ ان پر گراں۔''

۲: حافظ ابن جوزی نے قلم بند کیا ہے:

''کہا جاتا ہے: ''آدَہُ الشَّيْءُ وَیَؤُوْدُہُ أَوْدًا إِیَادًا'' وَالْأَوْدُ: گراں ہونا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور (علماء کی) ایک جماعت کا قول ہے۔'' [2]

۳: ﴿حِفْظُھُمَا﴾ کے متعلق امام بغوی لکھتے ہیں:

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۱/۲۴۰. نیز دیکھئے: تفسیر المحرّر الوجیز ۲/۲۷۹؛ وتفسیر القرطبي ۳/۲۷۸؛ والتفسیر الکبیر ۷/۱۳؛ وتفسیر النسفي ۱/۱۲۸؛ وکتاب التسھیل ۱/۱۵۹؛ وغرائب القرآن ۳/۱۹.

[2] زاد المسیر ۱/۳۰۴. یہی امام حسن بصری کا قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرآن للصنعاني ۱/۱۰۲؛ وتفسیر الطبري ۵/۴۰۳).

"فَالْمُرَادُ بِهٖ حِفْظُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ." ❶

"اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی حفاظت ہے۔"

۴: جملے کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے:

"أَيْ لَا يُثْقِلُهٗ وَلَا يَكْتَرِثُهٗ حِفْظُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمَنْ فِيْهِمَا، وَمَنْ بَيْنَهُمَا، بَلْ ذٰلِكَ سَهْلٌ عَلَيْهِ، يَسِيْرٌ لَدَيْهِ، وَهُوَ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ، اَلرَّقِيْبُ عَلٰى جَمِيْعِ الْأَشْيَاءِ، فَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَّلَا يَغِيْبُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَّالْأَشْيَاءُ كُلُّهَا حَقِيْرَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، اَلَّذِيْ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ، وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ، وَهُوَ الْقَاهِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ، الْحَسِيْبُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، الرَّقِيْبُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، لَآ إِلٰهَ غَيْرُهٗ، وَلَا رَبَّ سِوَاهُ." ❷

"ان پر آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے، کی حفاظت نہ بوجھل ہے، نہ گراں، بلکہ وہ ان پر آسان اور ان کے حضور معمولی بات ہے۔ ہر جان جو (نیکی یا بدی) کما رہی ہے، وہ اس پر نگہبان ہیں، تمام چیزوں پر رقیب ہیں۔ کوئی (بھی) چیز نہ ان سے مخفی ہے اور نہ پوشیدہ۔ تمام چیزیں ان کے رُوبرو بے حیثیت ہیں۔ وہ ذات کہ، جو وہ کرتے ہیں؛ ان سے پوچھا نہیں جاتا، اور وہ (یعنی دیگر سب) پوچھے جاتے ہیں، وہ ہر چیز پر غالب ہیں، ہر چیز کا بہت حساب رکھنے والے،

❶ تفسير البغوي. ۱/۲٤۰. نیز دیکھئے: التفسير الكبير ۷/۱۳؛ وتفسير النسفي ۱/۱۲۸؛ وغرائب القرآن ۳/۱۹؛ وتفسير البيضاوي ۱/۱۳٤.

❷ تفسير ابن كثير ۱/۳۳۳.
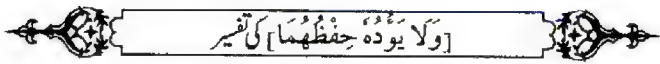
بہت بڑے نگہبان، بہت ہی بلند، بہت بڑی عظمت والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان کے علاوہ کوئی رب نہیں۔''

ب: آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں کے عدمِ ذکر کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے [آسمانوں اور زمین کی حفاظت کے ان پر گراں نہ ہونے کا] ذکر فرمایا ہے، لیکن ان دونوں میں جو چیزیں موجود ہیں، ان کی حفاظت کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

قاضی ابوسعود اس بارے میں لکھتے ہیں:

"إِنَّمَا لَمْ يَتَعَرَّضْ لِذِكْرِ مَا فِيهِمَا لِمَآ أَنَّ حِفْظَهُمَا مُسْتَتْبِعٌ لِحِفْظِهِ ."❶

''اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں موجود چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ ان دونوں کی حفاظت کے ضمن میں ان (میں موجود چیزوں) کی (بھی) حفاظت ہے۔''

ج: جملے کا ماقبل سے تعلق:

اس بارے میں شیخ ابن عاشور نے تحریر کیا ہے:

"وَجُمْلَةُ ﴿وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ عَطَفَتْ عَلَى جُمْلَةِ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ﴾ لِأَنَّهَا مِنْ تَكْمِلَتِهَا ، وَفِيهَا ضَمِيرٌ مَعَادُهُ فِي الَّتِي قَبْلَهَا ، أَيْ إِنَّ الَّذِي أَوْجَدَ هَاتِهِ الْعَوَالِمَ لَا يَعْجَزُ عَنْ حِفْظِهَا ."❷

---

❶ تفسير أبي السعود ١/٢٤٨.

❷ تفسير التحرير والتنوير ٣/٢٤.

[وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا] کی تفسیر

''﴿وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ جملے کا ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ﴾ جملے پر عطف ہے، کیونکہ یہ اس کا تکملہ ہے۔ اور اس (دوسرے جملے) میں (موجود) ضمیر (هُمَا) پہلے (جملے) کی طرف لوٹتی ہے یعنی (مقصود یہ ہے، کہ) بلاشبہ جس نے یہ جہاں بنائے ہیں، وہ ان کی حفاظت کرنے سے عاجز نہیں۔''

د: جملے کا فائدہ:

﴿وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ سلبی صفت [1] ہے۔ یہ حقیقت معلوم ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت محض سلبی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سلبی صفات کا ذکر ان کے مقابل صفاتِ کمال کے ثبوت کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں دو علماء کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

۱: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وَهٰذَا النَّفْيُ تَضَمَّنَ كَمَالَ قُدْرَتِهٖ، فَإِنَّهٗ مَعَ حِفْظِهٖ لِلسَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، لَا يُثْقِلُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، كَمَا يُثْقِلُ عَلٰى مَنْ فِيْ قُوَّتِهٖ ضَعْفٌ." [2]

''اس نفی میں ضمنی طور پر ان کی قدرت کے کمال (کا بیان) ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی حفاظت ان پر گراں اور دشوار نہیں، جیسے کہ وہ اس شخص پر ہوتی ہے، جس کی قوت میں کمزوری ہو۔''

۲: ڈاکٹر صالح الفوزان رقم طراز ہیں:

"وَكُلُّ نَفْيٍ فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَإِنَّهٗ يَتَضَمَّنُ إِثْبَاتَ

---

[1] ایسی صفت، کہ جس کے ساتھ، کسی میں، کسی بات کا نہ ہونا، بیان کیا جائے۔

[2] مجموع الفتاوى ۱۷/ ۱۱۰۔ نیز دیکھئے: المرجع السابق ۱۷/ ۱٤٢؛ وتفسير آية الكرسي ص ٢٢.

الْكَمَالِ، وَ لَيْسَ هُوَ نَفْيًا مَحْضًا، لِأَنَّ النَّفْيَ الْمَحْضَ لَيْسَ فِيهِ مَدْحٌ، لِأَنَّهُ عَدَمٌ مَحْضٌ، وَ الْعَدَمُ لَيْسَ بِشَيْءٍ.

وَ مِنْ أَمْثِلَةِ النَّفْيِ الْمُتَضَمِّنِ لِإِثْبَاتِ الْكَمَالِ:

قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ [1]

أَيْ لِكَمَالِ عَدْلِهِ سُبْحَانَهُ،

وَ قَوْلُهُ: ﴿وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ [2]

أَيْ: لِكَمَالِ قُدْرَتِهِ وَ قُوَّتِهِ،

وَ قَوْلُهُ: ﴿لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ [3]

أَيْ: لِكَمَالِ حَيَاتِهِ وَ قَيُّوْمِيَّتِهِ.

وَ هٰكَذَا كُلُّ نَفْيٍ عَنِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ يَتَضَمَّنُ إِثْبَاتَ ضِدِّ الْمَنْفِيِّ مِنَ الْكَمَالِ وَ الْجَلَالِ." [4]

[''صفاتِ الٰہیہ کے بارے میں ہر نفی میں ضمناً کمال کا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ خالی نفی (مقصود) نہیں ہوتی، کیونکہ محض نفی، مدح نہیں ہوتی، کیونکہ وہ تو صرف معدوم (یعنی نہ ہونا) ہے اور معدوم ہونا تو کوئی چیز نہیں۔

نفی کے ضمن میں ثبوتِ کمال کی مثالوں میں سے:

ارشادِ تعالیٰ: (ترجمہ: اور آپ کے رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتے)۔

یعنی: (اللہ) سبحانہ اپنے کمالِ عدل کی بنا پر (ظلم نہیں کرتے)،

اور ارشادِ تعالیٰ (ترجمہ: اور ان دونوں کی حفاظت اُن پر گراں نہیں)

---

[1] سورة الكهف/ جزء من الآية ٤٩.

[2] سورة البقرة/ جزء من الآية ٢٥٥.

[3] سورة البقرة/ جزء من الآية ٢٥٥.

[4] "الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد و الرد على أهل الشرك و الإلحاد" ص ٢٠٥.

یعنی: اپنی قدرت اور اپنی قوت کے کمال کے سبب،

اور ارشادِ تعالیٰ: (ترجمہ: انہیں نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند)،

یعنی: اپنی زندگی اور اپنی قیّومیّت کے کمال کی وجہ سے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ہر نفی میں اس منفی بات کے برعکس کمال و جلال کا ثبوت ہوتا ہے۔"

-۱۰-
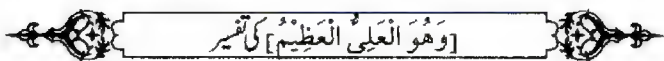
﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ کی تفسیر

ا: [اَلْعَلِيُّ] سے مراد

ب: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے متعلق تین علماء کے بیانات

ج: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے سات دلائل

د: اسمِ مبارک [اَلْعَلِيُّ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین

ہ: [اَلْعَظِيْمُ] سے مراد

و: اسمِ مبارک [اَلْعَظِيْمُ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین

ز: [اَلْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ] دونوں ناموں پر مشتمل ایک اور آیت شریفہ

ح: جملے میں حصر اور اس کا فائدہ

ط: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: [اَلْعَلِيُّ] سے مراد:

چھ علماء کے اقوال:

ا: امام بغوی رقم طراز ہیں:

"وَهُوَ [الْعَلِيُّ] الرَّفِيْعُ فَوْقَ خَلْقِهِ وَالْمُتَعَالِي عَنِ الْأَشْيَاءِ وَالْأَنْدَادِ. وَقِيْلَ: "اَلْعَلِيُّ بِالْمُلْكِ وَالسَّلْطَنَةِ." ❶

"[وَهُوَ الْعَلِيُّ] اپنی مخلوق سے بہت بلند اور سب چیزوں اور شرکاء ❷

---

❶ تفسير البغوي ۱/۲٤۰.

❷ لوگوں کے گمان میں [شرکاء]، لیکن حقیقت میں ان کا کوئی بھی شریک نہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

سے بہت اونچے اور (یہ بھی) کہا گیا ہے: [بادشاہت اور اقتدار کے ساتھ بہت بلند و بالا]۔"

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قلم بند کیا ہے:

"وَاسْمُهُ [اَلْعَلِيُّ] يُفَسَّرُ بِهٰذَيْنِ الْمَعْنَيَيْنِ:

يُفَسَّرُ بِأَنَّهُ أَعْلَى مِنْ غَيْرِهِ قَدْرًا، فَهُوَ أَحَقُّ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ.

وَيُفَسَّرُ بِأَنَّهُ الْعَالِيْ عَلَيْهِمْ بِالْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ، فَيَعُوْدُ إِلَى أَنَّهُ الْقَادِرُ عَلَيْهِمْ، وَهُمُ الْمَقْدُوْرُوْنَ. وَهٰذَا يَتَضَمَّنُ كَوْنَهُ خَالِقًا لَّهُمْ وَرَبًّا لَّهُمْ.

وَكِلَاهُمَا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُ نَفْسَهُ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ، فَلَا شَيْءَ فَوْقَهُ." [1]

"اور ان کے نام [اَلْعَلِيُّ] کی تفسیر، ان دو معنوں کے ساتھ کی گئی ہے:

وہ مقام و مرتبہ میں سب سے برتر ہیں۔ اسی لیے کمال کی صفات کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

وہ اُن سے، قہر و غلبہ کے اعتبار سے بلند ہے۔ اسی بنا پر وہ اُن (سب) پر کمالِ قدرت رکھنے والے اور وہ (سب) اُن کے زیرِ اقتدار ہیں اور اس کے ضمن میں یہ (بھی) ہے، کہ وہ اُن کے خالق اور رب ہیں۔

ان دونوں معنوں میں ضمنی طور پر یہ (بھی) ہے، کہ وہ خود ہر چیز سے بلند و بالا ہیں اور کوئی چیز اُن سے اوپر نہیں۔"

۳: امام ابن قیم اپنے [اَلْقَصِيْدَةُ النُّوْنِيَّةُ] میں لکھتے ہیں:

[1] مجموع الفتاوی ۱۶/۳۵۸۔

وَ هُـوَ الْـعَـلِـيُّ فَـكُلُّ أَنْوَاعِ الْعُلُوْ
وَلَـــهُ فَثَـــابِتَةٌ بِلَا نُـكْـــرَانِ ❶

[ترجمہ: وہ ہی [اَلْـعَلِيُّ] ہیں، پس بلندی کی تمام اقسام انہی کے لیے بلا انکار ثابت ہیں]۔

حضرت امام رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں:

وَلَـهُ الْـعُـلُـوُّ مِنَ الْوُجُوْهِ جَمِيْعِهَا
ذَاتًـا وَقَهْـرًا مَـعَ عُلُوِّ الشَّـانِ ❷

''ان ہی کے لیے ذات، غلبہ اور اونچے مقام و مرتبہ کے، تمام اعتبارات سے بلندی ہے۔''

۴: شیخ سعدی رقم طراز ہیں:

(وَ هُوَ الْعَلِيُّ) بِـذَاتِهِ فَوْقَ عَرْشِهِ؛ (اَلْـعَلِيُّ) بِقَهْرِهِ لِجَمِيْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ، (اَلْعَلِيُّ) بِقَدْرِهِ لِكَمَالِ صِفَاتِهِ .'' ❸

[وہ اپنی ذات کے ساتھ عرش کے اوپر بلند و بالا ہیں، (وہ) اپنے غلبے کے ساتھ ساری مخلوقات پر بالا دست ہیں، (وہ) اپنی صفات کے کمال کی بنا پر مقام و مرتبہ میں بلندترین ہیں۔]

۵: شیخ ابوبکر جزائری نے تحریر کیا ہے:

''اَلْـعَـلِـيُّ الَّذِيْ لَيْسَ فَوْقَهُ شَيْءٌ، وَ الْقَاهِرُ الَّذِيْ لَا يَغْلِبُهُ شَيْءٌ .'' ❹

---

❶ القصيدة النونية (المطبوعة مع شرحها)، رقم البيت ٣٢٢٣، ٣/ ٣٥١.

❷ المرجع السابق، رقم البيت ١١٢٧، ٢/ ١١٩، نیز ملاحظہ ہو: رقم البيت ١١٥٢، ١١٥٧، ٢/ ١٢٩).

❸ تيسير الرحمٰن ص ١١٠. (ط: موسسة الرسالة). ❹ أيسر التفاسير ١/ ٢٠٣.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ] کی تفسیر
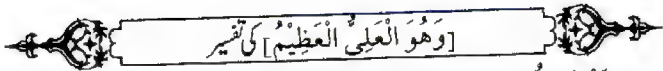
''[اَلْـعَلِيُّ] وہ ذات، کہ ان کے اوپر کوئی چیز نہیں اور وہ [اَلْـقَاهِرُ] ہیں، کہ جن پر کوئی چیز غالب نہیں۔''

٦: شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ نے تحریر کیا ہے:

''(فَـالْـعَلِيُّ) هُوَ الَّذِيْ لَهُ جَمِيْعُ أَنْوَاعِ وَ أَوْصَافِ الْعُلُوِّ، وَ الْعُلُوُّ ثَـلَاثَةُ أَنْوَاعٍ:

❀عُلُوُّ الذَّاتِ

❀ وَ عُلُوُّ الْقَهْرِ

❀ وَ عُلُوُّ الْقَدْرِ

وَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ هٰذِهِ جَمِيْعًا، لَهُ عُلُوُّ الذَّاتِ، وَ عُلُوُّ الْقَهْرِ، وَ عُلُوُّ الْقَدْرِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى ﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ ❶ ❷

''پس (اَلْعَلِيُّ) وہ ذات، کہ اُنہی کے لیے [اَلْعُلُوُّ] [بلندی] کی یہ ساری انواع و اوصاف ہیں۔ انہی کے لیے [ذات کی بالادستی]، [غلبہ کی برتری] اور [شان و عظمت کی فوقیت] ہے۔ (ان کا ارشادِ عالی ہے)

[ترجمہ: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہیں]۔

ب: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے متعلق چار علماء کے بیانات:

ا: امام طحاوی لکھتے ہیں:

وَ هُوَ مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَ فَوْقَهُ. ❸

[اور وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے اور اس کے اوپر ہیں]

۲: علامہ ابن ابی العز حنفی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

---

❶ سورة الأنعام/ جزء من الآية ١٨. ❷ اللآلي البهية في شرح العقيدة الواسطية ١/ ٢٥١.

❸ العقيدة الطحاوية ص ٢٥٧ باختصار (المطبوع بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر).
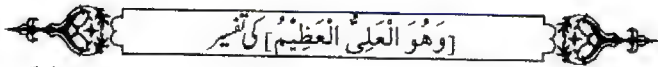
"وَمَعْنَاهَا أَنَّهُ تَعَالٰی مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَفَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ." ❶

["اور اس کا معنیٰ یہ ہے، کہ بلاشبہ (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے اور ہر چیز کے اُوپر ہیں۔"]

علامہ رحمہ اللہ نے مزید قلم بند کیا ہے:

امام مسلم نے ارشادِ تعالیٰ:

{هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ}

کی تفسیر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

[ترجمہ: آپ ہی پہلے ہیں، آپ کے پہلے کوئی چیز نہیں۔

آپ ہی پیچھے ہیں، آپ کے پیچھے کوئی چیز نہیں۔

آپ ہی اُوپر ہیں، پس آپ کے اُوپر کوئی چیز نہیں۔

آپ ہی چھپے ہوئے ہیں، کہ کوئی چیز آپ سے زیادہ پوشیدہ نہیں۔]

یہاں [اَلظُّهُوْرُ] سے مراد [اَلْعُلُوُّ] بلندی ہے۔

پس یہ چاروں اسماء (مبارکہ) ایک دوسرے کے مقابل ہیں:

ان میں سے دو اسماء (مبارکہ) رب سبحانہ وتعالیٰ کے ازلی و ابدی ہونے کے متعلق اور دو نام ان کے اُوپر ہونے اور قریب ہونے کے بارے میں ہیں۔] ❷

علامہ رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں:

"وَمَنْ سَمِعَ أَحَادِيْثَ الرَّسُوْلِ ﷺ وَكَلَامَ السَّلَفِ، وَجَدَ مِنْهُ فِيْ إِثْبَاتِ الْفَوْقِيَّةِ مَا لَا يَنْحَصِرُ." ❸

---

❶ شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ٢٥٩.

❷ المرجع السابق ص ٢٦١ باختصار.

❸ المرجع السابق ص ٢٦٢.

[''رسول کریم ﷺ کی احادیث اور سلف کے کلام کو سننے والا اُن میں اللہ تعالیٰ کے سب سے اُوپر ہونے کے ثبوت کے متعلق ان گنت (دلائل وشواہد) پائے گا۔'']

حضرتِ علامہ ہی نے قلم بند کیا ہے:

''وَ كَلَامُ السَّلَفِ فِيْ إِثْبَاتِ صِفَةِ الْعُلُوِّ كَثِيْرٌ جِدًّا.

فَمِنْهُ مَا رَوَى شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَبُوْ إِسْمَاعِيْلَ الْأَنْصَارِيُّ فِيْ كِتَابِهِ [اَلْفَارُوْق] بِسَنَدِهٖ إِلَى مُطِيْعِ الْبَلْخِيِّ:

أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا حَنِيْفَةَ عَمَّنْ قَالَ:

''لَا أَعْرِفُ رَبِّيْ فِي السَّمَآءِ أَمْ فِي الْأَرْضِ.''

''(اللہ تعالیٰ کے سب سے) اُوپر ہونے کے ثبوت کے متعلق سلف کا کلام بہت زیادہ ہے۔[اسی میں سے (ایک بات) وہ ہے، جسے شیخ الاسلام ابواسماعیل انصاری نے اپنی کتاب [الفاروق] میں اپنی سند کے ساتھ مطیع بلخی سے روایت کیا ہے'' کہ

''بے شک انہوں نے (امام) ابوحنیفہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا، جو کہتا ہے:

[مجھے پتا نہیں، کہ میرے رب آسمان میں ہیں یا زمین میں ہیں]۔

تو انہوں نے فرمایا:

''قَدْ كَفَرَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾، وَ عَرْشُهُ فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوَاتِهٖ.''

[''یقیناً اس نے کفر کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (ترجمہ: رحمٰن عرش پر بلند ہوئے۔) اور ان کا عرش ان کے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔'']

میں نے عرض کیا:

"فَإِنْ قَالَ: "إِنَّهُ عَلَى الْعَرْشِ، وَ لٰكِنْ يَقُوْلُ:

"لَآ أَدْرِيْ: اَلْعَرْشُ فِي السَّمَآءِ أَمْ فِي الْأَرْضِ؟"

[پس اگر اس نے کہا: ''یقیناً وہ عرش پر ہیں۔'' لیکن وہ (یہ بھی) کہتا ہے:

''میں نہیں جانتا: عرش آسمان میں ہے یا زمین میں ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

"هُوَ كَافِرٌ، لِأَنَّهُ أَنْكَرَ أَنَّهُ فِي السَّمَآءِ. فَمَنْ أَنْكَرَ أَنَّهُ فِي السَّمَآءِ، فَقَدْ كَفَرَ." ❶

[''وہ کافر ہے، کیونکہ اُس نے ان کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا۔ سو جس شخص نے اُن کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا، تو یقیناً اس نے کفر کیا''].

علامہ ابن ابی العز حنفی اس سلسلے میں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَ لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، فَقَدْ اِنْتَسَبَ إِلَيْهِ طَوَآئِفُ مُعْتَزِلَةٍ وَ غَيْرِهِمْ، مُخَالِفُوْنَ لَهُ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ اِعْتِقَادَاتِهِمْ." ❷

[''(امام) ابوحنیفہ کے مذہب کی طرف اپنی نسبت کرنے والے بعض لوگوں کا اس بارے میں انکار قابلِ توجہ نہیں، کیونکہ معتزلہ وغیرہ لوگوں کے کئی گروہ اُن کی طرف اپنی نسبت کرنے کے باوجود بہت سے عقائد میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔'']

۳: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

"قَدْ وَصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِهِ، وَ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهِ ﷺ بِـ"الْعُلُوِّ وَ الْاِسْتِوَآءِ عَلَى الْعَرْشِ، وَ الْفَوْقِيَّةِ"

❶ شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ٢٦٧ باختصار. نیز ملاحظہ فرمایئے: "القصيدة النونية" الأبيات ١٣٧٨ـ ١٣٨٢، ٢/ ٢١٠. ❷ شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ٢٦٧.
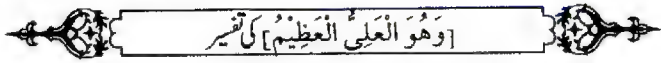
فِـيْ كِتَابِهِ فِي آيَاتٍ كَثِيْرَةٍ، حَتّٰى قَالَ بَعْضُ أَكَابِرِ أَصْحَابِ الشَّـافِعِيِّ: "فِيْ الْقُرْآنِ أَلْفُ دَلِيْلٍ أَوْ أَزْيَدُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَالٍ عَلَى الْخَلْقِ، وَ أَنَّهُ فَوْقَ عِبَادِهِ." ❶

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کریم ﷺ کی زبانِ (مبارک) سے اپنے بارے میں [بالا ہونے، عرش پر بلند ہونے اور اُوپر ہونے کا] وصف بیان کیا ہے۔ (انہوں نے یہ بات) اپنی کتاب (مجید) کی بہت زیادہ آیات میں (بیان فرمائی ہے)، یہاں تک کہ امام شافعی کے بعض اکابر شاگردوں نے کہا:

''قرآن (کریم) میں [اللہ تعالیٰ کے مخلوق سے بالا اور اپنے بندوں سے اُوپر ہونے] کے ایک ہزار یا اس سے زیادہ دلائل ہیں۔''

۴: اسی بارے میں امام ابن قیم لکھتے ہیں:

"وَالظَّاهِرُ الْعَالِي الَّذِيْ مَا فَوْقَهُ
شَيْءٌ كَمَا قَدْ قَالَ ذُوْالْبُرْهَانِ" ❷

[''اور (اَلظَّاهِرُ) ایسے بلند، کہ ان کے اُوپر کوئی چیز نہیں، جیسا کہ ذوالبرہان (یعنی دلیل والے نبی کریم ﷺ) نے بیان فرمایا۔

ج: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے سات دلائل:

کتاب و سنت میں اس کے متعلق بہت کثرت سے دلائل موجود ہیں۔ سابقہ صفحات میں علمائے امت کے بیانات کے ضمن میں ذکر کردہ دلائل کے ساتھ ذیل میں

❶ مجموع الفتاوی ۵/ ۱۲۱. شیخ الاسلام نے فتاویٰ کی اس جلد میں اس بارے میں بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ تفصیلی معلومات کے خواہش مند اس کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز ملاحظہ فرمایئے: اللآلي البهية في شرح العقيدة الواسطية ۱/ ۴۹۵-۵۴۰.

❷ القصيدة النونية، رقم البيت ۱۲۶۰، ۲/ ۱۷۰.

سات دلائل ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ. اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ﴾ ❶

[کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو، جو آسمان میں ہے، کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دیں، تو وہ حرکت کرنے لگے؟

یا کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو، جو آسمان میں ہے، کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دیں، پھر تم جلد ہی جان لو گے، کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟]

علّامہ عظیم آبادی لکھتے ہیں: (أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ) سے مراد [مَنْ عَلَى السَّمَآءِ] [آسمان کے اوپر سے یعنی عرش سے ہے۔ بسا اوقات [فِيْ] [عَلٰی] کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، جیسے:

(فَسِیْحُوْا فِي الْأَرْضِ) ❷ میں [فِيْ] [عَلٰی] کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ [ترجمہ اس طرح ہوگا:

[پس تم اس سرزمین پر چلو پھرو] ❸

---

❶ سورة الملك/ الآيتين ١٦-١٧.

❷ سورة التوبة/ جزء من الآية ٢.

❸ اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: "کتاب الأسماء و الصفات" للإمام البيهقي ٢/ ١٣٤-١٧٤؛ و "خلق أفعال العباد" للإمام البخاري، صفحات ٤٢-٤٣؛ و "مختصر كتاب العلو" للحافظ الذهبي؛ و "القصيدة النونية" للإمام ابن القيم؛ و "عون المعبود" للعظيم ابادي ١٣/ ٦-٤٦.

اسی طرح ﴿وَ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ﴾ ❶ میں [فِيْ] [عَلٰی] کے معنیٰ میں آیا ہے۔ [ترجمہ یوں ہوگا:

[اور یقیناً میں تمہیں ضرور کھجور کے تنوں پر بُری طرح سولی دوں گا]۔

۲۔ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ إِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ❷

[ترجمہ: فرشتے اور روح (حضرت جبریل علیہ السلام) ان کی طرف ایسے دن میں چڑھتے ہیں، جس کی مقدار (یعنی مدت) پچاس ہزار سال ہے]۔

۳۔ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ❸

(ان ہی کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں اور وہ نیک عمل کو بلند کرتے ہیں)۔

۴۔ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ ❹

[ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنی طرف اٹھالیا]

۵: امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُوْلُ:

"زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيْكُنَّ، وَ زَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ

❶ سورة طٰه/ جزء من الآية ٧١.

❷ سورة المعارج/ الآية ٤.

❸ سورة فاطر/ جزء من الآية ١٠.

❹ سورة النسآء/ الآية ١٥٨.
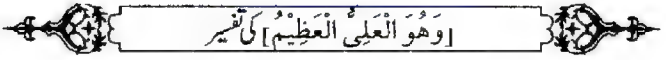
سَمٰوَاتٍ ." ❶

[''(حضرت) زینب (بنت جحش) رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی (دیگر) بیویوں پر ازراہِ فخر کہا کرتی تھیں:

''تمہارے گھر کے لوگوں نے تمہاری شادیاں کروائیں اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کروائی۔'']

اس روایت سے یہ بات واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے اُوپر ہونا، اہلِ ایمان کے ہاں ثابت شدہ بات ہے۔ صرف اہلِ اسلام نہیں، بلکہ سلیم الفطرت ساری مخلوق کی نظر میں یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ کتاب و سنت اور عقل و فطرت اس پر دلالت کناں ہیں۔ ❷

۶: امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ. اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ." ❸

[''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتے ہیں، تم اُن پر رحم کرو، جو زمین میں

---

❶ صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب (وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ)، جزء من رقم الحديث ٧٤٢٠، ١٣/٤٠٣-٤٠٤.

❷ ملاحظہ ہو: شرح كتاب التوحيد ١/٣٣٥.

❸ سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرحمة، جزء من رقم الحديث ٤٩٣١، ١٣/١٩٤؛ و جامع الترمذي، أبواب البر و الصلة، باب ما جاء في رحمة الناس، جزء من رقم الحديث ١٩٨٩، ٦/٤٣. الفاظِ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٦/٤٤، و صحيح سنن أبي داود ٣/٩٣٣، و صحيح سنن الترمذي ٢/١٨٠)؛ نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة ٢/٦٣٠-٦٣٢.

ہیں، تم پر وہ رحم کریں گے، جو آسمان میں ہیں۔'']

(يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ) [تم پر وہ رحم کریں گے، جو آسمان میں ہیں] کی شرح میں علامہ عظیم آبادی لکھتے ہیں:

(مَنْ فِي السَّمَآءِ): وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ ❶

شیخ البانی نے تحریر کیا ہے:

"فَالْحَدِيْثُ مِنَ الْأَدِلَّةِ الْكَثِيْرَةِ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوْقَ الْمَخْلُوْقَاتِ كُلِّهَا." ❷

[''اللہ تعالیٰ کے حتمی طور پر تمام مخلوقات کے اوپر ہونے کے بہت زیادہ دلائل میں سے (ایک یہ) حدیث ہے۔'']

۷: امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، (کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا قَضَى الْخَلْقَ كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهٖ:

"إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي." ❸

[''بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ تخلیق فرما چکے، تو انہوں نے اپنے پاس عرش پر تحریر فرمایا:

''یقیناً میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔'']

شیخ عبداللہ غنیمان ❹ رقم طراز ہیں:

"وَهُوَ كِتَابٌ حَقِيْقَةً كَتَبَهُ تَعَالٰى، كَمَا ذَكَرَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَقِيْقَةً، وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَقِيْقَةً، فَوْقَ عَرْشِهٖ

---

❶ ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۳/۱۹۵۔ ❷ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۶۳۲۔

❸ صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب (وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ) رقم الحديث ۷۴۲۲، ۱۳/۴۰۴۔

❹ رئيس قسم الدراسات العليا (Department of Higher Studies) و مدرس مسجد نبوی شریف۔

حَقِيْقَةً . وَالْمَقْصُوْدُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ عَلَى الْحَقِيْقَةِ، وَعَرْشُهٗ فَوْقَ مَخْلُوْقَاتِهٖ كُلِّهَا، عَالٍ عَلَيْهَا . " ❶

[''وہ واقعی (ایک) کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ...... جیسا کہ ہمارے رسول کریم ﷺ نے ہمارے لیے بیان فرمایا...... حقیقتاً اسے تحریر فرمایا۔ وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیقت میں عرش کے اوپر ہے۔

(اس ساری بات کا) مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً عرش پر مستوی ہیں اور ان کا عرش ساری مخلوقات کے اوپر اور ان سے بلند و بالا ہے۔''[

د: اسمِ مبارک [اَلْعَلِیُّ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین:

ا: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ❷

[وہ اس لیے، کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی (معبودِ) برحق ہیں اور بلاشبہ وہ ان کے سوا جس چیز کو پکارتے ہیں، وہ باطل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب سے عالی مقام اور سب سے بڑے ہیں۔]

۲: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ❸

---

❶ شرح كتاب التوحيد ۱/۳۳۹.

❷ سورة لقمان / الآية ۳۰.

❸ سورة سباء / الآية ۲۳.

[اور ان کے حضور شفاعت کام نہیں دیتی ہے، سوائے اس شخص (کی شفاعت) کے، جس کے لیے وہ اجازت دیں، یہاں تک کہ ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے، (تو) وہ (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: ''تمہارے رب نے کیا فرمایا؟''

وہ کہتے ہیں: ''حق (کہا ہے)'' اور وہی بہت بلند اور بڑی کبریائی والے ہیں۔]

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ذٰلِكُمْ بِأَنَّهٗٓ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ ❶

[وہ اس لیے، کہ جب تنہا اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا، تو تم کفر کرتے تھے اور اگر ان کے ساتھ شریک بنایا جاتا تھا، تو تم یقین کرتے تھے، پس (آج) فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے (یعنی ان کے ہاتھ میں) ہے، جو بہت بلند اور بہت بڑے ہیں۔]

۵: [اَلْعَظِیْمُ] سے مراد:

چھ مفسرین کے اقوال:

۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

''[اَلْعَظِیْمُ] الَّذِيْ قَدْ كَمُلَ فِيْ عَظْمَتِهٖ۔'' ❷

''[اَلْعَظِیْمُ] وہ ذات، جو اپنی عظمت میں درجۂ کمال پر ہے۔''

---

❶ سورة المؤمن / الآیة ١٢.

❷ بحوالہ: تفسیر الطبري ٥/٤٠٥.
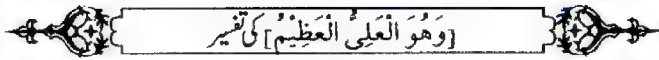
۲: امام طبری لکھتے ہیں:

"[اَلْعَظِيْمُ] ذُو الْعَظْمَةِ الَّذِي كُلُّ شَيْءٍ دُوْنَهٗ، فَلَا شَيْءَ أَعْظَمُ مِنْهُ۔"❶

"[اَلْعَظِيْمُ] وہ عظمت والے، کہ ہر چیز ان سے فروتر ہے اور کوئی چیز (بھی) ان سے زیادہ عظمت والی نہیں۔"

۳: امام بغوی نے تحریر کیا ہے:

"[اَلْعَظِيْمُ] اَلْكَبِيْرُ الَّذِيْ لَا شَيْءَ أَعْظَمُ مِنْهُ۔"❷

"[اَلْعَظِيْمُ] بہت بڑی وہ ذات، کہ کوئی چیز ان سے زیادہ عظمت والی نہیں۔"

۴: قاضی بیضاوی رقم طراز ہیں:

"[اَلْعَظِيْمُ]: اَلْمُسْتَحْقَرُ، بِالْإِضَافَةِ إِلَيْهِ، كُلُّ مَا سِوَاهُ۔"❸

"[اَلْعَظِيْمُ] (وہ کہ) ان کے مقابلے میں ہر چیز حقیر ہے۔"

۵: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

"[وَهُوَ الْعَظِيْمُ] كَقَوْلِهِ [اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ❹]"❺

"[وَهُوَ الْعَظِيْمُ] ارشادِ تعالیٰ [اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ] [بہت بڑے سب سے عالی شان] کی مانند ہے۔"

۶: شیخ ابوبکر الجزائری نے قلم بند کیا ہے:

---

❶ تفسير الطبري ٥/٤٠٥.

❷ تفسير البغوي ١/٢٤٠.

❸ تفسير البيضاوي ١/١٣٤.

❹ سورة الرعد / جزء من الآية ٩.

❺ تفسير ابن كثير ١/٣٣٣.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ] کی تفسیر

"[اَلْعَظِيْمُ] اَلَّذِيْ كُلُّ شَيْءٍ أَمَامَ عَظْمَتِهِ صَغِيْرٌ حَقِيْرٌ." ❶

''[اَلْعَظِيْمُ] وہ ذات، کہ ان کی عظمت کے سامنے، ہر چیز چھوٹی اور معمولی ہے۔''

[اَلْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ] کی تفسیر میں حضراتِ مفسرین کے مذکورہ بالا سب اقوال ہی عمدہ ہیں۔

تنبیہ:

اسماء وصفت والی نصوص کو کیفیت وتشبیہ بیان کیے بغیر رہنے دینا:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وَهٰذِهِ الْآيَاتُ وَمَا فِيْ مَعْنَاهَا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الصِّحَاحِ، الْأَجْوَدُ فِيْهَا طَرِيْقَةُ السَّلَفِ الصَّالِحِ:

[أَمِرُّوْهَا كَمَا جَاءَتْ مِنْ غَيْرِ تَكْيِيْفٍ وَّلَا تَشْبِيْهٍ]." ❷

''ان آیات اور اسی معنٰی کی صحیح احادیث کے حوالے سے بہترین طریقہ سلف صالحین کا ہے۔ (اور وہ یہ ہے:[قرآن وسنت میں) جیسے ان کا ذکر آیا ہے، انہیں ویسے ہی، کیفیت (بیان کیے) بغیر اور تشبیہ دیے بغیر، رہنے دیا جائے۔''

و: اسمِ مبارک [الْعَظِيْمُ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین:

ا: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ❸

❶ أيسر التفاسير ١/٢٠٣.

❷ تفسير ابن كثير ١/٣٣٣.

❸ سورة الواقعة / الآية ٧٤.

[پس آپ اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے۔]

۲: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ﴾ ❶

[بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا تھا۔]

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ ❷

[پس آپ اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہیے۔]

ز: [اَلْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ] دونوں ناموں پر مشتمل ایک اور آیت شریفہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ ❸

[ان ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بہت بلند بہت عظمت والے ہیں۔]

ح: جملے میں حصر اور اس کا فائدہ:

اس جملے کے دونوں اطراف: [مبتدا] اور [خبر] اسمائے معرفہ میں سے ہیں، [هُوَ] ضمیر مبتدا ہے، جو کہ اسم معرفہ ہے۔ اسی طرح [اَلْعَلِيُّ] [الْعَظِيْمُ] خبر ہیں، اور دونوں میں سے ہر ایک اسم معرفہ ہے اور مبتدا اور خبر دونوں کا ایسے ہونا، جملے میں حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ اس طرح جملے کا معنیٰ یہ ہوگا:

❶ سورة الحاقة / الآية ۳۳.

❷ سورة الحاقة / الآية ۵۲.

❸ سورة الشورىٰ / الآية ٤.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ] کی تفسیر

[وہ ہی بہت بلند اور بہت بڑے ہیں۔]

یا معنیٰ یوں بیان کیا جائے گا:

[وہ بلند و بالا ہونے میں منفرد، عالی مقام و مرتبہ والے ہونے میں یکتا ہیں]۔

دوسرے الفاظ میں:

یہ جملہ درجِ ذیل دو معانی پر مشتمل ہے:

ا: اللہ تعالیٰ کے بہت بلند اور بہت بڑے ہونے کا ثبوت۔

ب: اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے ایسی بلندی اور ایسی عظمت کی نفی۔

سو کوئی [اَلْعَلِيُّ] نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اور کوئی [اَلْعَظِیْمُ] نہیں، مگر اللہ تعالیٰ۔

[اَلْعَلِيُّ] سے مراد [عُلُوٌّ مُّطْلَقٌ] والے یعنی پوری کائنات سے بلند و بالا۔

[عُلُوٌّ مُّقَیَّدٌ] [یعنی مخلوق میں سے ایک دوسرے سے بلند ہونا] انسانوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ﴾ [1]

[اور تم کمزور نہ بنو اور غم نہ کرو اور تم ہی سب سے بلند ہو۔]

[یعنی تم کافروں سے بلند و بالا ہو، یہ مراد نہیں، کہ تم ہر چیز سے بلند و بالا ہو]،

کیونکہ [عُلُوٌّ مُّطْلَقٌ] یعنی ہر چیز سے بلند و بالا ہونا، صرف اللہ جل جلالہ کے لیے ہے، کیونکہ وہ [فَوْقَ کُلِّ شَيْءٍ] [ہر چیز کے اوپر ہیں]۔ [2]

یہی بات [اَلْعَظِیْمُ] میں ہے، کہ وہ عظمت مُطْلَق [یعنی کائنات کی ہر چیز

[1] سورة آل عمران / جزء من رقم الآیة ۱۳۹۔

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر آیة الکرسي ص ۲۳۔

سے بڑی عظمت والے ہیں، ان کے علاوہ کوئی ایسے نہیں۔ مخلوق میں سے عظمت والوں کی [عظمتِ مُــقَیَّـدَہ] ہے۔ یعنی وہ مخلوق میں دیگر لوگوں یا چیزوں کے مقابلے میں زیادہ عظمت والے ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

ط: جملے کا ماقبل سے تعلق:

یہ جملہ اپنے ماقبل جملے ﴿وَ لَا یَـؤُدُہٗ حِـفْـظُـھُـمَـا﴾ کا تتمہ ہے۔ شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

"وَعُطِفَ عَلَیْهِ ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِیْمُ﴾ لِأَنَّهُ مِنْ تَمَامِهِ." ❶

''اس جملے ﴿وَ هُـوَ الْـعَلِيُّ الْـعَظِـیْـمُ﴾ کا عطف اُس (یعنی وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا) پر ہے، کیونکہ یہ اس کا تتمہ ہے۔''

❶ تفسیر التحریر والتنویر ۳/۲۴.

حرفِ آخر

ہر قسم کی مدح وثنا اور تعریف وستائش اللہ جل جلالہ کے لیے، کہ انہوں نے مجھ ناکارے کو قرآن کریم کی عظیم ترین آیتِ مبارکہ کی شان وعظمت اور تفسیر کے متعلق یہ صفحات ترتیب دینے کی توفیق سے نوازا۔ ان ہی سے اس حقیر اور ٹوٹی پھوٹی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمانے اور اسے میرے، اسلام اور مسلمانوں کے نافع ومفید بنا دینے کی عاجزانہ التجا ہے۔ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ .

ا: خلاصۂ کتاب

آیت الکرسی کے فضائل:

کتاب میں اس حوالے سے بیان کردہ گفتگو کا خلاصہ حسبِ ذیل پانچ نکات کے تحت ملاحظہ فرمائیے:

I: آیت الکرسی، قرآن کریم کی سب سے زیادہ قدر ومنزلت اور مقام ومرتبہ والی آیت ہے۔ جو کچھ اس ایک آیت میں سمو دیا گیا ہے وہ قرآن کریم کی کسی دوسری ایک آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔

II: اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے [اسمِ اعظم] آیت الکرسی میں ہے۔ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ وہ [اَلْحَيُّ] اور امام ابن قیم کی رائے میں [اَلْحَيُّ اَلْقَيُّوْمُ] ہے۔

III: آیت الکرسی شیطان کے شرور وفتن سے محفوظ کرتی ہے:

بستر پر لیٹتے وقت پڑھنے والے کے لیے محافظ مقرر کیا جاتا ہے اور صبح تک شیطان

اس کے قریب نہیں آتا۔

گھر میں پڑھنے سے شیطان اور ہر ضرر رساں چیز وہاں سے دور ہو جاتی ہے۔

صبح کے وقت پڑھنے والا شام تک اور شام کو پڑھنے والا صبح تک شیطان کے شرور وفتن سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

IV: فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والا آئندہ نماز تک اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہو جاتا ہے۔

V: ہر فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والے اور جنت کے درمیان موت کے سوا کوئی چیز نہیں رہتی اور وہ فوت ہوتے ہی جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۲: آیت الکرسی کی تفسیر:

اس سلسلے میں پیش کردہ باتوں کا ما حاصل درجِ ذیل دس نکات کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے:

i: بے شک اللہ جل جلالہ ہر قسم کی عبادت کے بلا شرکت غیرے تنہا اور یکتا مستحق ہیں۔ ان کے علاوہ کسی بھی شخص یا چیز کی خاطر کسی قسم کی بھی عبادت روا نہیں۔ میرے علم کے مطابق آیت الکرسی کا پہلا جملہ قرآن کریم میں آٹھ مرتبہ، (لَا إِلٰـــهَ إِلَّا هُـوَ) چھبیس دفعہ اور اس جملے کے معانی پر مشتمل آیات بہت زیادہ مقامات پر ذکر کی گئی ہیں، خود اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی گواہی دی ہے، یہ ایمان کی بلند ترین شاخ ہے۔ اخلاص سے کہا ہوا کلمۂ توحید عرش تک پہنچتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر اور دنیوی سیادت و قیادت کا سبب ہے۔ اس کی دعوت میں کوئی لچک نہیں۔ اس کے بغیر اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ بوقتِ موت کہنے سے غم چھٹتے اور رنگ چمکتا ہے۔ جنت میں داخلہ ہو جاتا ہے۔ توحید پر وفات پانے والا جنت میں داخل ہوتا ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتا ہے۔ اسے اخلاص سے کہنے والا شفاعتِ نبوی ﷺ سے سب سے زیادہ

فیض یاب ہو گا۔ یہی وہ اساس، اصل اور بنیاد ہے، جس کی طرف دعوت دینے کی خاطر تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اس ہی کی جانب دعوت دینے سے اپنی دعوت کا آغاز فرماتے اور اس کے لیے سب سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

II: بلاشبہ اللہ عزوجل ذاتی، کامل اور دائمی زندگی کے ساتھ [زندہ] ہیں۔ اُن کی زندگی کسی کی جانب سے عطا کردہ نہیں۔ اس میں کسی قسم کا نقص، خلل اور کمزوری نہیں۔ اُن کی زندگی میں تسلسل ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کی زندگی میں انقطاع اور زوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس طرح کی زندگی والا ہونا، اُن کے ہر قسم کی عبادت کے تنہا مستحق ہونے کے دلائل میں سے ایک ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ [اَلْقَیُّوْمُ] ہیں، کہ کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اُن کے حکم و تدبیر سے ہے۔ یہ بات بھی ہر قسم کی عبادت کے اُن کے بلاشرکت غیرے حقدار ہونے کے دلائل میں سے ایک ہے۔

III: اللہ جل جلالہ پر کسی قسم کا نقص، غفلت یا بے خبری طاری نہیں ہوتی، بلکہ وہ ہر جان کے ہر عمل پر نگہبان ہیں، ہر چیز ان کے رُوبرو ہے، کوئی چیز (بھی) ان سے مخفی نہیں۔

اس بات میں ان کے [اَلْقَیُّوْمُ] ہونے کی تاکید ہے، کیونکہ جسے نیند یا اونگھ آئے، وہ [اَلْقَیُّوْمُ] نہیں ہوسکتا۔

IV: آسمانوں میں موجود ہر چیز: فرشتے، سورج، چاند، ستارے وغیرہ، زمین میں موجود ہر چیز: ظاہر و باطن، حاضر و غائب، چھوٹی بڑی، جن و انس، حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ سب چیزیں، اپنی تخلیق، ملکیت، بندگی، تدبیر اور تصرف میں، بلاشرکت غیرے، ان ہی کی ہیں، یہ حقیقت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے، کہ صرف

انہی کی عبادت کی جائے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے، کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ ہماری ملکیت نہیں، بلکہ اللہ عزوجل کی ملکیت ہے۔ ہمیں ان چیزوں میں آزمائش اور امتحان کی خاطر نیابت دی گئی ہے۔ ہم ان کے استعمال میں احکامِ الٰہیہ کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں جو، جیسے اور جب چاہیں کریں، ہماری ذمہ داری یہ ہے، کہ جو عطا فرمائیں، اس پر شکر کریں، جو لے لیں، اس پر صبر کریں۔

V: روزِ قیامت کسی کو بھی یہ جرأت نہیں ہوگی، کہ ان کے حضور، ان کی اجازت کے بغیر شفاعت، بلکہ بات بھی کرے۔ اس میں مشرکوں کی اس دلیل کا ردّ ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر کی عبادت اس لیے کرتے ہیں، کہ وہ دربارِ الٰہی میں ہماری شفاعت کریں گے۔

VI: اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ماضی، حال اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس حقیقت میں مخلوق کو اجازت کے بغیر شفاعت سے محروم کرنے کے سبب کا بھی بیان ہے، کیونکہ شفاعت کرنے والے اور جس کی شفاعت کی جائے، ان کے سارے حالات کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

VII: ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کے علم اور ذات و صفات کے متعلق صرف اتنا علم ہے، جس قدر اللہ تعالیٰ چاہیں۔ اس سے زیادہ کسی کو بھی کچھ خبر نہیں۔ مخلوق میں سے کسی ایک کا بھی علم کامل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کائنات کا کامل اور محیط علم رکھنے میں یکتا اور تنہا ہونے میں بھی اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ ہر قسم کی الوہیت وعبودیت کے منفرد حق دار ہیں۔

VIII: اللہ تعالیٰ کی کرسی عرش کے بعد، کائنات کی سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ کوئی معنوی چیز نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے اور کتاب و سنت کے بیان کے مطابق

کیفیت، تشبیہ اور تاویل کے بغیر اس کے وجود پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

IX: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی حفاظت فرما رہے ہیں اور یہ ان پر گراں نہیں ہے۔ یہ حقیقت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے، کہ ان کے علاوہ کسی اور کی نہ تو عبادت کی جائے اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں شریک کیا جائے۔

X: اللہ عزوجل ہی [اَلْـعَـلِيُّ] ہیں، کہ کوئی چیز ان سے اوپر نہیں، وہ قاہر ہیں، کوئی چیز بھی ان پر غالب نہیں، ان کی شان وعظمت اور مقام ورتبہ سب سے بلند ہے۔ وہ ہی [اَلْعَظِيْمُ] ہیں، کہ ہر چیز ان کی عظمت کے سامنے معمولی اور حقیر ہے۔

ب: اپیل

اس موقع پر باادب تاکیدی گزارش ہے

ا: روئے زمین کے تمام مسلمان حضرات وخواتین سے، کہ وہ اس عظیم آیت شریفہ کی تلاوت اور اس میں تدبّر کو روزمرہ زندگی کے لیل ونہار کا معمول بنائیں۔ اس میں بیان کردہ عقیدہ اختیار کریں، اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے نقشے ترتیب دیں۔ آیت الکرسی کے پیغام کو دنیا میں تاحدِّ استطاعت پھیلانے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں۔

۲: مشرق ومغرب میں بسنے والے تمام غیر مسلم حضرات وخواتین سے، کہ وہ توجہ اور دھیان سے آیت الکرسی کو سنیں، پڑھیں اور اس میں تدبر کریں، شاید کہ اللہ تعالیٰ اس طرزِ عمل کو، حق کے لیے ان کے سینوں کے کھلنے اور دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے کا سبب بنادیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ. [1]

❋❋❋❋

[1] [ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں]

المصادر والمراجع

١ـ "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤوط.

٢ـ "الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد والرد على أهل الشرك والإلحاد" للدكتور صالح الفوزان، ط: دارالعاصمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ.

٣ـ "الاسلام فى آسيا الوسطى" للدكتور حسن احمد محمود، ط: الهيئة العامة المصرية للكتاب، سنة الطبع ١٩٧٢م.

٤ـ "أيسر التفاسير" للشيخ أبي بكر الجزائري، الطبعة الأولى ١٤٠٧ هـ، بدون الناشر.

٥ـ "البحر المحيط" للإمام أبي حيّان الأندلسي، الناشر: مكتبة ومطابع النصر الحديثة الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦ـ "بدائع التفسير الجامع لما فسّره الإمام ابن قيم الجوزية" ط: دار ابن الجوزي الدمام، الطبعة الثانية ١٤٣١ هـ؛ جمع و تخريج: السيدي السيد محمد، و مراجعة وتنسيق: صالح أحمد الشامي.

٧ـ "البداية والنهاية" للحافظ ابن كثير، ط: دار هجر، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ، بتحقيق الدكتور عبدالله بن عبدالمحسن التركى.

٨ـ "بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني" للشيخ أحمد البنا، ط: دار الشهاب القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٩ـ "تاريخ الإسلام" (عهد الخلفاء الراشدين ﷺ) للحافظ الذهبي، الناشر: دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ، بتحقيق، د. عمر عبدالسلام تدمري.

١٠ـ التاريخ الإسلامي (الخلفاء الراشدون والمهد الأموي) للأستاذ محمود شاكر، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.

١١ـ "تاريخ خليفه بن خياط" ط: دار طيبة الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٥هـ، د. أكرم ضياء العمري.

١٢ـ "تحفة الأحوذي" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

١٣ـ "تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري" للحافظ الزيلعي، ط: دار ابن خزيمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٤.

١٤ـ "الترغيب والترهيب" للحافظ المنذري، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١هـ، بتعليق الشيخ مصطفى محمد عمارة.

١٥ـ "تطهير الاعتقاد عن أدران الإلحاد" للعلامة محمد إسماعيل الصنعاني، ط: دار القبس الرياض، الطبعة الثانية ١٤٣٢هـ، بتحقيق ا. صبري بن سلامه شاهين.

١٦- "تفسير آية الكرسي" للشيخ العثيمين، الناشر: دار ابن الجوزي الدمام، بدون الطبعة وسنة الطبع.

١٧- "تفسير البغوي" المسمى بـ "معالم التنزيل" للإمام البغوي، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ، بإعداد وتحقيق الأستاذين خالد عبدالرحمٰن العك ومروان سوار.

١٨- "تفسير البيضاوي" للقاضي البيضاوى، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

١٩- "تفسير التحرير والتنوير" للأستاذ ابن عاشور، ط: الدار التونسية للنشر تونس، سنة الطبع ١٩٨٤م.

٢٠- "تفسير الجلالين" للإمامين جلال الدين المحلّي، وجلال الدين السيّوطي، ط: دار التراث العربي للطباعة والنشر القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢١- "تفسير أبي السعود" المسمّٰى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢٢- "تفسير الطبري" المسمّٰى بـ[جامع البيان من تأويل آي القرآن] للإمام الطبري، ط: دار المعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر، وأحمد محمد شاكر.

٢٣- "تفسير القاسمي" المسمّٰى بـ "محاسن التأويل" للعلامة محمد جمال الدين القاسمي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي.

٢٤ـ "تفسير القرآن" للإمام عبدالرزاق بن همّام الصنعاني، ط: مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ، بتحقيق د. مصطفى مسلم محمد.

٢٥ـ "تفسير القرطبي" المسمّى بـ((الجامع لأحكام القرآن)) للإمام القرطبي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢٦ـ "التفسير الكبير" المسمّى بـ((مفاتيح الغيب)) للإمام فخر الدين الرازي، ط: دار الكتب العلمية طهران، الطبعة الثالثة، بدون سنة الطبع.

٢٧ـ "تفسير ابن كثير" المسمّى بـ((تفسير القرآن العظيم)) للحافظ ابن كثير، ط: دار الفيحاء دمشق، و دار السلام الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط.

٢٨ـ "تفسير المنار" للشيخ السيد محمد رشيد رضا، ط: دارالمعرفة بيروت، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.

٢٩ـ "تفسير النسفي" للإمام النسفي، ط: دار إحياء الكتب العربية القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٣٠ـ "التقييد الكبير في تفسير كتاب الله المجيد" للعلامة أحمد بن محمد البسيلي التونسي، ط: مطبعة السفير الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ، بتحقيق د. عبدالله بن مطلق الطوالة.

٣١ـ "التلخيص" [المطبوع بذيل المستدرك على الصحيحين] للحافظ الذهبي، دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٣٢۔ "تيسير الكريم الرحمٰن في تفسير كلام المنان" للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي، ط: دار المدني بجدة، سنة الطبع ١٤٠٨هـ، بتقديم الشيخ محمد زهري النجار. [أو ط: مؤسسة الرسالة] (أو ط: مركز صالح بن صالح الثقافي).

٣٣۔ "جامع الترمذي" المطبوع مع تحفة الأحوذي، للإمام الترمذي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٠هـ.

٣٤۔ "حضارة العرب" للدكتور غوستاف لوبون، نقله إلى العربية ا. عادل زعيتر، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٩٧٩م.

٣٥۔ "خلق أفعال العباد" للإمام البخاري، ط: دارالمعارف السعودية الرياض، سنة الطبع ١٣٩٨هـ، بتحقيق د. عبدالرحمٰن عميره.

٣٦۔ "دعوة الرسل إلى الله تعالىٰ" للشيخ محمد أحمد العدوي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤١٤هـ.

٣٧۔ "الرحيق المختوم" للشيخ صفي الرحمٰن المباركفوري، ط: دارالكتاب والسنة كراتشي، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٣٨۔ "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلامة الألوسي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.

٣٩۔ "رياض الصالحين" للإمام النووي، ط: دار المأمون دمشق و بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٢هـ، بتحقيق عبدالعزيز رباح، وأحمد يوسف الدقاق، و مراجعة الشيخ شعيب الأرناؤوط.

٤٠۔ "زاد المسير في علم التفسير" للإمام ابن الجوزي، ط: المكتب

الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤ م.

٤١ـ "زاد المعاد في هدي خير العباد ﷺ" للإمام ابن قيم الجوزية، توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاة والدعوة والإرشاد الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٤٢ـ "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ.

٤٣ـ "سنن أبي داود" [المطبوع مع عون المعبود] للإمام أبي داود السجستاني، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٩هـ

٤٤ـ "شرح السنة" للإمام البغوي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٠هـ. بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط وزهير الشاويش.

٤٥ـ "شرح الطحاوية في العقيدة السلفية" للقاضي ابن أبي العز الحنفي، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٧هـ، بتحقيق د. عبدالرحمن عميرة. [أو ط: وزارة الشئوون الإسلامية الرياض، سنة الطبع [١٤١٩هـ] [أو بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر ط: وزارة الشؤون، سنة الطبع ١٤١٨هـ].

٤٦ـ "شرح كتاب التوحيد من صحيح البخاري" للشيخ عبدالله بن محمد الغنيمان، ط: دار العاصمة الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ.

٤٧ـ "شرح النووي على صحيح مسلم" للإمام النووي، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١هـ.

٤٨ـ "صحيح البخاري" [المطبوع مع فتح الباري] للإمام البخاري، نشر

وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٤٩- "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٥٠- "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، الناشر: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٥١- "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، نشر وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٥٢- "العقيدة الطحاوية" (المطبوع مع شرح الطحاوية) للإمام الطحاوي، ط. وزارة الشؤون الإسلامية الرياض، سنة الطبع ١٤١٨هـ.

٥٣- "عمدة القاري" للعلّامة العيني، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٥٤- "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للشيخ أبي الطيب العظيم آبادي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٩هـ، بتحقيق الشيخ عبدالرحمٰن محمد عثمان.

٥٥- "غرائب القرآن و رغائب الفرقان" للعلامة النيسابوري، ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة الاولى ١٣٨١هـ، بتحقيق الشيخ إبراهيم عطوة عوض.

٥٦- "فتح الباري" [شرح صحيح البخاري] للحافظ ابن حجر، نشر

وتوزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٧- "فتح البيان في مقاصد القرآن" للشيخ صديق حسن خان، ط: مطبعة العاصمة القاهرة، بدون الطبعة، و سنة الطبع ١٩٦٥م.

٥٨- "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل" للشيخ البنا، ط: دار الشهاب القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٩- "الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير البيضاوي" للعلامة المناوي، ط: دار العاصمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٦٠- "فتح القدير" للإمام الشوكاني، التوزيع: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتعليق الأستاذ سعيد اللحّام.

٦١- "فتح المغيث شرح ألفية الحديث للعراقي" للحافظ السخاوي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ.

٦٢- "فتح الملهم شرح صحيح مسلم" للشيخ شبير احمد العثماني، الناشر: مكتبة دارالعلوم كراتشي، سنة الطبع ١٤٢٠هـ، مع التعليقات للمفتي محمد رفيع العثماني.

٦٣- "فقه السيرة" للدكتور زيد بن عبدالكريم الزيد، ط: دار التدمرية الرياض، الطبعة الرابعة ١٤٢٩هـ.

٦٤- "في ظلال القرآن" للأستاذ سيد قطب، ط: دار الشروق بيروت، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٣٩٣هـ.

٦٥- "القاموس المحيط" للعلامة الفيروز آبادي، ط: المؤسسة العربية للطباعة والنشر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦٦- "القصيدة النونية" للإمام ابن القيم، ط: مكتبة الطبري القاهرة، سنة الطبع ١٤٢٩هـ، (المطبوع مع شرحه للشيخين العثيمين والسعدي) مع التعليق للشيخ أبو عائش عبدالمنعم إبراهيم.

٦٧- "قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث" للعلامة محمد جمال الدين القاسمي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.

٦٨- "كتاب الأسماء والصفات" للإمام البيهقي، ط: المكتبة الأثرية سانگله هل، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخ عماد الدين أحمد حيدر.

٦٩- "كتاب التسهيل لعلوم التنزيل" للحافظ أبي القاسم الكلبي الغرناطي، ط: دار الكتب الحديثة القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذين محمد عبدالمنعم اليونسي وإبراهيم عطوة عوض.

٧٠- "كتاب السنن الكبرى" للإمام النسائي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١١هـ، بتحقيق الأستاذين: د. عبدالغفار سليمان البنداري وسيد كسروي حسن. [أو ط: مؤسسة الرسالة].

٧١- "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل" للعلامة الزمخشري، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٧٢- "اللآلي البهية في شرح العقيده الواسطية" للشيخ صالح بن عبدالعزيز آل الشيخ، الطبعة الأولى ١٤٣١هـ، توزيع: وكالة المطبوعات و

البحث العلمي بوزارة الشؤون الإسلامية الرياض ، بتحقيق الشيخ عادل رفاعي .

٧٣ـ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" للحافظ الهيثمي ، ط: دار الكتاب العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ .

٧٤ـ مجموعة الوثائق التاريخية للعهد النبوي و الخلافة الراشدة" للدكتور محمد حميد الله ، ط: دار النفائس بيروت ، الطبعة السادسة ١٤٠٧هـ .

٧٥ـ "مجموع فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية" جمع وترتيب الشيخ عبدالرحمن بن محمد قاسم ، ط: مكتبة المعارف [illegible] المغرب . بدون الطبعة وسنة الطبع .

٧٦ـ "المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز" للقاضي ابن عطية الأندلسي ، بدون الناشر والطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق المجلس العلمي بفاس .

٧٧ـ "مختصر العلو للعلي [illegible]" للمحدث الذهبي ، اختصار وتحقيق للشيخ الألباني ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ

٧٨ـ "مرقاة المفاتيح شرح [illegible] للعلامة [illegible] القاري ، ط: المكتبة [illegible]

[illegible]

٧٩ـ "المستدرك على الصحيحين [illegible] [illegible] بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٨٠ـ "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط: [illegible]

الثالثة، بدون سنة الطبع، بتحقيق الشيخ أحمد شاكر [أو ط: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى].

٨١- "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثنى التميمي، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد.

٨٢- "مشكاة المصابيح" للشيخ محمد بن عبدالله الخطيب التبريزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ، بتحقيق الشيخ الألباني.

٨٣- "المفردات في غريب القرآن" للإمام الراغب الأصفهاني، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد سيد كيلاني.

٨٤- "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: المكتبة الإسلامية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي ود. محمود محمد الطناجي.

٨٥- "هامش تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري" للأستاذ سلطان بن فهد الطبيشي، ط: دار ابن خزيمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٤ هـ.

٨٦- "هامش تفسير الطبري" للشيخين محمود محمد شاكر واحمد محمد شاكر، ط: مكتبة ابن تيمية القاهرة، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.

٨٧- "هامش صحيح مسلم" للشيخ محمد فؤاد عبدالباقي، نشر وتوزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الرياض، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٨٨۔ "هامش الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير القاضي البيضاوي" للشيخ أحمد مجتبیٰ السلفي، ط: دار العاصمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٨٩۔ "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤوط ورفقائه، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى.

٩٠۔ "هامش مسند أبي يعلى الموصلي" للشيخ حسين سليم أسد، ط: دار المأمون دمشق، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٦هـ.

اردو کتب:

١۔ "أحسن التفاسير" سید أحمد دہلوی.

٢۔ "اذکار نافعه" فضل الٰهی، دار النور اسلام آباد.

٣۔ "معارف القرآن" مفتی محمد شفیع، إدارة المعارف کراچی، تاریخ طباعت ١٣٩٩ھ

٤۔ "تفسیر أحسن البیان" حافظ صلاح الدین یوسف ط: مکتبہ دار السلام الریاض.

٥۔ "تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن" ڈاکٹر محمد لقمان السلفي، ط: دار الداعی الریاض، ساتواں جدید ایڈیشن.

٦۔ "القرآن الكريم وترجمة معانيه وتفسيره إلى اللغة الأردية" ترجمہ: مولانا محمود الحسن، تفسیر: مولانا شبیر احمد عثمانی، ط: مجمع الملک فهد مدینه طیبه.

مؤلف کی کتب

عربی کتب:

۱۔ التقویٰ أهميتها وثمرتها وأسبابها

۲۔ الأذكار النافعة

۳۔ فضل آية الكرسي و تفسيرها

٤۔ إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً

٥۔ حب النبي ﷺ وعلاماته

٦۔ وسائل حب النبي ﷺ

۷۔ مختصر حب النبي ﷺ و علاماته

۸۔ النبي الكريم ﷺ معلماً

۹۔ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)

۱۰۔ من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم

۱۱۔ فضل الدعوة إلى الله تعالیٰ

۱۲۔ ركائز الدعوة إلى الله تعالیٰ

۱۳۔ الحرص علىٰ هداية الناس(في ضوء النصوص وسير الصالحين)

۱٤۔ السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالیٰ

۱٥۔ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين(في ضوء الكتاب والسنة)

۱٦۔ من صفات الداعية: اللين والرفق

۱۷۔ الحسبة: تعريفها ومشروعيتها و وجوبها

۱۸۔ الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم

۱۹۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر

۲۰۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر(في ضوء النصوص و سير الصالحين)

۲۱۔ حكم الإنكار في مسائل الخلاف

۲۲۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه

۲۳۔ الاحتساب على الأطفال

۲٤۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما(دراسة دعوية)

۲۵۔ مفاتيح الرزق(في ضوء الكتاب والسنة)

۲٦۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي

۲۷۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلام

۲۸۔ شناعة الكذب وأنواعه

۲۹۔ لاتيئسوا من روح الله

۳۰۔ عظيم منزلة البنت ومكانتها

اردو کتب:

۱۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

۸۔ بیٹی کی شان وعظمت

۹۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے

۳۰۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیر طبع)

دیگر زبانوں میں:

بنگالی:

۱۔ اذکارِ نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ باجماعت نماز کی اہمیت

۴۔ حج وعمرہ کی آسانیاں (مختصر)

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ بیٹی کی شان وعظمت

۷۔ رزق کی کنجیاں

۸۔ فضائل دعوت

۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر

۱۰۔ لاتیئسوا من روح الله

انڈونیشی:

۱۔ اذکار نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

۴۔ رزق کی کنجیاں

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ لاتیئسوا من روح الله

فرانسیسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

انگریزی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۲۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

۳۔ بیٹی کی شان و عظمت

۴۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری (زیر طبع)

فارسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۱۔ دعا کی شان و عظمت

۲۔ قبولیت دعا کے اسباب

۳۔ مرادیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دُعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دُعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قُرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

مؤلف کے قلم سے

آنحضرت ﷺ کی بحیثیت معلم چھیالیس باتوں کا بیان

انہی میں سے کچھ اہم نکات :

- ★ ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- ★ مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم
- ★ دورانِ تعلیم اشاروں، شکلوں، اور لکیروں کا استعمال
- ★ تعلیم بالعمل
- ★ عمدہ استفسار کی تعریف
- ★ پہلے اجمال پھر تفصیل
- ★ فقیر شاگردوں کے لئے ایثار
- ★ طلبہ کی صلاحیتوں کا ادراک
- ★ آسانی کرنے والے معلم

کتاب کے نمایاں خصائص :

- ★ اساسِ کتاب قرآن وسنت
- ★ استدلال میں مفسرین ومحدثین سے استفادہ
- ★ غیر ثابت شدہ روایات سے احتراز